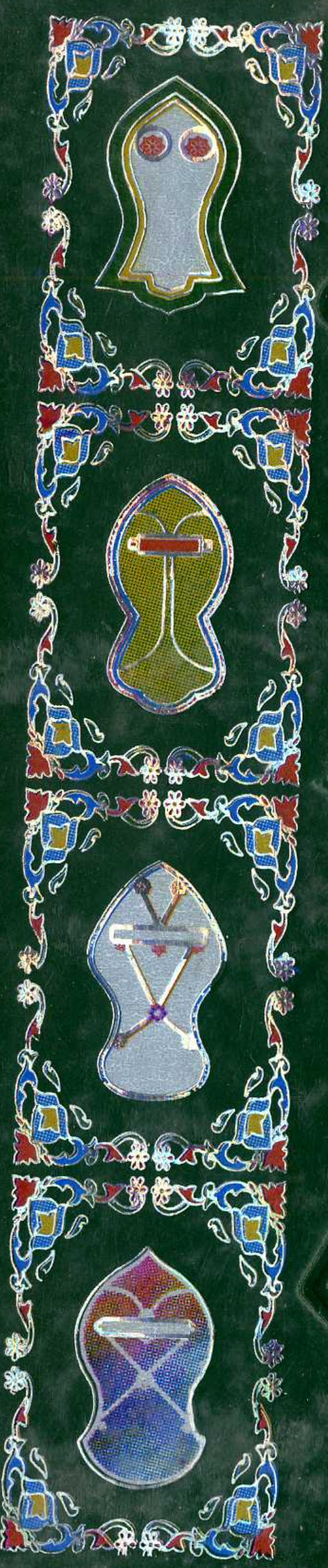
فتح المتعال فی مدح النعال

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فضائل نعلین حضور



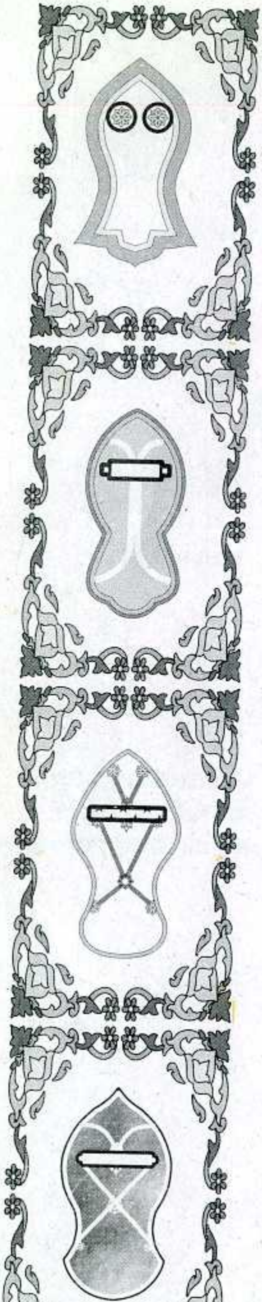


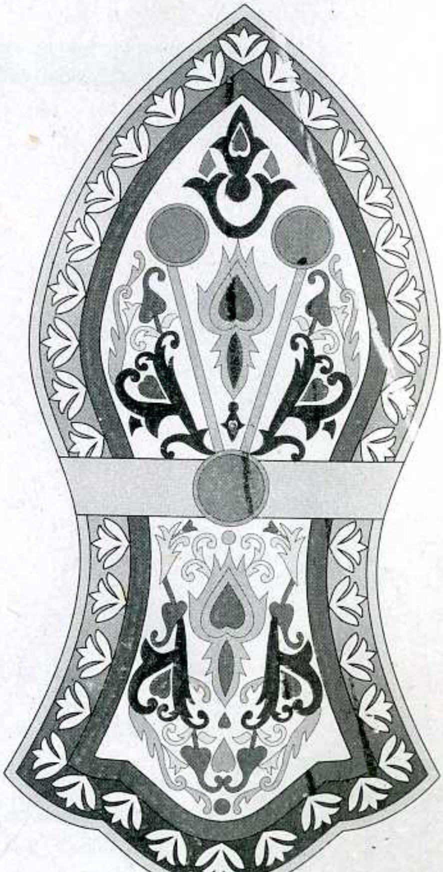
امام احمد المقری التلمسانی

۹۹۲ـ۱۰۴۱ھ

فتح المتعال فی مدح النعال

فضائل نعلین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم





امام احمد المقری التلمسانی

۹۹۲-۱۰۴۱ھ

مصنف : امام احمد المقری تلمسانی

نام ترجمہ : فضائل نعلین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مترجمین : علامہ مفتی محمد خان قادری۔ علامہ محمد عباس رضوی

بار : سوم

اشاعت : دسمبر 2000ء

معاونین اشاعت : ڈاکٹر منیر احمد۔ عبدالوحید شیخ۔ وسیم الدین احمد

ان مقامات سے کتاب دستیاب ہے:

جامعہ اسلامیہ حبیبیہ
شاہ گنج، حیدر آباد انڈیا
Tel:(91-40) 523312

محمد طفیل مدنی بھٹی
نیو اقبال پارک E470/2-A رائفل رینج روڈ
لاہور کینٹ لاہور، پاکستان۔
Tel: 5725085, 6651 088
Mobile:0333-4219129
Email: mtbhatti_2000@Yahoo.com

جناب سید جلال الدین قادری جمال پاشا
جناب مولانا سید محی الدین قادری
جناب سید حسن عبدالقادر قادری
سید حنیف محمد قادری کامل پاشا
Mobile: 847-9879336
6260 Gold Circle Han Over Park.
IL 60103 U.S.A
شکاگو، یو۔ ایس۔ اے
Tel: 847-690-1948
317-876-0718
E-mail: siquadri@hotmail.com
siquadri@yahoo.com

ناشر : محمد طفیل مدنی بھٹی

کمپوزنگ : این ٹی ایم کمیونی کیشن لاہور فون: 7662755

طباعت : ماشاء اللہ بک بائینڈر 7351592

CAN BE HAD FROM:

I.S.R.A (Islamic Studies Research Association)
P.O. Box 357, Turbeville, Sc.29162-0357 U.S.A
Tel: (843) 659-2195, 2195 Fax: 659-2150
Website: http://www.angelfire.com

Dr.N.J. Chaudhry, Flat # 20, Royal Bolton Hospital,
Bolton. U.K. B14 OJR.

ھدیہ رحمٰن: 150

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ انتساب (محمد طفیل مدنی بھٹی) 1

۲۔ پیغام (فقیر محبوب الرحمٰن نقشبندی عیدگاہ راولپنڈی) 4

۳۔ تقریظ (مولانا عبدالواحد مدنی نقشبندی قادری) 7

۴۔ پیشِ لفظ (مفتی محمد خاں قادری) 10

۵۔ نعلین شریف کی نسبت اور اِن کے ماقب و برکات
(سید جلال الدین قادری گیلانی جمال پاشا 21
الریاض السعودیہ العربیہ

۶۔ پیشوائی (پروفیسر حفیظ تائب) 70

۷۔ محبت کا اپنا گھر (خواجہ غلام قطب الدین فریدی) 77

۸۔ جاں فدائے نقش نعلین رسولؐ (محمد شہزاد مجددی) 80

۹۔ فضائل تبرکاتِ رسولؐ (محمد الطاف نیروی) 88

۱۰۔ حرفے چند (راجا رشید محمود) 97

۱۱۔ فضائل و برکات نعلین پاک سید عالمؐ
(سید نصیرالدین ہاشمی قادری برکاتی) 101

۱۲۔ برکات نعلین پاکؐ (حسن اختر احسن) 106

۱۳۔ نعت و منتخب اشعار 114

۱۴۔ تصاویر ۱۱ عدد

اضافہ ۲۰۰۰ء

۱۵۔ زیر مطالعہ کتاب کا تعارف 127

۱۶۔ تعارف مصنف (امام احمد المقری المغربی المالکی) 132

۱۷۔ طریق توسل (مولانا اشرف علی تھانوی)	143
۱۸۔ ابتدائیہ	144
۱۹۔ مقدمہ (نعلم، قبال، شراک اور شمع کے مضاہم پر تفصیلی گفتگو)	153
۲۰۔ باب اوّل (احادیث مبارکہ اور نعلین شریفین)	178
۲۱۔ باب ثانی (نعلین مبارکہ اور اِن کے ناقلین کا تفصیلی تذکرہ)	313
۲۲۔ باب ثالث (مقائد در مدحِ نعلین مبارکہ)	358
۲۳۔ باب بع (فوائد و برکات نعلین شریفین)	375
۲۴۔ خاتمہ (نعلین مبارکہ سے متعلقہ مختلف اُمور)	401

۲۵۔ تقریظات

i) حضرت شیخ الاسلام احمد عبدالرحمٰن بن عبدالوارث

ii) حضرت شیخ عبدالکریم القاضی۔ قاہرہ

iii) حضرت شیخ احمد بن تغنیمی الخزرجیؒ

iv) حضرت شیخ تاج الدین بن احمد بن ابراہیم۔

امام بیت اللہ

ایصال و اجر وثواب جلالۃ العلم شیخ سید حبیب اللہ قادری معروف برشید پادشاہ متوفی ۱۴۱۹ھ	491
۲۶۔ نعل پاک حضورؐ عاشقانِ رسولؐ کی نظر میں پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	492
چند منتخب اشعار الوداعی • سید سلطان الصوفیا شاہ محمد سلطان میاں شیر سبحانی خلیفہ ہشتم حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	494

☆☆☆☆☆

قطعۂ تاریخ (سالِ طباعت)

کتاب، فضائلِ نعلینِ پاکِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ سے ہے جو منسوب، شے ہے وہ محبوب
ہے غازۂ رُخِ ایماں، محبّت نعلین

رکھیں سروں پہ، یہ حسرت ہے تاجداروں کو
عیاں ہے اہلِ نظر پر کرامتِ نعلین

انھیں کمال ہُوا ہے نصیب نسبت سے
ہے لمسِ پائے مُحَمّدؐ سے عظمتِ نعلین

چھپی ہے سعیِ محمد طفیل سے یہ کتاب
بخُوبی جس سے نُمایاں ہے وقعتِ نعلین

کہی، اضافۂ اعدادِ "مجد" سے تاریخ
یہ ہے مثالی "کتابِ فضیلتِ نعلین"

۴۷ + ۱۹۵۳ = ۲۰۰۰ء

طارق سُلطانپوری لاہور
۱۰ - ۵ - ۲۰۰۰

الاہداء

ہم یہ ترجمہ حضور علیہ السلام کے دو صحابہ ـــــ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو **خاصف النعل** (حضور کے نعل گانٹھنے والے) ہونے کا شرف حاصل ہے۔

☆ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین (حضور کے نعلین اٹھانے والے) ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

مسند احمد، ابو یعلیٰ، ابن حبان اور مستدرک میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو معانی قرآن پر اس طرح جہاد کرے گا جس طرح میں نے اس کے نزول پر کیا ہے؟ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ شخص ابوبکر ہیں فرمایا نہیں۔ کسی نے کہا وہ حضرت عمر ہیں۔ فرمایا نہیں ـــــ اس کے بعد فرمایا یہ کام خاصف النعل (حضرت علی) ہی کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کو اس کائنات میں یہ شرف حاصل ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں نعلین اتار کر بیٹھتے تو یہ نعلین کو ایک چمڑے کے تھیلے میں بڑی محبت سے سنبھال کر اپنے سینے سے لگا کر بیٹھ جاتے جیسے ہی مجلس برخاست ہوتی نعلین پیش کر دیتے۔ بعض اوقات نعلین پہناتے بھی تھے ـــــ

اللہ تعالیٰ ان خدامِ نعلین رسول کے صدقہ سے ہم سب کو دنیا و آخرت میں حضور علیہ السلام کے نعلین کا سایۂ رحمت عطا فرمائے۔

انتساب

الحمدللہ مجھے مدینہ منورّہ میں باوا غلام رسول المعروف بلیّاں والی سرکار کی صحبت کافی عرصہ نصیب رہی اور باوا جیؒ نے مجھے اپنا روحانی بیٹا بھی بنایا اور اس شرف کے علاوہ بھی مجھ پر بے شمار کرم فرمائے۔ آپ کا وصال ۱۹' شوال ۱۴۰۶ھ بروز جمعرات بمطابق ۲۳' مارچ ۱۹۸۶ء بوقت ۱۰:۴۵ دن بمقام حدرۃ (حملہ) سید الشہداء مدینہ منورہ میں ہوا۔ امیرالمومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں جنت البقیع میں انہیں جگہ نصیب ہوئی۔

میرے دل میں یہ تمنا تھی کہ ان کے وصال کے بعد ان کی طرف سے کوئی ایسا کام کروں جس سے باوا جیؒ مغفور کی روح خوش ہو۔

نہایت درجہ ناشکری ہوگی اگر میں یہاں اپنے پیر طریقت قبلۂ عالم حضرت محبوب الرحمٰن نقشبندی سجادہ نشین عیدگاہ شریف راولپنڈی کا تذکرہ نہ کروں جن کی نگاہِ کرم و شفقت سے یہ ساری نعمتیں نصیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔

جگر گوشۂ غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوالقاسم سید جلال الدین قادری جمال پادشا دامت برکاتہ' العالیہ کا ذکر خیر کرنا بھی میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ جن سے عقیدت' پیار اور محبت کا ایک ایسا تعلق قائم ہے جس پر میں جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔

میرے بزرگ حضرت مولانا حافظ عبدالواحد عبدالمصطفیٰ مدنی قادری شاید دنیا میں آج واحد ہستی ہے کہ انہیں آقائے دو جہاں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ علیٰ والدہٖ وعلیہ السلام کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے۔ اور جن کی مبارک آنکھوں نے نور والے آقا کے والد محترم کے پرنور چہرے کا خوب خوب نظارہ کیا ہے۔ اس تحریر میں ان کا ذکر خیر بھی میرے لیے باعث خیر وسعادت ہے۔

میری زندگی پر ان مبارک ہستیوں کا کرم وشفقت ہمیشہ رہا اور میرے لیے یہ پاکیزہ ہستیاں باعثِ رحمت و بخشش، موجبِ نجات اُخروی اور راہ طریقت میں رہنما وپیشوا ہیں۔

محترم طارق درانی صاحب نے بطور تبرک چند سطور قلمبند فرمائی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''تہجد کے بعد اذانِ فجر سے پہلے باوضو سورۃ الفاتحہ پڑھ کر درود شریف پڑھتے ہوئے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پوروں سے نعلین پاک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش کو چھونا اور دعا کرنا بزرگوں نے باعثِ خیر وبرکت فرمایا ہے۔''

اسی لیے کتاب کی جلد بندی کراتے ہوئے کوشش کی گئی ہے کہ نقش نعلین پاک ابھرا ہوا محسوس ہوتا ضعیف اور نابینا لوگ بھی اسے آسانی کے ساتھ چھوسکیں اور اس تبرک سے خیر وبرکت حاصل کرسکیں۔

اس متبرک کتاب کی اشاعت کے اس کارِ خیر میں میرے جن روحانی و علمی دوستوں کا حصہ ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

جناب ڈاکٹر منیر احمد صاحب' جناب عبدالوحید شیخ صاحب' جناب وسیم الدین احمد شیخ صاحب اور جناب ڈاکٹر طارق درانی جناب ڈاکٹر وقار انجم مصطفائی صاحب جناب مولانا شہزاد مجددی اور قمر الرحمٰن میں ان احباب کا ممنون ہوں کہ جنہوں نے دامنے درمے سخنے جس طرح بھی تعاون کیا اللہ تعالیٰ ان کی س سعی کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

آخر میں اپنے کرم فرما جناب مفتی محمد خان قادری اور علامہ محمد عباس ضوی کے لیے دل سے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں جزائے خیر عطا رمائے جنہوں نے بے انتہا محنت ولگن سے اس رفیع الشان اور عظیم و بابرکت کتاب کا ترجمہ کر کے غلامان و عاشقانِ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک محبت بھرا حسین تحفہ دیا ہے۔

دعاؤں کا طالب
خادم نقش نعلین پاک' ذرّہَ خاکِ مدینہ
محمد طفیل مدنی' بھٹی
نیو اقبال پارک E470/2-A رائفل رینج روڈ
لاہور کینٹ لاہور' پاکستان۔
Tel:5725 085, 6651 088

بسم اللہ الرحمن الرحیمO

پیغام

فقیر محبوب الرحمٰن نقشبندی مجددی

عید گاہ شریف راولپنڈی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جسے جس سے محبت ہوتی ہے وہ اسی کا ذکر کرتا ہے حتی کہ معاملہ یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ اسے اس کے ذکر کے علاوہ اور کوئی شئے بھاتی ہی نہیں وہ دل کو بہلانے کیلئے کبھی محبوب کا تذکرہ کرتا ہے اور کبھی سنتا ہے، کبھی اس کی طرف منسوب اشیاء کی زیارت و ذکر سے اپنے دل کو تسلی دیتا ہے۔ کبھی اس کے دیار کا ذکر آجاتا ہے تو اس کی محبت سلگنے لگ جاتا ہے۔ کہ اس کے کان و آنکھیں صرف محبوب کی مدح و ثنا ہی سنتے ہیں اس کی طرف کسی عیب کی نسبت برداشت نہیں کرسکتے۔ جب مجازی محبت کا یہ عالم ہے تو غور کیجئے پھر حقیقی محبت کا عالم کیا ہوگا۔ جب محبت اس محبوب میں عیب برداشت نہیں کرسکتی جو محبوب کا عمل بن سکتا ہے تو وہاں محبت کی کیفیت کیا ہوگی۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے عیب پیدا ہی نہیں فرمایا۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں۔

و احسن منک لم تر قطّ عینی

وأجمل منک لم تلد النسّاء

خلقت مبرأ من کل عیب

کانک قد خلقت کما تشاءُ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر میری آنکھ نے کوئی حسین نہیں دیکھا اور کسی ماں نے آپ سے جمیل جنا ہی نہیں آپؐ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا۔ گویا ایسے لگتا ہے۔

جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہوتا ہے انہیں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی سرشاری عطاء فرماتا ہے پھر وہ انہیں کی یاد، لگن اور دھن میں رہتے ہیں پھر آپ کی طرف نسبت رکھنے والی ہر شئے انہیں ہر ایک سے بڑھ کر عزیز ہو جاتی ہے انہیں جیسے آپ کی ذاتِ اقدس سے پیار ہوتا ہے وہ آپ کے شہر سے بھی پیار کرتے ہیں۔ یہاں انہیں آپ کے معمولات محبوب ہوتے ہیں وہاں انہیں آپ کا لباس بھی محبوب ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ سن کر دلوں کو مطمئن کرتے ہیں وہاں پر آپ کی طرف سے منسوب چیز کی یادوں سے دل بہلاتے ہوئے نظر آئے کسی نے خوب کہا۔

حقیقت میں وہ لطف زندگی پایا نہیں کرتے

جو یادِ مصطفیٰ سے دل کو بہلایا نہیں کرتے

ان اشیاء مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مقدس بھی ہیں۔ جنہیں آپ کے قدموں کو چومنا نصیب ہوا۔ ہمیشہ سے امت اس کی

خدمت کر رہی ہے۔ بعض صحابہ کو انہیں اٹھانے کا شرف ملا۔ مثلاً حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اٹھایا بھی کرتے جب کہ بعض اوقات پہنایا بھی کرتے حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعلین مقدس گانٹنے کا شرف حاصل ہوا بعد میں امت نے اس کے عکس اور تصویر کی خدمت کی امام یوسف اسماعیل نبہانی فرمایا کرتے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعلین کی خدمت کی ہمیں وہ تو حاصل نہ ہوئے لیکن ہمیں اس کے عکس کی خدمت کا شرف مل گیا۔

متعدد اہل علم نے اس موضوع پر کام کیا سب سے بڑا کام امام تلمسانی کا ہے جس کے ترجمے کا شرف مفتی محمد خان قادری اور مولانا محمد عباس رضوی کو ملا۔ انہوں نے یہ قیمتی کتاب اردو میں ڈھال کرامت پر احسان کیا آج اسے اگر مستفید ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ مصنف وانہیں دنیا وآخرت میں جزاء دے۔ ہمارے عزیز محمد طفیل مدنی نے اس کی اشاعت کر کے خدمت سرانجام دی جو ان کی محبت عملی ثبوت ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

آخر میں دعاء ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیاں وآخرت میں اس کا سایہ نصیب فرمائے۔

سر پر رکھنے کو جو مل جائے نعلِ پاکِ حضورؐ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

فقیر محبوب الرحمٰن نقشبندی مجددی
عیدگاہ شریف راولپنڈی

تقریظ

حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ عبدالواحد القادری المدنی نقشبندی چشتی صابری

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی حبیبہٖ و نور عرشہ و زینۃ فرشہ سیدنا و نبیک حبیبک وَ رسولک و مولانا محمد والہ وازواجہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین اللھم صلی وسلم وَ بارک علی سیدنا و مولانا محمدٍ وَّ علی ال سیدنا و مولانا محمد منبع اسرار القرآن و مخزن نکات معطعات السُّورِ و صاحب المعجزات و المطلوب من الکونین وَ المقصود مِن الدارین و صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اما بعد خوش بخت نیک طینت مترجمین و ناشرین ـ

اس کتاب مستطاب کے مؤلف حضرت امام الجلیل احمد المقر ی تلمسانی رحمتہ اللہ علیہ اور اس کتاب مبارک کا اردو متراجم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خان صاحب قادری و مولانا محمد عباس رضوی دامت برکاتکم العالیہ الی یوم یبقعون۔
اس کتاب مبارک کی نشرواشاعت کی سعادت عاشق رسول محبّ اہل بیت جاں نثار اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مکرمی جناب الحاج محمد طفیل بھٹی مدنی صاحب کے مقدر میں رب تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اب تیسری مرتبہ کی اشاعت کرنے میں ان مخلصین ومحبین و عاشقان آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور تمام قارئین حضرات کی خدمت میں درخواست

کرونگا کہ اس نایاب کتاب کو بارسوم منظر عام پر لانے والے اور اس میں کوشش کرنے والوں کے حق میں دعا خیر لازماً یاد فرمائیں کہ ان حضرات نے پر فتن دور میں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر معجزہ اور عطا و الطاف برامت (معاندین اپنے عناد حسد وبغض میں جو مستغرق ہیں جو کہ تادم زیست ان لوگوں کو بھی نار حسد سے التوانہیں) ان حضرات نے اپنا سرمایہ کثیر خرچ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس نعلین پاک کے عنایات و فیوض وبرکات سے عوام کو مستفیض ہونے کے لیے جو قدم اٹھایا ہے رب تعالیٰ ان حضرات کے رزق و مال و جان اولاد میں برکت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ جن میں خصوصی الحاج محمد طفیل مدنی بھٹی اور جانثار و عاشق رسول جناب ڈاکٹر منیر احمد صاحب و برخوردار وحیدالدین شیخ اور محبّ رسول الحاج جناب وسیم الدین احمد شیخ قابل ذکر ہیں۔ ربِ کریم جل وعلی مجدہ کی بارگاہ میں ملتجی ہوں کہ آقاً دو عالم نور مجسم سرور انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان حضرات کو دائمی وابستگی عشق و محبت ونسبت مستحکم اور حلقہ غلامی عطا فرمائیں اور علم وعمل مال وجان میں افزوں تر ترقی و کامرانی مقدور ہو۔ بالخصوص ہمارے محسن وغمگسار سید آل رسول حضرت مکرم ومعظم سید جلال الدین پادشاہ صاحب مدظلہ جنہوں نے اس کتاب مستطاب کی تدوین کے لیے اور مقدمہ تحریر فرمانے میں بے مثال قربانی دی ہے۔

یہ کتاب مستطاب اہل ایمان و صاحب عرفان حضرات کے لیے باعث نجات و راحت وتسکین قلبی کا باعث ہے جو کہ دنیا و آخرت کا بے

اندازہ ذخیرہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق و محبت میں سرتاپا میں ایسا گم ہو جانا نصیب ہوتا ہے کہ اپنی خبر تک نہیں رہتی۔ تصور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنا حسین و جمیل ہے تصور حبیب کم نہیں وصل حبیب سے کہ اس کو (یہ سب عاجز احقرا لعباد عبدالمصطفیٰ مجد عبدالواحد قادری مدنی نقشبندی چشتی) جن الفاظ معدن علم و کان مخزن کے قالب میں پرونا چاہتا ہے اور وسعت قلب میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہے قاصر ہوں۔ بمقامے کہ نشان کف پائے مقدس تو بود۔ سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود۔ حضرت قبلہ سید جلال الدین شاہ صاحب نے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (اہل بیت سے ہیں) خصائص و معجزات اور رسول معظم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و برکات اپنے مخصوص دلکش اور اچھوتے انداز میں تحریر فرمائے ہیں کہ ہر کم پڑھا ہوا آدمی بھی اس سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ فقیر دعا گو ہے کہ مولائے کریم جل شانہ وعز برہانہ ان حضرات کو اپنی خصوصی عنایات سے بہرہ ور فرمائیں اور جملہ مسلمانانِ امت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی سعادت عطا فرمائیں

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد بجاہ النبی الحبیب الکریم الرؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم وعلی الہ و اصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جنوری ۱۹۹۴ء کی بات ہے کہ بندہ اپنے مرکز جامع رحمانیہ شادمان میں کام میں مشغول تھا تو اچانک عشاء کی نماز کے بعد علامہ غلام حیدر خادمی مدظلہ سیالکوٹ سے تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان عالم دین بھی تھے جنہیں میں جانتا نہیں تھا۔ محترم خادمی صاحب نے تعارف کرواتے ہوئے فرمایا کہ یہ قاری شاھد جمیل اویسی سربراہ جامعہ اویسیہ گوہریہ سیالکوٹ ہیں۔ ماشاء اللہ باہمت نوجوان ہیں خوب محنت سے دین کی خدمت کررہے ہیں۔ ان کے ساتھ سیالکوٹ میں نوجوانوں کا ایک خاصا حلقہ ہے۔ انہوں نے ایک تنظیم بھی قائم کررکھی ہے جس کا نام کاروانِ اویسیہ ہے۔ اس تنظیم نے سیالکوٹ میں پہلی مرتبہ دورہ تفسیر القرآن کا پروگرام تشکیل دیا ہے۔ مختلف علماءِ کرام سے رابطہ کے لیے لاہور آئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کے پاس بھی آنا ہوا ہے۔ موصوف نے بات بڑھاتے ہوئے یہ بھی کہا کہ چونکہ یہ سارا پروگرام نوجوانوں نے تشکیل دیا ہے اس لیے ان کی حوصلہ افزائی نہایت ہی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں قاری صاحب کے ساتھ آیا ہوں۔ آپ خود بھی وقت دیں اور کسی اور صاحب سے رابطہ بھی کریں۔ یہ نہایت ہی اعلیٰ اور پاکیزہ جذبہ تھا اس لیے انکار کی گنجائش ہی نہ تھی---- محترم قاری شاھد جمیل صاحب سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ حسب وعدہ ۳۱ جنوری بروز پیر سیالکوٹ حاضر ہوا۔ چونکہ میں نے دو دن لیکچر دینا تھا اس لیے رات قاری صاحب کے ہاں قیام رہا۔ ان سے مختلف موضوعات اور شخصیات پر گفتگو ہوئی۔

خواجہ گوہر الدین احمد اویسیؒ کا تذکرہ:

محترم قاری صاحب نے دورانِ گفتگو بتایا کہ ضلع گجرات میں ایک دیہات ہے۔ جس کا نام چیندڑ ہے۔ وہاں ایک ایسے بزرگ ہوئے ہیں جن کی خدمت اقدس میں علامہ عبدالغفور ہزارویؒ جیسی شخصیات حاضر ہوا کرتی تھیں۔ ان کا اسمِ گرامی خواجہ گوہر الدین احمد اویسیؒ ہے۔ انہوں نے وہاں ایک بہت بڑا دینی مدرسہ قائم کر رکھا تھا جہاں علامہ محبّ النبی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر جید علماء تعلیم دیتے تھے۔ مدرسہ میں خواجہ صاحب کی قائم کردہ ایک لائبریری بھی ہے جس میں متعدد نایاب کتب موجود ہیں۔

خواجہ صاحبؒ کے ملفوظات:

قاری صاحب نے خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے چند ملفوظات عالیہ بھی ہمیں سنائے جو نہایت ہی دلچسپ، سبق آموز اور دین کی حقیقی تعلیمات پر مبنی تھے۔ ان میں سے تبرکاً ایک قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ آپ امّی تھے۔

----- علامہ عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمتہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت اور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے حرم کعبہ میں کثرت کے ساتھ درود شریف اور حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا تذکرہ کیا اور جب ہم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو
وہاں ذکر الٰہی کثرت کے ساتھ کیا۔ ہم نے عرض کیا کہ
لوگ تو اس کا عکس کرتے ہیں آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو
فرمایا:

"یہ دونوں ذاتیں ایک دوسرے کا ذکر سن کر خوش ہوتی ہیں
اس لیے میں نے حرم کعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا تذکرہ کیا تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو اور حرمِ نبوی میں اللہ
تعالیٰ کا زیادہ ذکر کیا تاکہ محبوبِ خدا خوش ہوں۔"

میں نے جب یہ بات سنی تو تڑپ اٹھا کہ ہمارے ہاں معاملہ تو اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کے درمیان تضاد و تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کاش یہ بات امت کی سمجھ میں آجائے کہ ان دونوں کے درمیان پیار اس درجہ کا ہے کہ ایک کے ذکر پر دوسرا خوش ہوتا ہے۔

حاضری کا پروگرام:

اس رات یہ بھی پتہ چلا کہ خواجہ صاحب نے اس علاقے میں مختلف انبیا علیہم السلام کے مبارک مزارات کی بھی نشاندہی فرمائی اور وہاں مزارات بھی تعمیر کروائے کچھ لوگوں نے اعتراض اٹھایا تو آپ نے باقاعدہ ان کا شجرہ نسب بھی بیان کیا جو کتب تاریخ کے مطابق تھا۔

ہم نے قاری صاحب سے اسی نشست میں طے کرلیا کہ اگلی دفعہ دن کو کلاس سے فارغ ہوتے ہی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیں گے۔ استاذالعلماء علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی مدظلہ اور علامہ محمد عباس رضوی بھی وہاں لیکچر دینے تشریف لے جاتے تھے۔ طے یہ ہوا کہ ان کی معیت میں حاضری ہوگی۔

پروگرام کے مطابق اگلے پیر' کلاس سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد عباس رضوی' قاری شاہد جمیل' قاری محمد یونس اور راقم جیندڑ روانہ ہوئے۔ استاذی المکرّم قبلہ شرف صاحب مدظلہ مصروفیت کی وجہ سے تشریف نہ لیجا سکے۔

حضرت طانوخ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری :

راستے میں مین سے تھوڑا سا ہٹ کر بمقام چک جانی میں حضرت طانوخ علیہ السلام کا مزار ہے۔ وہاں حاضر ہوئے۔ اللہ کے نبی کے قدموں میں کھڑے ہوکر سکون واطمینان پایا۔ وہاں بھی خواجہ صاحب نے خوبصورت مسجد اور متعدد کمرے بنوائے ہوئے ہیں تاکہ حاضرین و زائرین وہاں قیام کرسکیں۔

حضرت موسیٰ حجازی علیہ السلام کا مزار مقدس چونکہ کافی دور تھا اس لیے وہاں حاضری نہ ہوسکی۔

الحاج خواجہ میاں محمد یوسف گوہر مدظلہ ' سے ملاقات :

ہم عصر کے وقت چینڈر شریف پہنچے۔ خواجہ صاحب قبلہ کی مسجد میں نماز عصر ادا کی۔ نہایت خوبصورت اور کشادہ مسجد ہے۔ مسجد کے اردگرد دونوں طرف طلبہ کے لیے کمروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ نماز کے بعد خواجہ صاحب کے پوتے اور سجادہ نشین محترم الحاج خواجہ محمد یوسف گوہر مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ نہایت ہی پرتپاک انداز میں انہوں نے ہمارا استقبال کیا۔ تھوڑی دیر ان کے ساتھ صحبت رہی جس میں انہوں نے تصنع اور بناوٹ سے بالاتر ہو کر فرمایا ہمارے پاس جو بھی آتا ہے ہم اُسے یہی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں صاحب مزار کے پاس جاؤ وہ تمہیں خالی واپس نہیں کریں گے۔

اویس وقت کی بارگاہ میں حاضری :

عشاء کے بعد سیالکوٹ میں سوال و جواب کی نشست کی وجہ سے جلد ہی واپس آنا تھا اس لیے طے یہ ہوا کہ مغرب سے پہلے پہلے حاضری دی جائے۔ ہم اویس وقت خواجہ گوہرالدین احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری کے لیے حاضر ہوئے۔ قاری محمد یونس نے نعت کے چند اشعار وہاں سنائے۔

ایک دن ہم بھی مدینے جائینگے — مصطفےٰ نظرِ کرم فرمائیں گے
کام سب بگڑے ہوئے بن جائینگے — سبز گنبد پر نظر جب جائے گی
ہم بھی اس کے سائے میں سو جائینگے — گنبد خضرا سے ٹھنڈک پائیں گے

حاضری کے وقت ساتھیوں کی جو کیفیت ہوئی وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ اسی کیفیت میں مزار سے متصل مسجد میں رب کریم کے حضور نمازِ مغرب ادا کی جس سے لطف ولذت اور ذہنی آسودگی حاصل ہوئی۔

اگرچہ لائٹ نہیں مگر لائبریری ضرور دیکھنی ہے :

جیسے ہی ہم نے نمازِ مغرب ادا کی لائٹ چلی گئی۔ واپس آئے تو شاہانہ چائے کا انتظام کردیا گیا تھا۔ محترم سجادہ نشین صاحب ہمیں چائے بھی پیش فرمارہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ صاحب مزار نے آپ کو کیا دیا ہے ؟ ہم خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق وکرم سے چونکہ بندہ اور مولانا محمد عباس رضوی صاحب کو کتب کا خوب شوق ہے اس لیے ہم نے عرض کیا کہ اگرچہ لائٹ نہیں مگر لائبریری ضرور دیکھنی ہے اس لیے آپ موم بتی یا ٹارچ کا انتظام فرمائیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا لائبریری میں کتب کافی تھیں کچھ لوگ لے گئے اور انھوں نے واپس نہیں کیں۔

ہم لائبریری میں داخل ہوئے لیکن کم روشنی کی وجہ سے تمام کتب پر نظر ڈالنا دشوار تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سامنے دیوار پر کچھ کتب کی فہرست چسپاں ہے آپ اسے دیکھ لیں وہاں سے نام آپ بتائیں ہم کوشش کرکے کتاب ڈھونڈلیں گے۔

فہرست کتب میں دو نئے نام :

ہم نے فہرست کو دیکھنا شروع کیا تو اس میں دو نام نئے سامنے آئے۔ ایک فتح المتعال، دوسرا مجموعۃ الرسائل الثمانی۔ دیر بھی ہو رہی تھی۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ دونوں کتب ہمیں دکھائیں۔ لائبریرین نے دونوں کتب ڈھونڈ نکالیں جیسے ہی کتب کو کھولا اور دیکھا تو دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مقدس کے موضوع پر تھیں۔

پہلی کتاب امام احمد بن محمد المقری المغربی المالکی کی "فتح المتعال فی مدح النعال" تھی جبکہ دوسری کتاب علامہ عبدالحئ لکھنوی کے ان آٹھ قیمتی رسائل پر مشتمل تھی۔

ا۔ التحقیق المجیب فی التثویب (اذان کے بعد جماعت کے لیے اطلاع دینا)

۲۔ افادۃ الخیرفی الاستیاك بسواك الغیر (دوسرے کی مسواک کا استعمال جائز ہے یا ناجائز)

۳۔ تدویرالفلك فی حصول الجماعۃ بالجن والملك (جن اور فرشتہ کے ساتھ جماعت کا بیان)

۴۔ جمع الغرفی رد نثرالدرر (معجزۂ شق القمر کا ثبوت)

۵۔ حسرۃ العالم بوفات مرجع العالم (اپنے والد گرامی علامہ عبدالحلیم لکھنوی کے حالات)

۶۔ تحفة الاخيارفی احياء سنة (تعریف سنت کے بارے میں)
الابرار

۷۔احكام القنطرة فی احكام البسمله (بسم اللہ سے متعلق مسائل کا بیان)

۸۔ غاية المقال فيما يتعلق بالنعال (نعل سے متعلقہ مسائل کا مجموعہ)

یہ رسالہ ۱۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے ۱۹ صفحات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مقدس کے بارے میں ہیں۔

ہمیں یہ عظیم تحفہ دیا ہے:

ان کتب کی زیارت پر دل باغ باغ ہوگیا بلاشبہ یہ تحفہ ہمارے لیے دنیا و مافیھا سے بہتر تھا۔ اس وقت ہم نے خواجہ محمد یوسف گوہر صاحب سے عرض کیا--- کہ حضرت، صاحب مزار نے ہمیں یہ عظیم تحفہ دیا ہے۔ اور اس طرف متوجہ کیا ہے کہ آپؐ کے نعلین کے سایہ رحمت میں زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو۔ قاری شاہد جمیل صاحب کا وسیلہ ہمیں حاصل تھا جس کی وجہ سے دونوں کتب ہمیں دے دی گئیں۔ حسب وعدہ دونوں کتب--- فوٹو کاپی کے بعد واپس کردی گئیں۔ اس کے بعد رابطہ اتنا مستحکم ہوا کہ قاری نے دوبارہ دونوں کتب ہمیں بھجواتے ہوئے کہا کہ جب تک ان کے تراجم آپ شائع نہیں کر لیتے کتب اپنے پاس ہی رکھیں۔

یاد رہے اس نسخہ میں متعدد جگہ پر اوراق نہیں تھے۔ حافظ محمد اشفاق جلالی اور مولانا محمد فضل حنان سعیدی استاذ جامعہ اسلامیہ لاہور

نے پنجاب یونیورسٹی کے نسخہ سے اس کمی کو پورا کردیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

دوران سفر ہم نے یہ طے کر لیا کہ "**فتح المتعال فی مدح النعال**" کا ترجمہ کر کے اسے شائع کیا جائے گا۔ اور ہم دونوں--- علامہ محمد عباس رضوی اور راقم الحروف--- اس کا ترجمہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں ہمیں کامیابی عطا فرمائی۔

کچھ ترجمہ کے بارے میں:

۱۔ مصنف نے باب اول کی تمام احادیث اپنی مکمل سند کے ساتھ بیان کی تھیں ہم نے ترجمہ میں سند کو حذف کردیا ہے۔

۲۔ مصنف عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ پایہ ادیب بھی ہیں وہ اپنے مدعا کے بیان کے لیے ایک ہی مقام پر جن مختلف الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں ان میں سے ہر لفظ کا متبادل اور مترادف تلاش کرلینا ہمارے بس کی بات نہیں اس لیے وہاں الفاظ کے لفظی ترجمہ کے بجائے مقصود و مفہوم واضح کردیا گیا ہے۔

۳۔ مصنف نے نعلین مقدس کے چھ نقوش دیے تھے ان میں سے تین جنیدڑ والے نسخہ میں محفوظ تھے تین کہیں گم ہوگئے' پنجاب یونیورسٹی والے نسخہ میں جلد ساز نے تمام کے تمام کاٹ دیے ہیں۔ دو نقوش اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے محترم محمد عمر حیات قادری امیر عالمی

دعوتِ اسلامیہ پنجاب اور محترم اشرف جلال چیف لائبریرین کے ذریعے دستیاب ہوئے۔ چھٹے نقش کی تلاش جاری ہے۔

۴۔ تیسرے باب میں مصنف نے نعلین مبارکہ پر لکھے گئے قصائد اور اپنی تضمینات جمع کی ہیں۔ ہم نے ان میں تقریباً ۱۰۰ اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔

۵۔ کتاب پر اہل علم نے بڑی تفصیلی تقاریظ تحریر کی ہیں۔ ہم نے انہیں اختصاراً ذکر کیا ہے۔

اشاعت کا انتظام :

اس عظیم کتاب کے بارے میں جب دوستوں نے سنا تو وہ نہایت ہی خوش ہوئے۔ محترم الحاج عبدالرشید فاروقی کے ذریعے محترم الحاج محمد طفیل مدنی کو جب پتہ چلا تو انہوں نے مجھے فون کیا اور پوچھا' سنا ہے آپ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے موضوع پر کتاب آئی ہے اور آپ اس کے ترجمے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں آپ نے صحیح سنا ہے تو انہوں نے اسی وقت کہہ دیا کہ یہ کتاب میں شائع کروں گا خواہ اس پر کتنا ہی خرچ کیوں نہ ہو۔ فی الفور انہوں نے فوٹوسٹیٹ کے لیے بھی ہدیہ بھیج دیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اس مبارک کتاب کی اشاعت کا ترجمہ سے پہلے ہی انتظام فرما دیا۔

ہدیہ تشکر و امتنان:

یہاں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مقدس کی خدمت کی توفیق بخشی وہاں ہم محترم خواجہ محمد یوسف گوہر اور محترم قاری محمد شاہد جمیل کے کتاب مہیا کرنے اور محترم الحاج محمد طفیل مدنی کے انتظام اشاعت پر شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائے۔ (آمین)

مفتی محمد خاں قادری

نعلین شریفین کی نسبت اور ان کے مناقب و برکات

پروردۂ نعلین ابو القاسم سید جلال الدین قادری الجیلانی جمال پادشاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الْحَمْدُ للهِ رَبِّ العالَمِيْن والصَّلوةُ والسَّلامُ عَلَى سَيِّدِ الأنبياء والمرسَلِيْن سَيِّدنَا ومَوْلانا محمدٍ صَاحبُ التَاجِ والمِعْرَاجِ والمَقَامِ المحمودِ والحَوْضِ المَوْرُوْدِ وعَلَى آلِهِ الطَّيبينَ الطَّاهرينْ، اللَّهُم صلِ على سيَّدنَا و مَوْلاَنَا محمدٍ صَاحِبُ المُعْجزَاتِ البيِّنَاتِ الذي قد أثرت قدمه في الصخر ولم تؤثر في الرمل وعَلَى وَارِثِ كَمَالِه أبي محمدٍ سَيِّدِي عَبْدِالْقَادِرِ الْجِيْلانى صَاحِب كَلامِ الالهَامِ يَقُوْل۔

وكُلُّ وَلىٍّ لَّه قَدَمٌ وَّ اِنّىْ على قَدَمِ النَّبيِّ بَدْرِ الْكَمال، ﷺ

ہر ایک ولی کے لئے ایک قدم یعنی مشرب ہے اور میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ہوں جو آسمان کمال کے بدر کامل ہیں۔

اس کم علم و بے بضاعت سے خواہش کی گئی ہے کہ ایک عظیم کتاب "فتح المتعال فی مدح النعال" کے اردو ترجمہ نعلین حضور ﷺ کا مقدمہ لکھوں۔ بقول مولانا محمد شہزاد مجددی کے:

میں جو ہوں میرے آقا جانتے ہیں نہیں ہوں وہ جو سمجھا جا رہا ہے

مجھے اپنی علمی کم مائیگی کا پورا اعتراف ہے اور ربِ علیم و قدیر سے بوسیلۂ نعلینِ

حضور ﷺ دست بہ دعا ہوں۔ اللّٰهم أنت تعلم أنّي بجهالة معروفٌ و أنت بالعلم موصوفٌ وَقَدْ وسِعَتْ كلٌ شيءٍ مِنْ جَهالَةٍ مِنْ عِلْمِكَ الوسيع اسئَلُكَ ان تَرزقني العِلم و العِرْفان برَحْمَتك يا وهّابُ يا عَلِيمْ يا قَدِيْر۔ غلامانِ رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ہے' عشاق کے لئے یہ کتاب حرز جان ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ رحمت عالمیان ﷺ کے مقام کا ادراک کلام اور حجتوں سے نہیں بلکہ عشاق واہل حال کی محبت اور بصیرت سے حاصل ہوتا ہے۔

☆ **خوش بخت مترجمین وناشرین**: اس کتاب کے مؤلف امام الجلیل احمد المقری تلمسانی متوفی جمادی الآخر ۱۰۴۱ھ ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ "فضائل نعلین حضور ﷺ" مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب و مولانا محمد عباس رضوی ابقاهما الله لخِدْمةِ الدين الحنيف ونفعنابهما وبعلومهما نے فرمایا۔ آمین

اس کتاب کی نشر و اشاعت کی سعادت محبّ سادات حاجی محمد طفیل بھٹی صاحب کے حصہ میں آئی۔ اس نایاب کتاب کے ترجمے کی پہلی اشاعت ۱۹۹۵ اور دوسری اشاعت ۱۹۹۷ میں ہوئی۔ اس کتاب کی تیسری مرتبہ اشاعت کے لئے معاونت کرنے والے تمام حضرات قابل مبارکباد ہیں جو ایسی نایاب کتاب کو منظر عام پر لا کر عشق رسول ﷺ سے قارئین کے دلوں کو منور کرنے کا سبب بنے' جن میں خصوصاً حاجی محمد طفیل بھٹی صاحب' ڈاکٹر منیر احمد صاحب' وحید الدین شیخ صاحب اور وسیم الدین احمد شیخ صاحب قابل ذکر ہیں۔ رب کریم ان حضرات کی حضور ﷺ سے وابستگی' نسبتِ غلامی' علم و عمل' مال و منال میں یوماً فیوماً ترقی عطا فرمائے۔ آمین

بمقامے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحبِ نظراں خواہد بود

تیرے سجدے سے جھکی سارے رسولوں کی جبیں
سب نے اللہ کو مانا تیری دیکھا دیکھی

نہ تھے سحر کے حسین نظارے نہ چاند سورج نہ یہ ستارے
ہیں نقش پائے نبیؐ کے قرباں اسی کی ساری یہ روشنی ہے

آپ کے نقش پا پہ ہوں قرباں آپ کی رہگزار کے صدقے

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں خراماں خراماں ارم دیکھتے ہیں

سینے پہ رکھ دو ذرا وہ کفِ پا چاند سا
دل کرو ٹھنڈا میرا تم پہ کروڑوں درود

میرے لئے یہ بڑی سعادت ہے کہ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم و دیگر انبیاء علیہم السلام کے مقدس قدموں کے فضائیل اوران سے نسبت کی برکات، نعلین پاک اور اس کی تماثیل پر چند حقائق اور روایات قارئین کو پیش کر کے عزت و شرف حاصل کروں۔ کسی کی عزت ذاتی نہیں۔ جو حضور ﷺ کو پیارا ہے، عزیز ہے جو حضور ﷺ کے ہاں مردود ہے۔ ذلیل ہے۔﴿وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ ...الخ﴾(سورہ المنافقون :۸)

جو ہو محبوب اُس در کا، وہ محبوب الٰہی ہے
جو ہو مردُود اُس در کا، وہ مردُودِ خدا ٹھہرے

قدم بوسی سے تیری خاک کو رتبہ ہوا حاصل
رہا باقی فلک کو پینا اپنے مقدر کا

نہ اس میں کچھ شرافت ہے نہ اس کی کچھ کرامت ہے
یہ صدقہ آپ کے پا کا وہ صدقہ آپ کے سر کا

☆ **حضور ﷺ کے قدموں میں حشر برپا ہوگا:** حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَا اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ۔ (بخاری شریف۔ کتاب التفسیر)

"میرے کتنے ہی نام ہیں۔ میں محمد اور احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ ساری نسلِ آدمیت میرے قدموں میں اکٹھی ہوگی۔ اور میں سب سے آخر میں آنے والا ہوں جس کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔" یہ حدیث "مسلم شریف" میں بھی ہے۔

ہو نہ تنہا روزِ محشر ساتھ ہوں محبوب داور
سر پہ ہو زہرہؓ کی چادر اور ہوں شبیرؓ و شبرؓ
عجب تماشا ہو میدان حشر میں بیدم
کہ سب ہوں پیش خدا اور میں روبرو رسول ﷺ

☆ **صاحب النعلین مبارک:** آپ کے اسماء حسنٰی میں ایک نام مبارک صاحب النعلین بھی ہے اور نعلین مبارک سے محبت آپ ﷺ سے محبت کا ایک حصہ ہے۔ نعل کا استعمال عاداتِ عرب سے ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کے پاس نعلین کا ایک جوڑا اور خف (جلد کے موزے) کے چار جوڑے تھے، کبھی نعلین کے ساتھ چلتے اور کبھی تواضعاً ننگے پاؤں چلتے، کبھی انہیں اپنے بائیں ہاتھ میں

اٹھایا کبھی آپ کے خادم صاحب سواد رسول اللہ ﷺ (پیغمبر خدا کے میر ساماں) ابن مسعودؓ جب آپ نعلین اتارتے تو انہیں اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور پہننے کے وقت حضور ﷺ کو پیش کرتے' ہمیشہ آپ ﷺ داہنے سے شروع کرتے اور بائیں سے اتارتے۔

تیرا کفش پا' یوں سنوارا کروں
کہ پلکوں سے اس کو بہارا کروں

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: جو کوئی جوتی داہنے سے پہنے کی پابندی کرے گا وہ دردِ تلی سے محفوظ رہے گا۔ ان کے علاوہ کسی بزرگ کا قول ہے: اگر کوئی سورۂ ممتحنہ لکھے اور درد تلی میں مبتلا مریض اس کا پانی پی لے تو اسے اللہ کے حکم سے شفا مل جائے۔ (سعادۃ الدارین)

☆ حنابلہ اور دیگر فقہاء اہل سنت وجماعت' قرآن پاک کے غلاف کو چومنا جائز قرار دیتے ہیں' کیونکہ اسے قرآن پاک کے اتصال کا شرف حاصل ہے' اسی طرح تماثیل نعلین پاک کو محبت اور تبرک کے طور پر بوسہ لینا باعث صد برکات وفضیلت ہے۔

وَمَاحُبُّ النَّعَالِ شَغَفْنَ قَلْبِی
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ لَبِسَ النَّعَالا

نعالِ مبارکہ کی محبت نے میرے دل کو وارفتہ نہیں کیا' بلکہ انہیں پہننے والی ہستی کی محبت نے مجھے خود رفتہ کردیا ہے۔

وہ جن کو چوم کر ذرہ بھی رشکِ ماہ و انجم ہو
انہی قدموں سے اے صلِ علیٰ وابستگی دے دو

☆ **ہر ایک عمل سرکاری ہے**: انبیاء کرام کی ہر چیز رب کی تجویز ہے۔ توان کی کسی چیز پر اعتراض رب پر اعتراض ہے جیسے سرکاری ملازم کے لباس یا یونیفارم پر اعتراض حکومت پر اعتراض ہے۔ کہ یہ چیزیں حکومت کی جانب سے چنی گئی ہیں۔ اسی لئے فقہائے کرام نے انبیاء کرام کے نعلینِ شریفین کی بھی توہین کو کفر بتلایا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے قدموں کے تصرفات' قرآن و احادیث کی روشنی میں :

☆ **قدم نبوت**: حضرت عبداللہ بن بریدہؓ سے منقول ہے کہ فرمایا: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنُ الْبَشَرِ قَدَمًا رَوَاهُ ابْنُ سَعْيدٍ۔ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک کی ظاہری شکل بہت حسین تھی۔

مفلسو! اُن کی گلی میں جا پڑو
باغِ خلد' اِکرام ہو ہی جائے گا

☆ كَانَ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ "حضور ﷺ قدم مبارک بھاری تھے"۔ (متفق علیہ) "مسلم شریف" میں ہے کہ آپ مَنْهُوْشُ الْعَقَبَيْن "آپ پتلی ایڑیوں والے تھے"۔ درحقیقت مصورِ حقیقی نے ایسی لازوال تصویر بنائی کہ جس کے کسی بھی پہلو کو ادھورا نہیں چھوڑا۔ بھاری قدم اور اس کی پتلی ایڑی بہت حسین سجائی دیتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے پائے اقدس کو یہ حسن و جمال بھی عطا فرمایا۔

دب کے زیرِ پانہ گنجائش سمانے کی رہی
بن گیا جلوہ کفِ پا کا اُبھر کر ایڑیاں

☆ **قدم پاک کا معجزہ:** حضور ﷺ کے قدم پاک کا معجزہ کہ جب وہ مکہ میں تشریف لائے۔ تو قرآن کریم نے اس خاک پاک کی قسم کھائی، جس پر وہ قدم پڑے۔﴿لا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِOوَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ﴾(سورہ البلد :۱،۲) اے محبوب ﷺ میں قسم نہیں اٹھاتا مگر اس شہر کی اور صرف اس لئے اٹھاتا ہوں کہ اس میں آپ مقیم ہیں۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا جو کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم
کھائی قرآن نے خاکِ گذر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

☆ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے "الْبَلَد" سے مراد مدینہ منورہ بھی لیا ہے۔ اس لئے کہ قسم اٹھانے کی بنیادی وجہ حضور ﷺ کا موجود ہونا ہے۔ حضور مکہ میں ہیں تو مکہ قسم اٹھانے کے قابل، حضور مدینہ طیبہ میں ہیں تو مدینہ طیبہ اس عظمت کا حامل بن جاتا ہے۔ عظمتیں تو حضور کے دم قدم سے ملتی ہیں۔ یہ دونوں مقام سرکار کی وجہ سے افضل قرار دیئے گئے۔

﴿أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً﴾(سورہ النساء : ۹۷) کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی۔

﴿لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾(سورہ النحل : ۴۱) ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ﴾(سور :الحشر : ۹) جنھوں نے اس شہر (مدینہ) میں گھر بنا لیا ایمان کے ساتھ۔

ان تینوں آیات مبارکہ میں "أَرْضُ اللّٰه"، "حَسَنَةً" اور "الدَّارَ وَالإِيمَانَ" سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ (وفاء الوفا)

☆ حضور ﷺ کے قدوم مبارک کے نقوش کو کافر نہ دیکھ سکے:

ہجرت کے وقت جب آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر نکلے، پاپیادہ تھے، کفار نے بہت تلاش کیا، آپ ﷺ کے قدم مبارک کا نشان نہ ملا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے رفیق سفر حضرت سیدنا صدیقؓ کے ساتھ غار میں تھے۔ حضرت صدیقؓ کو خدشہ ہوا کہ کہیں کفار پاؤں کے نشان سے حضور ﷺ کا پتہ نہ لگالیں، حضور ﷺ نے سیدنا صدیقؓ کو دلاسہ دلایا کہ ہم دو کے ساتھ اللہ تیسرا ہے۔ (بخاری شریف)

علامہ حافظ قسطلانی نے بھی مواہب اللدنیہ میں ثقات سے روایت کیا ہے۔ اور بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ ثابت کیا ہے اور المرنجیٰ بالقبول میں لکھا ہے کہ اصحاب سیر نے اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ کثیرًا ماکان اذا مشی علی الحجر یصیر رطبًا له حتی غاصت قدماه فیه اکثر وقت ابتداء حالت میں آپ ﷺ ننگے پاؤں پتھروں پر چلتے تھے تو پتھر آپ کے قدموں کے نیچے نرم ہو جاتے اور نشان قدم مبارک کے ہو جاتے تھے۔ امام اعظم حضرت نعمان بن ثابتؒ نے قصیدہ رحمۃ الرحمٰن میں فرمایا:

وَ كَذَاكَ لا اَثَرُ لِمَشِيكَ فِي الثَّرى

واالصَّخرُ قَدْ غَاصَتْ بِه قَدَمَاكَ

آپ ﷺ کے پاؤں کا نشان زمین پر نہ لگا اور پتھر پر پایا گیا۔

☆ قرآن کریم نے حضور ﷺ و مجاہدین کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے اڑنے والی گرد و غبار کی قسم اٹھائی ہے: ﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا O

فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا ۝ فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا﴾ (العادیات : ۱-۴) قسم ہے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی جب وہ سینہ سے آواز نکالتے ہیں۔ پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔ پھر اچانک حملہ کرتے ہیں صبح کے وقت۔ پھر اس سے گرد و غبار اڑاتے ہیں۔

حافظ ابو بکر ابن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں۔ "اقسم بمحمد صلی الله تعالی علیه و آله وسلم و قال یٰس والقرآن الحکیم و اَقْسَم بحیاته، و قال لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون واقسم بخیله و صهیلها و غبارها وقدح خوافرها النار من الحجر۔ (احکام القرآن) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات کی بھی قسم اٹھائی جیسے یٰس والقرآن الحکیم میں ہے۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کی بھی قسم اٹھائی جس طرح لعمرك الایۃ اور حضور ﷺ کے گھوڑوں کی، ان کے ہنہنانے کی، ان کی اڑائی ہوئی غبار کی اور ان کے سموں سے جو آگ نکلتی ہے اس کی بھی قسم اٹھائی۔

☆ **حضور ﷺ کے وضو کا پانی موجب شفاء تھا:** بخاری شریف کے باب الوضوء میں زید بن یزیدؓ کو ان کی خالہ بارگاہِ نبوت میں لے جا کر دعائے برکت کی خواستگوار ہوئیں۔ البسَّآئِبَ بنْ یَزِیْدَ یَقُوْلُ ذَهَبْتُ بِيْ خَالَتِی اِلَی النَّبِيِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِی وَجْعٌ فَمَسَحَ رَاْسِیْ وَدَعَالِیْ بِالْبَرْکَةِ ثُمَّ تَوَضَّاء فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئه ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِه فَنَظَرْتُ اِلَی خَاتِمِ النَّبُوَّةِ بَیْنَ کَتِفَیْه مِثْلَ زِرِّ الْحَجْلَة۔ (بخاری شریف۔ کتاب الوضوء) حضرت سائبؓ سے روایت ہے کہ میری خالہ جان مجھے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لے

جا کر عرض گزار ہوئیں: یارسول اللہ ﷺ! میرا بھانجا بیمار ہے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ پھر وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔ پھر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی زیارت کی جو کبوتروں کے انڈے جیسی تھی۔

آب وزمزم و کوثر پی کے میں نہ بھولوں گا
جو مزا ہے آقا کے پیر دھو کے پینے میں

☆ **فیضان نسبت**: جس جگہ اللہ کے بندے ہوں وہ جگہ ایسی حرمت والی ہو جاتی ہے کہ اس کی رب تعالیٰ کی قسم یاد کرتا ہے۔ طور سینا کو سیدنا موسیٰ کلیم اللہ سے نسبت ہے۔ ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِO وَطُورِ سِينِينَOوَهَذَا الْبَلَدِ الأَمِينِ﴾ (سورہ التین: ۳۔۱) قسم ہے انجیر کی زیتون کی اور طور سینا پہاڑ کی اور اس امن والے شہر کی۔

☆ **مقبولانِ بارگاہ کی بستی اور ان کی عظمت**: حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی بستی جو کعبہ معظّمہ کا شہر بہت حرمت والا اور عظمت والا ہے تو مدینۃ الرسول ﷺ کی عظمت کیا ہو گی؟ ﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾ (آل عمران: ۹۷) جو اس مکہ میں داخل ہو گیا امن والا ہو گیا' ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ﴾ (عنکبوت: ۶۷) کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرم شریف کو امن والا بنایا اور ان کے آس پاس کے لوگ لوٹ لئے جاتے ہیں کیا باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ معظّمہ کی تعمیر

کی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن ناطق ہے۔ ﴿فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ﴾ (سورہ آل عمران: ۹۷) اس (حرم کعبہ) میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں ابراہیم علیہ اسلام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبۂ مقدسہ کی تعمیر کر رہے تھے اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے **قدم پاک** کے نشان ہو گئے تھے۔ اسی کو آیت کریمہ میں مقام ابراہیم کہا گیا ہے۔ بلا شبہ یہ کھلی ہوئی نشانی ہے اور اب تک یہ موجود ہے۔ اس کے پاس آج بھی نماز و دعاء مقبول ہوتی ہے۔

طواف کرنے کو کعبہ بھی دوڑ کر آتا
عیاں جو نقش کف پائے مصطفیٰ ہوتا

☆ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں کے نشان کی بزرگی و عظمت پر رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (سورہ البقرہ: ۱۲۵) مقامِ ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ۔ جس چیز پر عمل در آمد آج بھی جاری و ساری ہے۔ یہاں اس حقیقت کا انکشاف بھی برملا ہے کہ جہاں مقام ابراہیم سجدہ گاہ بنی تو ابتداء افرنیش ہی میں۔ آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے نور کو بحکم رب تبارک و تعالیٰ، ملائکہ نے سجدۂ تعظیمی کیا جو حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک میں ضو فگن تھا۔

مقرب ہیں بے شک خلیل و نجی بھی بڑی شان والے کلیم و مسیح بھی
لئے عرش نے جن کے قدموں کے بوسے وہ امی لقب مصطفیٰ آگے ہیں

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے تھے۔ پھر اس (گناہ) کا حکم پوچھنے کے لئے ایک راہب کے پاس آیا۔ پوچھا کہ "میری توبہ قبول ہوگی کہ

ابْنُ عَبْدِ اللهِ قَلَ قَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَّمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدُ مِّنَ الأَنْبِيَآء قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَّجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طُهُوْرًا وَّاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَآئِمُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلَى قَوْمِهِ خَآصَّةً وَّبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَآفَّةً وَّاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ۔ (بخاری شریف۔ کتاب الصلوٰۃ) یزید الفقیر نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینے کی مسافت تک کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی اور زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا تاکہ میرے امتی کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہیں پڑھ لے اور میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا اور ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جب کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی ہے۔

☆ **حضور ﷺ باعثِ امنِ خلایق ہیں:** ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍO وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (سورہ الانفال: ۳۲، ۳۳) کفار جب ڈھٹائی پر اتر آئے اور کھلم کھلا چیلنج بھی دیا کہ اے خدا! اگر یہ دین اور رسول حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا کر ہمیں ہلاک کر دے۔ اس کے باوجود بھی غضب الٰہی کو حرکت نہ ہوئی اور نیست و نابود نہ کیا گیا۔ ان کا دانستہ کفر پر اصرار اس امر کا مقتضی تھا کہ ان کی خواہش کے مطابق ان پر تباہ کن عذاب نازل کیا جاتا۔

لیکن اے میرے حبیب (ﷺ)! جب تک تیرا وجود سراپا رحمت ان میں موجود ہے ان پر عذاب نہیں اترے گا۔ انت فیھم نے عدو کو بھی دامن رحمت میں لے لیا۔ اہل دنیا کی بدعملیوں کی سزا موقوف بروقت دیگر ہے۔ پچھلے وقتوں کے مانند سور، بندر وغیرہ نہیں کئے جاتے۔ اگرچہ کیسے ہی سزاوار ہوں لیکن عذاب مسخ سے محفوظ ہیں۔ تاکہ حیات دنیا سے متمتع ہولیں۔ میں نے تیرے سر پر رحمۃ للعالمینی کا تاج رکھا ہوا ہے۔ تیرے سایہ رحمت میں کفار اور عصیاں شعار سب کیلئے پناہ ہے۔ (روح المعانی) پس آیت مذکورہ سے ظاہر ہے کہ آپ کے وجود باجود کے طفیل دنیا سے عذاب مسخ اٹھالیا گیا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو بظاہر موت ہوئی اور آپ کا جسد مبارک دنیا میں مدفون ہوا تاکہ قیامت تک باعث امن خلائق ہو، ورنہ آپ کو موت نہیں بلکہ آسمان پر اٹھالیا جانا تھا۔ کیونکہ آپ جامع فضائل انبیاء ہیں جن میں حضرت ادریس و حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی ہیں جن کو آسمانوں میں زندہ اٹھالیا گیا۔ ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ (۴/۱۵۸) بلکہ اللہ نے اسے (عیسیٰ علیہ السلام) اپنی طرف اٹھالیا۔ ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ (۱۹/۵۷) اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں تیرے ایسے غلام موجود ہیں جو ہر وقت میری بارگاہ اقدس میں سرِ نیاز خم کر کے طلب مغفرت کر رہے ہیں۔ کیا شان ہے اللہ کے محبوب کی اور کیا عزت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے نیکوکار بندوں کی کہ ان کی برکت سے کافر اور نافرمان بھی عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔

☆ **سیدھا راستہ**: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کے نقش قدم کو ہی سیدھا راستہ قرار دیا۔ چنانچہ نماز کی ہر رکعت میں اس آیت کی تکرار ہوتی ہے۔ ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (سورہ الفاتحہ: ۵،۶)

☆ **اللہ تعالیٰ کی نشانیاں :** ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (سورہ البقرہ : ۱۵۸) بیشک صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیاں ہیں۔ اللہ کے محبوب بندے جن راہوں سے گزر جاتے ہیں وہ راہیں بھی مقدس و متبرک ہو جاتی ہیں۔ صفاء و مروہ پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑی تھیں۔ ان کے پائے مبارک کی برکت سے ان پہاڑیوں کی درمیانی زمین بھی ایسی برکت والی ہو گئی کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والے اس کا بھی طواف کرنے لگے اور اس نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑیوں کو اپنی نشانیاں قرار دیا' حالانکہ یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی نشانیاں ہیں۔ اور اللہ نے ان نشانیوں کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا۔ ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (سورہ حج : ۳۲) جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری ہے۔

☆ **ایوب علیہ السلام کے قدموں کے تصرفات :** حضرت ایوب علیہ السلام نے جب زمین پر پاؤں مارا تو پانی نکلا۔

﴿ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾ (سورہ ص : ۴۲)

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو جو پانی بہہ کر اس سے چشمہ نکلے گا اس کا پانی کچھ پی لو اور اس کے کچھ حصہ سے غسل کر لو۔ جس سے اندرونی بیرونی بیماریوں کی شفا ہو گی۔

☆ **قبولیت توبہ کی شرط :** جب بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے گزرو اور گناہ کی معافی چاہو۔ بیت المقدس نبیوں کی بستی ہے۔ اس کی تعظیم کرائی گئی کہ سجدہ کرتے ہوئے جاؤ اور وہاں جا کر توبہ کرو۔ ﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ

الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ﴾ (سورہ البقرہ : ۵۸) اور یاد کرو جب ہم نے کہا کہ گزرو تم اس بستی میں پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک خوب کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور نیکی والوں کو اور زیادہ دیں گے۔

☆ حضرت عمرو بن عبد نہم اسلمی رضی اللہ عنہ حدیبیہ میں حضورِ اکرم ﷺ کو راستہ بتاتے جاتے تھے۔ یہ ثنیۃ الحنظل پر جاکر ٹھہر گئے۔ اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ثنیہ کی مثال اس دروازے کی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ اس دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے گذرو۔ چنانچہ جو شخص آج راتوں رات اس ثنیہ سے باہر نکل جائے گا' اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

☆ **سلیمان علیہ السلام کا واقعہ :** ﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ﴾ (سورہ سبا : ۱۴) پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا' جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی۔ اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ وفات بیان فرمایا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ آپ جنات سے مسجد بیت المقدس کی تعمیر کروا رہے تھے۔ ابھی تعمیر کا کچھ کام باقی تھا کہ آپ کا وقت آپہنچا۔ ملک الموت نے روح قبض کرنے کی آپ سے اجازت مانگی۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کوئی عذر نہیں۔ صرف مسجد کی تعمیر باقی ہے۔ جو کہ میرے والد ماجد حضرت سیدنا داود علیہ السلام کی دیرینہ آرزو ہے۔ میری وفات

کے بعد جنات سب بھاگ جائیں گے۔ اور کام باقی رہ جائے گا۔ رب نے فرمایا کہ آپ بے فکر رہیں ہم مسجد کی تکمیل کرالیں گے۔ چنانچہ حکم ہوا کہ آپ لاٹھی کی ٹیک پر کھڑے ہو کر نماز کی نیت باندھ دیں۔ چنانچہ آپ نے اس پر عمل کیا۔ اسی حالت میں آپ کی جان نکال لی گئی۔ آپ لاٹھی کے سہارے بعد وصال اسی طرح ایک سال کھڑے رہے۔ جنات آپ کو زندہ سمجھ کر مسجد کی تعمیر میں لگے رہے۔ جب لاٹھی کی جڑ دیمک نے کھالی۔ لاٹھی گری۔ جس کی وجہ سے آپ کا جسم شریف بھی زمین پر آرہا۔ پیغمبر کے جسم کو ان کے وصال کے بعد کیڑا نہیں کھاتا۔ دیمک نے آپ کی لاٹھی کھائی۔ مگر آپ کا قدم شریف جو وہیں تھا نہ کھایا۔ وہ پہچانتی تھی کہ نبی کا قدم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار إلی دار۔ اللہ کے نبی اور ولی مرے نہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہوئے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

☆ ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کی ہے: اِنَّ اللهَ حَرَّمَ علَی الارضِ اَنْ تأکُلَ اجسادَ الاَنْبِیَآء۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کھائے۔

☆ بیہقی نے ابو العالیہ سے روایت کی ہے: اِنَّ لُحُوْمَ الاَنْبیاء لاتُبْلِیْها الارض ولا تأکُلها السِّباع۔ بلا شبہ زمین انبیاء کرام کے گوشت (و پوست) گلا نہیں سکتی اور نہ ہی درندے اسے کھا سکتے ہیں۔

☆ **اللہ کی اونٹنی**: حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو اللہ تعالیٰ نے ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی سورۃ اعراف: ۷۳) فرمایا اور اس کو ایذا دینے والی قوم ثمود کو جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے۔ تباہ و برباد کر دیا۔

☆ **خاکپائے مقربین کا کمال** :اہل ایمان تو ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں بعض مرتبہ کافروں نے بھی مقربین کے قدموں کی دھول سے فیض اٹھایا ہے جس واقعہ کو قرآن کریم نے نقل فرمایا ہے۔ سامری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کی ٹاپوں سے مس ہونے والی مٹی کو لے کر بے جان سونے کے بنائے گئے بچھڑے میں ڈالا جس سے بچھڑے میں حرکت پیدا ہو گئی۔

﴿قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا﴾ (طٰہ :۹۶)اس نے جواب دیا کہ مجھے وہ چیز دکھائی دی جو انہیں دکھائی نہیں دی، تو میں نے (سامری) فرستادۂ الٰہی (جبرئیل) کے زیر قدم سے مٹھی بھر مٹی لی اسے اس میں ڈال دیا۔

تفاسیر میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرعون کے آگے آگے جارہے تھے جہاں ان کے گھوڑے کے سم پڑتے سبزہ اُگ آتا، سامری سمجھ گیا کہ اس مٹی میں حیات بخشی کی تاثیر ہے اس نے ایک مٹھی مٹی لی اور چاندی سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی وہ بولنے لگا۔

جس گھوڑے کو جبرئیل علیہ السلام نے مس کیا، اس گھوڑے کے مس کرنے سے زمین میں جان آئی اور مٹی کے مس ہونے سے بچھڑے میں جان آئی۔

☆ **عیسٰی علیہ السلام کا معجزہ** : حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی ٹھوکر سے مردوں کو قُم باذن اللہ کہہ کر زندہ فرمایا کرتے تھے۔﴿وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (آل عمران :۴۹)

☆ **چاہ زمزم** :انبیاء ومرسلین علیہم السلام وصالحین اور مقربین کے قدموں کی بڑی برکات ہیں ، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جب اپنی ایڑیاں زمین پر

رگڑیں تو چاہِ زمزم کے ظہور کا سبب ہوا۔

☆ **جبل اُحد کا وجدان و جنبش :** ایک بار حضورِ انور ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا فاروقِ اعظم اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے جلو میں کوہِ اُحد پر تشریف لے گئے۔ کوہِ اُحد جنبش کرنے لگا تو رحمتِ کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے **اپنے پائے ناز سے اس کو ٹھوکر ماری** اور ارشاد فرمایا۔ اُسْکُنْ یَا اُحَدُ فَلَیس عَلَیْكَ اِلاَّ نَبِیٌّ وَصَدِّیْقٌ وَشَهِیْدَانِ۔ فرمایا، ٹھہر جا، کیونکہ تیرے اوپر ایک نبیؐ، ایک صدیق اور دو شہید رونق افروز ہیں۔ (بخاری شریف، جلد ا، صفحہ ۵۲۳۔ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

☆ **ماؤں کے قدموں کی عظمت :** حدیث شریف میں ہے کہ "الجنّة تحت أقدَام الامهَات۔ **جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔**" حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ رسول اکرم ﷺ کو بِابِي أنت و أُمي (میرے ماں باپ آپ پر قربان) سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے نعلین پر ہمارے ماں باپ اور ہزار جنتیں قربان۔

زمانہ وہیں سر جھکاتا ہے محسن
جہاں میرے آقا کا نقش قدم ہے

☆ **عشاق کی عظمت :** عاشق رسول ﷺ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے بلالؓ میں نے جنت میں میرے

آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی۔ (بخاری شریف)

مجھے اپنی زیست پہ ناز ہے کہ قدم قدم پہ تو ساتھ ہے
تیر ہر کرم تیری ہر نظر میری زندگی کی بہار ہے

☆ **جبل احد حضور ﷺ کا محبوب**: ساری عبادات کا بدلہ جنت۔ مگر عشق پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ حضور ﷺ کی محبوبیت ہے۔ فرمایا کہ اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہ۔ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے تو ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور جو حضور کا محبوب ہوگا۔ وہ رب کا محبوب بن گیا۔ رب نے فرمایا ہے: ﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾ (آل عمران: ۳۱) میری پیروی کرو تم اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

☆ **قیصر روم کی تمنا**: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ یہ حدیث مبارک بہت طویل ہے ابو سفیان بن حرب (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) تجارت کی غرض سے شام گئے تو وہاں انہیں قیصر روم نے مدعو کیا اور حضور ﷺ کے نسب، دعویٰ نبوت، متبعین، تعلیمات اور کردار وغیرہ کے بارے میں ابو سفیان سے سوالات کئے، مطلوبہ جوابات حاصل کرنے کے بعد قیصر روم نے حضور ﷺ کی ان تمام صفات عالیہ کی تصدیق کی اور نبوت کی نشانیاں قرار دیں، پھر کہا:

فَاِنْ کَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَسَیَمْلِکُ مَوْضِعَ قَدَمَیَّ هَاتَیْنِ وَقَدْ کُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ اَکُنْ اَظُنُّ اَنَّهُ مِنْکُمْ فَلَوْ اَنِّیْ اَعْلَمُ اَنِّیْ اَخْلُصُ اِلَیْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَائَهٗ وَلَوْ کُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ قَدَمَیْهِ۔

"اگر تو سچ کہتا ہے تو عنقریب وہ نبی اس جگہ (تخت قیصر) کا مالک ہو جائے گا۔ مجھے سابقہ کتابوں سے علم ہوا کہ وہ ظاہر ہونے والا ہے۔ البتہ یہ علم نہ تھا کہ وہ تم میں

سے ہوگا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں اس نبی تک پہنچ سکتا ہوں تو ضرور پہنچتا۔ اگر میں آپ کے پاس ہوتا تو آپ کے مبارک پاؤں دھوتا (یعنی خدمت کرتا)"۔(بخاری شریف۔ کتاب الوحی)

رکھ دیئے سرکار کے قدموں پہ سلطانوں نے سر
سرورِ کون و مکاں کی سادگی اچھی لگی

☆ **خوش رفتار و پر وقار انداز رسول ﷺ** : حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پاک کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ :حَتّٰی یُھَرْوِلُ الرَّجُلُ وَرَاْہُ فَلَمْ یَدْرِکْہُ۔ اگر کوئی شخص دوڑ کر بھی یہ چاہے کہ آپ تک پہنچ جائے تو نہ پہنچ سکتا تھا۔(حجۃ اللہ البالغۃ ص ۶۹۷)

☆ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہ دیکھا۔ حضور ﷺ محبوبِ کبریا جب چلتے تو قدم پاک کو قوت اور وقار اور تواضع سے اٹھاتے جیسا کہ اہل ہمت و شجاعت کا طریقہ ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :مَا رَأَیْتُ اَحْدًا اَسْرَعُ فِیْ مَشْیِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَہ لَنُجْھَدُ اَنْفُسَنَا وَ اِنَّہُ لَغَیْرُ مُکْتَرِثٍ۔ زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی ہے ہم کوشش کے باوجود آپ تک نہ پہنچ سکتے تھے۔(شمائل ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم کوشش کے باوجود حضور ﷺ تک نہ پہنچ سکتے تھے گویا سرکار ﷺ کے نورانی قدم ایسے تھے کہ ان کی بھی کوئی برابری نہ کر سکتا تھا۔ یہ تو قدمِ نبوی کی رفتار ہے زمین پر'ان کی رفتار عرش پر دیکھو جہاں جبریل امین جیسے بلند پرواز عرض کرتے ہیں :مَا لَنَا اِلاَّ وَلَہ مُقَامٌ مَّعْلُوْمٌ لَوْدَنَوْتُ اَنْمِلَۃً لا حترَقْتُ۔ حضور ﷺ یہاں سے آگے نہیں جا سکتا

سرکار تھوڑا سا بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں۔

اگر یک سر موئے برتر' برم
فروغ تجلی بسوزد پرم

جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہی تو ہو

جہاں شہباز سدرہ کی رفتار ختم ہو' سید الملائکہ کے بازو درماندہ ہو جائیں وہاں سے رفتارِ قدم پاکِ مصطفیٰ ﷺ شروع ہو۔ جس کو صوفیہ کرام طئِ مکان سے تعبیر فرماتے ہیں۔ یہ رفتار تو عادت کے مطابق تھی اور خرق عادت کے طور پر چلے تو جبرئیل علیہ السلام' رفرف اور ارواحِ انبیاء بھی ساتھ نہ دے سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اچھا اے جبرئیل! هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ۔ تیری کوئی حاجت ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ سَلِ اللهَ اَنْ اَبْسُطَ جِنَاحِيْ عَلَى الصِّرَاطِ لِاُمَّتِكَ حَتّٰى يَجُوْزُوا عَلَيْهِ۔ یعنی اللہ سے میرے لئے سوال کیجئے کہ قیامت کے روز آپ کی امت کے لئے میں پل صراط پر اپنے پر بچھا دوں۔ تاکہ آپ کی امت آسانی سے اوپر سے گزر جائے۔ (مواہب لدنیہ ص ۲۹ جلد ۲)

تیری عظمت کی جھلک دیکھ کر معراج کی رات
کب سے جبرئیل کی خواہش ہے بشر ہو جائے

☆ **حضور ﷺ کی مبارک ایڑیوں اور پائے اقدس کے برکات:**

حضور ﷺ کی مبارک ایڑیوں کے تصرفات میں سے ایک ادنیٰ تصرف یہ ہے کہ مقام ذوالمجاز پر حضرت ابو طالب کو پیاس لگی انہوں نے حضور ﷺ سے تشنگی کی شکایت کی حضور ﷺ نے یہ سن کر زمین پر ایڑی مبارک لگائی زمین سے

چشمہ پھوٹ پڑا۔ فَاِذَا اَنَا بمَاء لَم ارقَبْلَه وَلاَ بَعْدَه۔ میری آنکھوں نے اس سے قبل اور نہ بعد ایسا چشمہ نہ دیکھا تھا۔ حضرت ابو طالبؓ نے سیر ہو کر پانی پیا پھر حضور ﷺ نے اپنی ایڑی مبارک مار کر چشمہ بند کر دیا۔ (خصائص کبریٰ)

☆ امام مسلم حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو حضور ﷺ نے طلب فرمایا۔ وہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کی سرکار ﷺ! میری اونٹنی نے مجھے تھکا دیا ہے یعنی بہت سست ہے۔ حَزَبَهَا بِرِجْلِه قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِه لَقَدْ رَأيتُ تَسْبِقُ الْقَائِدَ۔ آپ نے پائے اقدس سے ٹھوکر لگا دی ابوہریرہؓ کہتے ہیں مجھے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے حضور ﷺ کے قدم پاک کی برکت سے وہ اونٹنی ایسی تیز ہو گئی کہ سب پر سبقت لے جاتی۔

☆ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم سخت بیمار ہو گئے یہاں تک کہ اپنی زندگی سے ناامید ہو گئے، حضور ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا: فَضَرَبَه بِرِجْلِه وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَافِه وَاشْفِه۔ آپ نے ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا الٰہی ان کو عافیت عطا فرما۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہ الکریم فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد سے مجھے اس مرض کی کبھی شکایت نہ ہوئی۔

☆ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ما بَيْنَ بَيتِیْ و مِنْبَرِی رَوضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّه۔ میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ (بخاری شریف جلد ۱، صفحہ ۱۵۸، ۲۵۳) چونکہ آپ کی آمد و رفت مسجد مدینہ منورہ میں زیادہ تھی بہ نسبت دوسرے مقامات میں آمد و رفت کے، تو اس کا مرتبہ اسی وجہ سے اتنا بلند ہو گیا کہ اس میں ایک نماز کا اجر و ثواب پچاس ہزار نماز

کے برابر ہو گیا۔ بلکہ ایک روایت میں تو یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حرم مدنی میں ایک نماز کا ثواب ایک حج کے برابر ہے۔ اور چونکہ بہ نسبت مسجد شریف کے آپ کی آمد و رفت اپنے دولت کدہ اور منبر شریف کے درمیان زیادہ تھی لہٰذا وہ بقعہ مبارکہ بمضمہا روضہ من ریاض الجنۃ یعنی جنت کے باغات میں سے ایک باغ بن گیا۔ اِذَا مَرَرْتُمْ برِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا۔جب تم ریاض الجنہ سے گذرو، تو وہاں سے کچھ کھالو، یعنی نفل وغیرہ پڑھیں۔

جب سے قدم پڑے ہیں رسالت مآب کے
جنت سے بڑھ گیا ہے مدینہ حضورؐ کا

☆ حضرت ابو ہریرہ و حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کَانَ اِذَا مَشٰی فِی الصَّخْرَةِ غَاصَتْ قَدَمُهٗ فِیْهِ۔ (بیہقی۔ ابن عساکر) کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب پتھروں پر چلتے تو آپ کے پاؤں مبارک کے نشان ان پر لگ جاتے۔ (یعنی وہ آپ کے پاؤں کے نیچے نرم ہو جاتے تاکہ چلنے میں سہولت ہو۔) حضرت علامہ امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ جب کبھی ننگے پاؤں پتھر پر چلتے تو پتھر آپ کے مبارک قدموں کے نیچے نرم ہو جاتے اور ان میں نشان پڑ جاتا۔ چنانچہ ان پتھروں کو تبرکاً محفوظ کیا گیا جو کہ اب بھی مصر، بیت المقدس، سعودی عرب اور دوسرے ممالک میں موجود ہیں۔ وَالنَّاسُ یَتَبَرَّکُوْن وَیزورون ویعظمون الخ۔ اور وہ لوگ ان سے برکت حاصل کرتے اور ان کی زیارت کرتے ہیں اور ان کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ الخ (نسیم الریاض وغیرہ)

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں چڑھے دیکھ کر تلوا تیرا

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ چوروں یا دشمنوں کے خوف سے اہل مدینہ گھبرا اٹھے۔ حضور ﷺ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو سست رفتار تھا۔ آپ جب (حالات کا جائزہ لے کر) واپس آئے تو فرمایا: ہم نے اس گھوڑے کو دریا پایا (یعنی کشادہ قدم اور برق رفتار) پھر وہ گھوڑا ایسا تیز رفتار ہوا کہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔" ایک روایت یہ ہے کہ اس دن کے بعد کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ (بخاری شریف و مشکوٰۃ)

☆ وحشی درندے بھی حضور ﷺ کے غلاموں کے قدموں میں جھک جاتے ہیں: حضرت سفینہؓ سرزمین روم میں لشکر سے بچھڑ گئے، تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ جنگل سے شیر نمودار ہوا، آپ نے بے ساختہ فرمایا: یَآ اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ (ابونعیم الا صبہانی، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ بیروت جلد اول، ص ۳۶۹) یہ سننا تھا کہ شیر قدموں پر جھک گیا اور آپ کی رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ لشکر سے مل گئے۔

☆ واقعہ معراج:

تبارک اللہ شان تیری تجھ ہی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے!

معراج کی رات جبرئیل امین نے حضور ﷺ کے تلوؤں کو اپنے چہرے سے مس کر کے بیدار فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش پر جب تشریف لے گئے تو اپنے نعلین کو اتارنے کا قصد کیا جس پر رب تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حبیب اپنے نعلین کے ساتھ عرش پر چلے آئیں۔ حضور ﷺ نے رب تبارک و تعالیٰ سے فرمایا کہ الٰہ العالمین حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی﴾ (سورہ طٰہٰ: ۱۲) اے موسیٰ

(علیہ السلام) اپنی جوتیوں کو اتار دیں کہ آپ وادیٔ مقدس میں ہیں، میں کیسے جرأت کروں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدبیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تم کہاں موسیٰ کہاں، وہ اور تھے تم اور ہو
بات کل کی بھولتے ہو خود چراغ طور ہو
تم پہ صدقے یوسف و یعقوب بلکہ ہر نبی
وہ فقط عاشق تھے تم عاشق بھی ہو معشوق بھی ہو

علامہ یوسف اسمٰعیل نبہانیؒ جواہر البحار میں فرماتے ہیں کہ :

علی راس هذا لكون نعل مح
مدٍ علت فجميع الخلق تحت ظلاله

حبیب پاک کے نعلین پاک ساری مخلوق کے سروں پر بلند ہو گئے اور سبھی ان کے سایہ میں آرام کرنے والے ہیں۔

للدى الطور موسى نودى اخلع و
احمد على العرش لم يوذن بخلع نعاله

موسیٰ علیہ السلام کو طور کے قریب جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا جبکہ احمد مجتبیٰ ﷺ کو سر عرش بھی یہ رخصت نہ ملی۔

سر عرش مورے آقاؐ کے قدم اس کے نیچے سب لوح و قلم
نعلینِ مقدس کے صدقے جگ چین سے موج اڑاوت ہے

☆ **خواجہ خضر علیہ السلام** : امت مصطفیٰ ﷺ کے ایک ولی کامل حضرت خضر علیہ السلام کو خضر اس لئے کہتے ہیں کہ جس جگہ وہ قدم پاک رکھتے ہیں۔

اس جگہ سبزی آجاتی ہے۔ خضر بمعنی سبز۔ ان کے قدم پاک میں یہ حیات ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور صلحاء امت کا حضور ﷺ کے قدموں و نقوش پائے اقدس سے حصول برکت کے چند واقعات :

☆ **شیخین کی وصیت :** خلیفۂ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال کے وقت وصیت کی کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کے پاس بلکہ آپ کے قدموں کے پاس دفن کیا جائے۔ اسی طرح خلیفۂ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باصرار یہی وصیت فرمائی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ انہوں نے زخمی ہونے کے بعد اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو مرتبہ اجازت مانگی کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کے قریب دفن کیا جائے۔

تلاشِ نقش کفِ پائے مصطفیٰ ﷺ کی قسم
چنے ہیں آنکھوں سے ذرّات خاکِ کوئے رسول ﷺ

☆ **حضرت عمارہؓ کی تمنا :** عمارہ بن زیاد بن سکنؓ جنگ احد میں زخمی ہونے کے بعد گھسٹتے ہوئے حضور ﷺ کے قدموں تک پہنچے اور ان قدموں میں جان دینے کی تمنا پوری کرلی۔

☆ **حضور اکرم ﷺ کے نعل مبارک سے برکت حاصل کرنا :** اس حدیث پاک سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے منسوب ہر چیز کا احترام صحابہ کرامؓ کا جزو ایمان تھا حتیٰ کہ وہ نعل سے بھی برکت حاصل کرتے تھے۔ حَدَّثَنَا عِیْسَی ابْنُ طَھْمَانُ قَالَ: اَخْرَجَ اَلَیْنَا اَنسُ نَعْلَیْنِ جَرْدَاوَیْنِ لَھُمَا قِبَالان فَحَدَّثَنِی ثَابِتُ الْبَنَانِي بَعْدُ عَنْ أَنَس: إِنَّھُمَا نَعْلَا النَّبِي ﷺ۔ (صحیح البخاری، ۱ : ۴۳۸، کتاب الجهاد، ابواب الخمس باب ماذکر ورع النبی ﷺ، رقم حدیث : ۲۹۴۵) حضرت عیسیٰ بن طھمانؒ

سے روایت ہے کہ حضرت انسؓ نے انہیں دو پرانے جوتے دکھائے جن میں سے ہر ایک میں دو دو تسمے تھے ثابت البنانی نے حضرت انسؓ کے بعد بتایا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے **نعلین مبارک تھے۔**

☆ **اصحابِ کہف** : حصول برکت کے لئے مسلمانوں نے اصحابِ کہف کے غار پر مسجد بنائی۔ ﴿قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾ (سورہ کہف :۲۱) اور جو اس معاملہ پر غالب آئے وہ بولے کہ **ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔**

جبیں اپنی ندرت دمکنے لگی
سجایا جو نقش قدم آپ ؐ کا

☆ **ریاض الجنہ** : حضورِ اقدس ﷺ کے وصال کے بعد اس متبرک جگہ کی تعظیم کو بر قرار رکھنے کی غرض سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضورِ انور ﷺ کی جائے نماز میں **قدمین شریفین** کی جگہ کے سوا باقی جگہ پر دیوار بنا دی تھی تاکہ آپ کے سجدہ کی جگہ لوگوں کے قدموں سے محفوظ رہے۔ بعد میں ترکوں نے بھی اس دیوار کی حد تک محراب بنوادی۔ چنانچہ اب اگر کوئی آدمی مصلیٰ نبی ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اس کا سجدہ حضورِ اقدس ﷺ کے قدموں کی جگہ پڑتا ہے۔ (عالمگیری کتاب الحج، ص ۱۶۵۷)

محاصل میرا دیر ہے نہ حرم ہے
میری سجدہ گاہ تیرا نقش قدم ہے

☆ **منبر رسول ﷺ** : حضور اقدس ﷺ کا منبر مبارک تین زینہ والا تھا۔ تیسرے درجہ پر بیٹھتے تھے اور دوسرے زینہ پر پاؤں مبارک رکھتے تھے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ جب خلیفہ ہوئے تو جہاں رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کے **پاؤں**

مبارک ہوتے تھے یعنی دوسرے زینہ پر بیٹھتے اور پہلے زینہ پر پاؤں رکھتے تھے۔
ان کے بعد جب سیدنا عمرؓ خلیفۃ المسلمین ہوئے تو آپ سیدنا ابو بکرؓ کے پاؤں والی جگہ (پہلے زینہ پر) بیٹھتے اور پاؤں زمین پر رکھتے۔ سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کا دور آیا تو چھ سال تک تو سیدنا عمر فاروقؓ کے نشست گاہ کو اختیار فرمایا۔ یعنی پہلے درجہ میں بیٹھتے اور زمین پر پاؤں رکھتے رہے۔ مگر چھ سال بعد اس پوزیشن کو بدل دیا اور تیسرے زینے پر حضور انور ﷺ کی نشست کو اختیار کر لیا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ پہلی اور دوسری سیڑھی پر بیٹھنے سے تو کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ یہ شیخین کی برابری کا دعویٰ کر رہا ہے لیکن ذاتِ اقدس تو دعوائے مساوات اور برابری سے ارفع و اعلیٰ ہے لہٰذا آپ کے بیٹھنے کی جگہ کو اختیار کرتا ہوں۔ (وفاء الوفاء جلد ۱، ص ۲۸۲- جذب القلوب ص ۱۰۰) ۵۰ھ میں مروان بن الحکم نے معمار کو بلایا اور چھ درجے زائد بنوا کر ان کے اوپر منبر شریف کو رکھ دیا اس طرح نو زینے بن گئے۔ اور آج اتنے ہی درجے ہیں۔ پھر ان میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد ۱۶۱ھ میں خلیفہ مہدی نے بھی ارادہ کیا کہ اسی قدر اور زیادہ کر دوں مگر امام مالکؒ کے منع کرنے سے وہ اپنے ارادہ سے باز آ گیا۔ (عمدۃ القاری، جلد ۶، ص ۲۱۶- وفاء الوفاء جلد ۱، ص ۲۸۲، ۲۸۳- جذب القلوب ص ۱۰۰- فتح الباری جلد ۲، ص ۳۱۸)

☆ لوگ برکت حاصل کرنے کے لئے منبر کو ہاتھ لگاتے کہ یہ حضور کی نشست گاہ تھی۔ (وفاء الوفاء) حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "جس نے میرے منبر کے قریب جھوٹی قسم اٹھائی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے"۔ یہ بھی فرمایا کہ "جس نے میرے منبر کے قریب جھوٹی قسم اٹھائی اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت"۔ (خلاصۃ الوفاء) "قیامت میں منبر کو ایسے اٹھایا جائے گا جیسے دوسری مخلوق"۔ (خلاصۃ الوفاء)

☆ **حضور ﷺ کے قیام کی برکتیں** : بخاری شریف میں ایک خاص باب ہے۔ "باب المسلجد فی طریق مکة" (ان مساجد کا بیان جو مکہ کے راستے میں ہیں۔) اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل تفصیل سے مذکور ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں حضور ﷺ نے جہاں جہاں پڑاؤ کیا تھا۔ وہ تلاش کر کے انہیں جگہوں میں قیام کرتے۔

انہیں وادیوں سے ہو کر، کوئی رہنما گیا تھا
اسے کہکشاں نہ کہئے، یہ غبارِ کارواں ہے

☆ حضور انور ﷺ نے مکہ معظّمہ اور تبوک سے مدینہ منورہ جاتے وقت جہاں جہاں قیام فرمایا وہاں مسجدیں بنادی گئیں۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲، صفحہ ۵۹۵)

☆ حضرت عتبان بن مالک انصاری خزرجی کا بیان ہے کہ میری بصارت جاتی رہی۔ میں نے ایک شخص کو بھیج کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ قدم رنجہ فرمائیں اور میرے مکان میں نماز پڑھیں۔ تاکہ میں آپ کی جائے نماز کو مسجد مقرر کرلوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ مع اصحاب تشریف لائے اور آپ نے میرے مکان میں نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم - کتاب الایمان)

کامؔل بروز حشر میرے سجدہائے شوق
محسوس ہوں گے آقا کے نقشِ قدم کے ساتھ

☆ **آقا علیہ السلام کی دست بوسی و قدم بوسی** : صفوان بن عسال سے روایت کردہ حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودیوں نے بھی حضور ﷺ کے قدموں کے بوسے لئے اور آپ کی حقانیت کو تسلیم کیا۔ غیر بھی ادب سے ہاتھ مبارک اور قدمین شریفین چومتے تھے۔ امتی پر تو دل و جان سے بوسہ لینا باعث صد افتخار و فضیلت ہے۔

عَنْ صَفْوَانَ بنْ عَسَّالِ قَالَ: يَهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهِ اِذْهَبْ بنَا اِلَى هٰذَا النَّبِيِّ فَقَالَ صَاحِبُهُ: لَا تَقُلْ نَبِيٌّ اِنَّهُ لَوْسَمِعَكَ كَانَ لَهُ اَرْبَعَةُ اَعْيُنٍ، فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَسَاَلَهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ لَهُمْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَاكُلُوْا الرِّبٰوا وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصَنَةً وَلَا تَوَلَّوْا الْفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُوْدَ اَنْ لَا تَعْتَدُوْا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلُوْا يَدَهُ وَرِجْلَهُ فَقَالَا: نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ۔ (سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی قبلۃ الید والرجل، ۵ :۷۷، رقم :۲۷۳۳) حضرت صفوان بن عسال فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا ہمیں اس نبی ﷺ کے پاس لے چلواس نے کہا نبی نہ کہواس نے سن لیا تو (خوشی سے) اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ پھر وہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے نو واضح نشانیاں دریافت کیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، چوری اور زنانہ کرو، جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو، کسی بے گناہ کو حاکم کے سامنے قتل کرانے نہ لے جاؤ۔ جادونہ کرو، سود نہ کھاؤ، کسی پاکدامنہ کو زنا کا الزام نہ دو۔ لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو، خصوصاً اے یہودیو! تمہارے لئے لازمی ہے کہ ہفتے کے دن کی حد سے تجاوز نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک چومے اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نبی ہیں۔

☆ حضرت زراعؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک وفد کی صورت میں مدینہ شریف آئے۔ فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَرِجْلَه (مشکوٰۃ شریف) تو ہم نے حضور انور ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ حضور انور ﷺ کے پروانے ان ہی

قدم مبارک کو بوسہ دے کر سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔

☆ **حضرت طلحہ بن براءؓ کا عمل:** حضرت طلحہ بن براءؓ جب حضور ﷺ سے ملے تو وہ آپ ﷺ سے چمٹے جاتے تھے اور آپ ﷺ کے پیروں کو چومتے جاتے تھے۔ پھر عرض کہ کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے حکم کریں میں کسی بات میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

جو سر کہ جھکا ہے قدموں پر' اس سر کا مقدر کیا کہنا
جس ہاتھ میں ان کا دامن ہے اس ہاتھ کی قسمت کیا کہئے

☆ عَنْ اُمِّ اَبَانَ بِنْتِ الْوَازِعِ بْنِ زَارِعٍ عَنْ جَدِّهَا زَارِعٍ وَكَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ: قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَحِلَنَا فَنُقَبِّلَ یَدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهُ وَانْتَظَرَ الْمُنْذِرُ الاَشَجُّ حَتَی اَتَی عَیْبَتَهُ فَلَبِسَ ثُوْبَیْهِ، ثُمَّ اَتَی النَّبِیِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (سنن ابی داؤد' کتاب الادب باب فی قبلۃ الجسد' ۴: ۳۵۷' رقم حدیث: ۵۲۲۵) اُم ابان بنت وازع نے اپنے دادا حضرت زارع سے روایت کی ہے جو عبدالقیس کے وفد میں شامل تھے انہوں نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو تیزی سے اپنی سواریوں سے اتر کر سرکار دوعالم ﷺ کے دست مبارک اور قدم مبارک کو چومنے لگے مگر منذر الاشج رکے رہے' یہاں تک کہ اپنی گٹھری سے دو کپڑے نکالے انہیں پہن کر پھر سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔

☆ حضرت کردم نے حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کی زیارت کی تو آپ ﷺ کے قدم چوم لئے اور آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا' اور آپ کی باتیں سنتے رہے۔

(سنن ابی داود، کتاب النکاح باب تزویج من لم یولد)

☆ **عالم یا صالح کی دست بوسی و قدم بوسی** : فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی عالم یا صالح کی قدم بوسی کرنا چاہے تو عالم یا صالح کو چاہیئے کہ اپنے پاؤں پھیلا دے۔ چنانچہ معدن الجواہر مصنفہ حضرت مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ میں مرقوم ہے اور اس مسئلہ کی اصل مذکورہ احادیث ایک یہ جو ابوداود نے باب ماجاء فی قبلۃ الجسد میں زارع سے روایت کیا ہے......الخ۔ دوسرے یہ جو ترمذی نے عفوان بن عسال سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے اپنے کسی دوست سے کہا چل......الخ۔ اور تیسرے نسیم الریاض میں بزار نے بریدہؓ سے روایت کیا کہ ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے معجزہ طلب کیا آپ ﷺ نے فرمایا کسی درخت کو جسے تیرا جی چاہے کہہ دے کہ تجھے رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں۔ اس نے ایک درخت کو کہا وہ فوراً زمین کو چیرتا اور اپنی جڑیں گھسیٹتا آپؐ کے سامنے آکھڑا ہوا اور کہا السلام علیک یارسول اللہ ﷺ۔ اعرابی نے عرض کیا کہ اسے اپنی جگہ پر لوٹا دیجئے آپ ﷺ نے حکم دیا وہ بدستور اپنی جگہ پر جاکر قائم ہوا۔ وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ اور عرض کیا اجازت ہو تو میں آپ ﷺ کو سجدہ کروں، آپ نے فرمایا سجدہ غیر اللہ کو حرام ہے اگر جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ اس نے عرض کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے ہاتھ پاؤں چوموں۔ آپ نے اجازت دی اس نے ہاتھ اور پاؤں آپ ﷺ کے چومے۔

☆ حضور ﷺ کے قدموں اور جوتیوں کی عظمت اور محبت عاشقوں کا شیوہ رہی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضور کی جوتیوں کو اپنے آستینوں میں

رکھا کرتے تھے۔ ان کے پاس نعلِ اقدس، کنگھی، سرمہ دانی اور وضو کا برتن ہوا کرتا تھا۔ جیسے کہ امام بخاری وغیرہ نے بیان کیا ہے، کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ جب آرام فرماتے تو وہ آپ کو بیدار کرتے، جب غسل فرماتے تو وہ پردہ کرتے، جب باہر جانے کا ارادہ فرماتے تو وہ نعلِ مبارک پیش کرتے، جب اندر جانے لگتے تو وہ نعلِ مبارک اتارتے، عصا اور مسواک اٹھائے رہتے۔ (طبقات بن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعود)

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقش کف پا تیرا

اے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ نے ہمیں محبت کا یہ سبق دیا ہے کہ فقط اتباع ہی سب کچھ نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ محبت بھی ضروری ہے، کیونکہ بعض اوقات خوف یا طمع کی بناء پر محبت و عقیدت سے عاری شخص بھی پیروی کرتا ہے۔ (اور اس کا کچھ اعتبار نہیں) اے اللہ! ہمیں محبت سے سرشار آقائے نعمت ﷺ کا پیروکار بنا۔

☆ "شرف النبی ﷺ" میں ہے، انصار کا ایک غلام بچہ حضور ﷺ کے جوتے اٹھاتا، اپنے کپڑے سے صاف کر کے پہناتا تھا۔ استفسار پر اس نے کہا، میں نے دل میں سوچا کہ اس طرح آپ مجھ سے خوش ہوں گے۔ حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ خدایا! اس بچے نے میری خوشنودی کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے، تو اسے دنیا و آخرت میں خوش رکھ۔

☆ حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے روتے ہوئے حجرہ نبویہ کی دہلیز پر اپنے رخسار ملے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے روضہ اقدس کی خاکِ پاک سے برکت حاصل کی۔

خاتون جنت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تَرْبَةَ اَحْمَدَ

اَلاَّ يَشُمَّ مُدَى الزَّمَان غَوَالِيَا

جس نے ایک مرتبہ بھی خاکِ پائے احمد مجتبیٰ ﷺ سونگھ لی تعجب کیا ہے اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔

☆ **درد کا درماں:** حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے پیر میں تکلیف تھی آپ نے اپنی تکلیف کی نجات کے لئے "یا محمد ﷺ" پکارا اور پیر درست ہو گیا۔

اسم اعظم کی نہاں ہوتی ہے تاثیر اس میں

بارہا دیکھ لیا نام تمہارا لے کر

آپ اکثر و بیشتر منبر رسول ﷺ پر ادب سے ہاتھ رکھ کر اپنے چہرے پر ملتے تھے۔ آپ کا یہ عمل نقوش نعلین حضور ﷺ سے حصول برکت اور نسبت کی وابستگی کا اظہار کرتا ہے۔ (شفا شریف، قاضی عیاض)

☆ **تبع اول حمیری کا خط حضور ﷺ کے نام:** حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل تبع اول حمیری اس شہر سے گزرا اور اہل یثرب سے شدید جنگ کی۔ وہ اس کو برباد کرنے پر تلا ہوا تھا۔ علمائے یہود نے اسے کہا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہے۔ ہم سب اس رحمتوں والے نبی محتشم کا انتظار کر رہے ہیں۔ شاید اس کی زیارت ہو جائے یا یہ تو ضرور ہو گا کہ اس کے قدموں کا غبار ہماری قبروں پر پڑے۔

ہاتھ آئے اگر خاک تیرے نقش قدم کی

سر پر رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

بس یہ بھی ہمارے لئے کافی ہے۔ حمیری متاثر ہوا اور اس نے حضور کے نام ایک خط لکھا اور بڑے یہودی عالم کو دیا کہ یہ خط ان کے حضور پیش کیا جائے۔ چنانچہ ایک ہزار سال بعد اس یہودی عالم کی نسل میں حضرت سیدنا ایوب انصاریؓ پیدا ہوئے۔ جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی تو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے وہ خط کو دیا وہ خط کچھ یوں تھا:

"تبع اول حمیری کی طرف سے نبی آخر الزماں ﷺ کی خدمت میں عرض ہے کہ میں آپ اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں۔ میں آپ کے دین پر ہوں۔ آپ کے رب پر اور جو اس کی طرف سے نازل ہوگا سب پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر میں آپ کا زمانہ پالوں تو بہتر ورنہ قیامت میں میری شفاعت فرمانا۔ بھول نہ جانا کہ میں آپ کا پہلا امتی ہوں"۔ (وفاء الوفاء' جذب القلوب' تاریخ ابن عساکر) حضور ﷺ نے یہ خط پڑھا اور خوش ہو کر فرمایا: مَرْحَبَا بِالتُّبعِ مَرْحَبَا۔ آپ کی آمد سے تقریباً ایک ہزار پچاس سال (۱۰۵۰) قبل یہودیوں کے اعتقاد کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت آپ کی راہوں مین آنکھیں بچھائے انتظار کرتے رہتے۔ آپ کے توسل سے دعائیں مانگتے اور التجائیں کرتے کہ ہمیں آپ کا دیدار نصیب ہو جائے۔

☆ **حضرت امام مالکؒ کا عمل** : امام دار الہجرہ امام مالکؒ زندگی بھر شہر مدینہ کے گلی کوچوں میں بغیر سواری ننگے پاؤں اور عام راستوں سے ہٹ کر چلا کرتے۔ اس احتیاط کی بناء پر کہ پاؤں کہیں حضور سرور کائنات ﷺ کے نقوش پا پر نہ پڑ جائیں۔

کس طرح پاؤں رکھے یہاں صاحب بصیرت
آنکھیں بچھی ہوئی ہیں ہر جا تیری گلی میں

☆ **احوال امت** : روایت ہے کہ امت کے احوال واعمال حضور ﷺ کو پیش کئے جاتے ہیں' چنانچہ سید تنا رابعہ بصریہؒ روزانہ شب کو پانچ سو نفل پڑھ کر فرماتی تھیں کہ میں جنت کے لئے یہ نماز نہیں پڑھتی بلکہ صرف اس لئے کہ میرے آقا و مولیٰ شافعِ روزِ جزا ﷺ قیامت میں مجھ سے راضی ہو جائیں۔ **جنت تو حضور ﷺ کے نعلین کے صدقہ میں لے لوں گی۔**

قرآن اور احادیث کے نتیجہ خیز واقعات سے استنباط و تطبیق :

قرآن کی متذکرہ آیات اور احادیث جو میں نے پیش کی ہیں۔ یہ قصے اور کہانی نہیں بلکہ نتیجہ خیز واقعات ہیں اور اس کی روشنی میں نقوش و عکوس نعلین حضور ﷺ کی عظمت کو دلنشین کرنا چاہیئے۔

☆ **انبیاء علیہ السلام کے پاؤں کا دھوون** : ایوب علیہ السلام کے ایڑیوں سے نکلا ہوا پانی ظاہری باطنی بیماریوں سے شفا دے سکتا ہے۔

☆ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑی کی رگڑ سے پیدا ہونے والا پانی آب زمزم تا قیامت بیماریوں کے لئے شفا ہو سکتا ہے تو جناب سید الانبیاء کے تبرکات اور نقوش نعلین کیوں دافع البلاء نہیں ہو سکتے؟ ان کے مدینہ کی خاک بھی شفا ہے کیوں کہ یہ کبھی ان مبارک تلوؤں سے لگی ہو گی۔ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ تُرَابُ الْمَدِيْنَةِ شِفَاءٌ۔ مدینہ کی مٹی باعث شفاء ہے اور اس کا سبب صرف یہی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام اپنے مقدس و مبارک قدموں کے ساتھ اس پر چلتے پھرتے تھے۔

☆ **صفاء و مروہ** : صفاء و مروہ کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ ان پر حضرت ہاجرہؓ کے مقدس پاؤں پڑے جس کی وجہ سے وہ اللہ کی نشانی بن گئے' تو اگر حالت

اضطرار میں جہاں اس محبوب بندی کے قدم پڑے وہ اللہ کے دین کی نشانی ہیں تو جہاں حبیب المحبوب ﷺ اور محبوبانِ بارگاہ کے قدم پڑے وہ یقیناً متبرک و مقدس مقامات ہوں گے۔

☆ **ساری امتوں میں امت محمدی ﷺ خیر امت** : امت محمدیؐ علیہ صاحب صلوٰۃ والسلام کو اللہ پاک نے خیر امت کے لقب سے نوازا ہے۔ خیر امةِ اخرجت للناس آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے امت محمدی خیر امت بنی ہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام فضیلت کلی کے حامل ہیں۔ مقام ابراہیم علیہ السلام امت کیلئے سجدہ گاہ بنی۔ جبکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مقابلے میں فضیلت جزوی کے حامل ہیں۔ تو حضور افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پائے اقدس اور نقوش پا کا مقام کیا ہوگا ؟ اس کا ادراک تو صرف عُرفاء اور عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ ہی کو حاصل ہے۔

آپ ﷺ کے رب نے دیا، آپ ﷺ کو فضل کلی
وہ دیا تم کو جو، اوروں کو خدا نے نہ دیا

☆ محبوب خدا ﷺ کے دم قدم سے برکتوں اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ حضور، آنِ واحد میں مردہ تنوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور آج بھی اس مسیحائی کا پورا پورا اختیار رکھتے ہیں۔ کوئی زمانہ آپ کے فیض و کرم اور جود و عطا سے خالی نہیں۔ آپ کے پائے اقدس سے اونٹ، گھوڑے اور دیگر جانوروں کی تقدیریں پلٹ جاتی ہیں تو انسانوں کی بگڑی تقدیریں کیوں نہ بدلیں گیں ؟

☆ **تابوت سکینہ اور اس کا وسیلہ** : رب کریم نے بنی اسرائیل کی استعانت و امداد تابوت سکینہ کے وسیلے سے کی جانے والی دعاؤں کی بناء پر فرمائی۔

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ

مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(بقرہ :۲۴۸)

ان سے ان کے نبی (شمویل علیہ السلام) نے فرمایا ان (طالوت) کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئے جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ وہارون کے چھوڑے تبرکات ہیں' فرشتے اسے اٹھا کر لائیں گے بیشک اس میں تمہارے لئے (عظیم) نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اس تابوت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے حضرت موسیٰ کا عصا ان کی نعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہ تھا۔ بنی اسرائیل جس لڑائی میں اس تابوت کو آگے کرتے اس کی برکتوں سے دشمنوں پر فتح یاب ہوتے اور جس مراد کے لئے اس کا وسیلہ لاتے وہ مراد بر آتی۔

تابوت سکینہ جب بنی اسرائیل کے دعاؤں کی اجابت کا وسیلہ ہے تو عکوس و نقوش نعلین ﷺ سے بڑھ کر کون سا مقبول وسیلہ ہو سکتا ہے؟

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا' وہر چہ می خواہی تمنا کن

اگر دنیا و آخرت کی خیریت و عافیت کی تم خواہش رکھتے ہو تو دربار مصطفیٰ ﷺ میں' خواہ جسمانی یا روحانی حیثیت سے حاضر خدمت ہو جاؤ اور دلی تمنا ظاہر کرو۔

☆ **اہل اللہ کے قدموں پر دنیا کی جبین سائی** : روایت ہے کہ دنیا دنیٰ نہایت حسین و جمیل عورت کی شکل میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم کے حضور بصد انکار کے باوجود حاضر خدمت ہوئی۔ دنیا کی پیشانی اور ایڑیوں پر گھٹوں کے نمایاں نشان تھے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم کے استفسار پر دنیا نے

بتلایا کہ اہل اللہ کے آستانوں اور قدموں کی جبین سائی کرتے کرتے میری پیشانی پر گھٹے آگئے اور طالبان دنیا کو ایڑیوں سے مار مار کر چھٹکارا حاصل کرتے ہوئے ایڑیوں پر گھٹے نمودار ہو گئے۔ اس واقعہ سے اہل اللہ کے قدموں کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

سلف صالحین سے منقول نعلین پاک کے مجرب فوائد:

نعل پاک کی تصویر ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے سے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے' جیسا کہ علامہ احمد مقریؒ نے اپنی کتاب "فتح المتعال فی مدح النعال" میں ذکر کیا ہے ان کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں 'ان خواص میں سے یعنی نعل پاک کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ - جسے بعض ائمہ نے تجربہ کے بعد فرمایا ہے - جو آدمی ہمیشہ اپنے ساتھ نعل پاک کی تصویر رکھے گا مخلوق میں اسے مکمل مقبولیت حاصل ہو گی اور اسے نبی ﷺ کی زیارت بیداری میں یا خواب میں ضرور نصیب ہو گی۔

علامہ قسطلانیؒ نے مواہب میں اور علامہ مقریؒ نے "فتح المتعال" میں علماء سے نقل کیا ہے: جو شخص بغرض تبرک نعلین پاک کے عکس اپنے پاس رکھے گا وہ ڈاکوؤں کے حملہ اور عداوت کی شدت و غلبہ سے مامون ہو گا اور سرکش شیطان اور ہر حاسد کی نظر بد سے محفوظ ہو گا' اور جو حاملہ عورت اپنے داہنے ہاتھ میں اسے باندھے اللہ تعالیٰ کی طاقت و قوت سے دردِ زہ کی شدت سے محفوظ ہو اور بسہولت پیدائش ہو' جادو اور نظر بد سے حفاظت کے لئے بھی مجرب ہے' جو شخص پابندی کے ساتھ اسے اپنے ساتھ رکھے مخلوق میں اس کی بات سنی جائے۔ حضور ﷺ کے مزار اقدس کی زیارت اسے نصیب ہو اور خود حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو۔ جس لشکر میں ہو اسے فتح و نصرت ملے۔

جس قافلہ میں ہو غارت گری سے محفوظ رہے۔ جس کشتی یا جہاز میں ہو غرق و تباہی سے محفوظ رہے۔ جس گھر میں ہو آگ نہ لگے۔ جس اثاث و قیمتی سامان میں ہو وہ چوری نہ ہو۔ صاحب نعل ﷺ سے جس مقصد کے لئے وسیلہ لیا جائے وہ مقصد پورا ہو۔ (سعادۃ الدارین۔ علامہ نبہانی)

☆ علامہ یوسف اسمٰعیل نبہانیؒ نے سعادۃ الدارین میں نعلین مبارک کے تعلق سے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں جو کہ اردو ترجمہ کے ساتھ پیش خدمت ہیں :

اِنّي خَدَمْتُ مِثَالَ نَعْلِ الْمُصْطَفٰی

لا عیشَ فِي الدَّارَیْنِ تحتَ ظلالِها

سَعِدَ ابنُ مَسْعُوْدٍ بِخِدْمَةِ نَعْلِه

وَانَا السَّعِیْدُ بِخِدْمَتی لِمِثَالِها

میں یہ نعل مصطفٰی ﷺ کی تصویر کا خادم ہوں۔ اس کے سایہ تلے دارین میں رہنے کی سعادت کا متمنی ہوں۔

ابن مسعودؓ کو نعل مبارک کی خدمت کی سعادت ملی اور میں نعلین مبارک کے عکس کی خدمت سے بہرہ ور ہوں۔

مثالٌ حکَی نعلاً لاَ فْضَلِ مَرْسَلِ

تَمَنَّتْ مقامُ التُّربِ مِنْهُ الفرَاقِدُ

ضرَائرُهَا السبعُ السمٰوات کلُّهَا

غیارَی وتیجانُ الملوك حوَاسد

افضل الرسل کے نعل مبارک کی یہ تصویر ہے جس خاک پر یہ پڑتے ہیں اس خاک کے مقام کی آرزو ستارے کیا کرتے ہیں۔

ان ستاروں کی سوکنیں ساتوں آسمان بھی اس خاک کی عظمت پر رشک کرتے ہیں اور بادشاہوں کے تاج جس پر حسد کیا کرتے ہیں۔

مثلٌ لِنَعْلِ المُصْطَفَى ماله مثلٌ
روحی بِهِ راحٌ لِعَيْنِى بِهِ كُحل
فَأكْرِمْ بِهِ تِمثَالُ نَعْلِ كَرِيمةٍ
لَهَا كلُّ رأسٍ ولـوانه رِجـل

نعل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال نہیں وہ بے مثل ہے اسی سے میری روح کو راحت ہے اور اسی سے میری آنکھوں کا سرمہ ہے۔

نعل مبارک کی تصویر کتنی باعظمت ہے جس کے لئے ہر سر کی آرزو ہے کہ کاش وہ پاؤں ہوتا۔

وَلَمَا رَأيتُ الدَّهْرَ قَدْ حَارَبَ الْوَرَى
جَعَلْتُ لِنَفْسِى نَعْلَ سَيِّده حِصْنًا
تَحَصَّنْتُ مِنْهُ فِي بَدِيْعٍ مثالها
بسُوْرٍ مَنِيْعٍ نِلْتُ فِي ظِلِّهِ الأَمْنا

میں نے زمانہ کو جنگجو پایا تو نعل مبارک کو اپنے لئے قلعہ بنالیا۔

میں نے اپنا تحفظ ایسی محفوظ جگہ میں کرلیا ہے جو بے مثال ہے اور ایسی مستحکم شہر پناہ ہے جس کے سایہ میں امن ہی امن ہے۔

☆ اَسْئَلُ اللهَ الْكَرِيْمَ مُتَوَسِّلاً إِلَيْهِ بِوَجَاهَةِ لِمِثَالِ نَعْلِ نَبِيِّهِ وَ قَدَمِ النَّبِيِّ الْعَظِيْمِ اَنْ يَمُنَّ عَلَيْنَا بِنَزْرَةٍ مِنْ اِقْبَالِهِ وَبَسْطَةٍ مِنْ اَفْضَالِهِ وَاَنْ يَجْعَلَ عَمَلَنَا خَالِصًا لِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سَبَبًا لِلْفَوْزِ

لَدَيْهِ بِجَنَّاتِ النَّعِيْمِ وَ نَحْظَى بِنَضَارَةِ الْوَجْهِ بِالنَّظَرِ اِلَى وَجْهِ الْكَرِيْمِ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهْدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ، وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَاَهْلَ بَيْتِهِ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔

میں اللہ کریم سے دعا کرتا ہوں اس کے نبی عظیم کے نعلین مبارک کی وجاہت اور پائے اقدس کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے کہ ہمیں ان کے التفات و اقبال سے بہرہ ور فرمائے اور ان کے جود و افضال سے حظ وافر عطا فرمائے۔ اور یہ کہ ہمارے عمل کو خالص اپنی ذات اقدس کے لئے بنائے۔ اور اپنے ہاں جنات النعیم کے حصول کا سبب بنائے۔ اور ہمیں (ان حضرات کی معیت میں) اپنے دیدار ذات سے بہرہ ور کر کے ہمارے چہروں کو تازگی بخشے جن پر اس کا انعام ہے یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین اور صلوٰۃ و سلام بھیجے اللہ تعالیٰ سیدنا محمد ﷺ اور ان کے آل و اصحاب' ازواج و ذریت اور اہل بیت کرام پر جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کرتے رہیں اور پردہ غفلت میں پڑے ہوئے اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

☆ **مولانا جلال الدین رومیؒ کا نسخہ کیمیا:** حق تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لئے مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

قال را بگزار و مرد حال شو   پیش مرد کاملے پامال شو

یعنی قیل و قال چھوڑو اور کسی مرد کامل کی وابستگی سے صاحب حال بن جاؤ۔

☆ **حضرت ذوالنون مصریؒ کا ادب اور حصول برکت:** حضرت ذوالنون مصریؒ حج کو جاتے ہوئے میدان قادسیہ سے گزرے جہاں صحابہ

کرامؓ اور عیسائیوں کی مشہور لڑائی جنگِ قادسیہ ہوئی' اچانک اونٹ سے کود کر ریت پر لوٹتے ہوئے وہ مقدس میدان طے کیا اور پوری احتیاط یہ رکھی کہ صحابہء کرامؓ کے قدموں پر قدم نہ لگنے پائیں۔ اور فرمایا کہ کچھ عرصے قبل سپہ سالار اسلام (سیف اللہ المسلول) حضرت خالد ابن ولیدؓ کے گھوڑے اس مقام پر دوڑے ہیں ان گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو انوار نکلے ہیں وہ آج تک ان ذرّوں میں جگمگا رہے ہیں میں' ان ریت کے ذرّوں پر حصولِ برکت کے لئے لوٹ رہا ہوں۔

☆ **کامل اتباعِ سنت اور نعمتوں کا اظہار** : قدموں کی وابستگی بڑی چیز ہے۔ چنانچہ سیدی عبدالقادر جیلانیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ لا وجود عبدالقادر بل هذا وجود جدی۔ یہ عبدالقادر کا وجود نہیں ہے بلکہ میرے جد کا وجود با جود ہے۔ جب وہ محبوبیت کی منزل پہ پہنچے تو ارشاد باری تعالیٰ کے حکم کے مطابق ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (سورہ الضحیٰ :11) اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو فضل و کرم فرمائے اس کا ذکر اور اس کا اظہار بھی شکر ہے۔ التحدث بنعم الله و الاعتراف بها شكرٌ۔ (قرطبیؒ) تب آپ نے فرمایا:

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَّه قَدَمٌ وَّ اِنِّيْ　　　　عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر لکھتے ہیں : حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ولی کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے اور میں حضور کے نقش قدم پر ہوں جو کمالاتِ صوری اور معنوی کے کامل ہیں۔

جو نقش قدم پر چلتے ہیں منزل پہ پہنچتے جاتے ہیں

جو ان کو بھلائے بیٹھے ہیں گمراہ بتائے جاتے ہیں

حق تعالیٰ نے حضرت شیخ سیدی عبدالقادر جیلانیؒ کو شان عظیم ،کمالات بزرگ، کراماتِ وافر اور نفس مطمئنہ عطا فرمایا تھا۔ تمام خلقت بالاتفاق آپ کے کمالات کی قائل ہے۔ آپ مرتبہ محبوبیت پر فائز ہیں اور اسی حال میں آپ نے فرمایا: قَدَمِي هٰذِهٖ عَلٰى رَقْبَةِ كُلِّ وَلِي الله۔ آپ کا یہ ارشاد کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

اَنَا الْحَسَنِیُّ والمُخْدَعْ مَقَامِیْ

وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَال

میں حضرت امام حسن کی اولاد سے ہوں اور میرا مرتبہ مخدع (خاص مقام ہے۔) اور میرے قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہیں۔

جن کی منبر ہوئی گردنِ اولیاء

اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

فمن انکر علی ماھؤلاءالرجال فی مثل ھذہ المقال فکانهٗ انکر ھذہ الایۃ۔ الکریمۃ ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ من الله ذی الجلال۔ جو شخص مقربانِ حق کے ان ارشادات کا انکار کرتا ہے اور زبانِ طعن دراز کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی اس آیت کا انکار کرتا ہے۔ (مظہری)

☆ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے حضور سیدی غوث اعظمؓ کی خاک پا کے بارے میں فرمایا:

خاکپائے تو بود روشنی اہل نظر　　　دیدہ را بخش ضیاء حضرت غوث الثقلین

اولیاءاللہ کے نعلین کے کرامات وتصرفات کے دوواقعات :

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ : مازالَ العبدُ یتقرَّبُ اِلیَّ بالنوافل حتّٰی اَحِبَبْتُه فَاِذا اَحْبَبْتُهُ کُنتُ سمعَه الذی یسمع به وبصرَه الذی یُبصِرُ به ویدَه اللتی یَبطِش بها ورِجلَه اللتی یَمشِیْ بها. بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب سے قریب تر ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ (بخاری شریف)

☆ شیخ عمر بزازؒ نے فرمایا کہ حضور غوث اعظمؓ نے فرمایا کہ جو پریشانی میں مجھ سے مدد طلب کرتا ہے میں اس کی پریشانی کو دور کرتا ہوں اور جو شدت کے وقت مجھے پکارتا ہے میں اس کو شدت سے نجات دیتا ہوں۔ شیخ ابو عمرو صدیقی اور شیخ ابو محمد عبدالحق نے فرمایا کہ ایک مرتبہ منگل کے دن ۳ صفر کو ہم حضرت کی خدمت میں مدرسہ میں حاضر ہوئے۔ ایک پُر جلال بلند نعرہ لگایا۔ اور نعلین چوبی جو آپ پہنے ہوئے تھے' ان میں سے ایک نعل مبارک ہوا میں پھینکی وہ نعل مبارک ہوا میں جاکر غائب ہوئی پھر دوسری نعل بھی ہوا میں پھینک دی' وہ بھی ہوا میں غائب ہوگئی' اور خود آنحضرت بیٹھ گئے' کسی کو سوال کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ۲۳ دن کے بعد بلاد عجم سے ایک قافلہ آیا' اس نے کہا ہم کو حضرت کی نذر پیش کرنی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے ایک من ریشم اور ریشمی کپڑے اور سونا قبول کرلو۔ پھر ان لوگوں نے حضرت کی نعلین مبارک لاکر رکھ دی۔ حضرت نے پوچھا تم کو یہ نعلین کہاں ملیں۔ عرض کیا منگل ۳ صفر ہم راستہ

میں تھے' اچانک ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور قافلہ میں لوٹ مار شروع کر دی۔ بعض کو قتل کر دیا۔ مال و متاع لے کر واپس چلے گئے۔ کسی وادی میں پہنچ کر مال تقسیم کرنے کیلئے اترے۔ ہم نے دل میں سوچا کہ اس وقت ہم حضرت شیخ غوث اعظمؒ کو یاد کریں۔ فوراً ہم نے حضرت کے لئے نذر مانی۔

سرکار کہ بندے کا بس جی ہی بھر آنا ہے
آنکھوں کی نمی بس ہے تحریک عنایت کو

پھر ہم نے دو نعروں کی آواز سنی جس کی ہیبت سے تمام وادی گونج اٹھی۔ پھر دیکھا کہ پریشان اور عاجزانہ دو ڈاکو ہماری طرف آئے۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید ڈاکوؤں کا دوسرا گروہ ہمیں لوٹنے آرہا ہے۔ ہم نے آپس میں یہ طے کیا کہ لاؤ سب مال جمع کریں اور دیکھیں کہ اب کیا مصیبت ہم پر آتی ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور یہ دونوں جوتیاں پانی میں تر ان کے قریب پڑی ہیں انہوں نے ہمارا سب مال واپس کیا اور کہنے لگے کہ یہ کوئی بڑا معاملہ ہے۔ (سفینۃ الاولیاء)

میرے پیر کی حمایت میرے ساتھ ہے تو بس ہے
میری ٹھوکروں میں منزل میرا ہر بھنور کنارا

☆ حضرت سرکار نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی محفل میں ایک اہل غرض آیا اور استدعا کی کہ میری لڑکی کی شادی ہے آپ کچھ مرحمت فرمائیں۔ حضور محبوب الٰہیؒ نے تھوڑی دیر توقف فرمانے کے بعد سائل سے کہا کہ میری ان جوتیوں کو اس جانب لے جاؤ۔ جہاں سے قافلہ آرہا ہے۔ سائل حضرت محبوب الٰہیؒ کی جوتیوں کو لے کر قافلے والے راستے پر چل پڑا۔ قافلہ میں عاشق زار' مرید

صادق، حضرت امیر خسروؒ بڑے اضطراب میں ہیں کہ مرشد کی بو آرہی ہے۔

جو سر در جانب مئے خانہ راہِ کرد ام پیدا
بہ نقش پائے ساقی سجدہ گاہِ کرد ام پیدا
نہ قید کفر ودین گر دیدہ ام آزاد تا قبلہ
بہ سمت آستانے کج کلاہِ کرد ام پیدا

جب یہ سائل قافلہ امیر خسروؒ کے قریب پہنچا تو حضرت امیر خسروؒ نے فرمایا کہ کیا تم آستانۂ محبوب الٰہیؒ سے تشریف لا رہے ہو؟ سائل نے کہا ہاں۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کیا حضرت امیر خسروؒ نے سائل سے فرمایا کیا محبوب الٰہی کی جوتیوں کو مجھے فروخت کرو گے؟ سائل نے کہا ان مستعملہ جوتیوں کی کیا قیمت ہو گی۔ جو کچھ بھی دینا ہے دے دو۔ حضرت امیر خسروؒ نے اپنے پیر و مرشد کی جوتیوں کو اپنے سارے سامانِ قافلہ کے عوض خرید کر انتہائی انبساط و سرور میں جھومتے ہوئے حضرت محبوب الٰہیؒ کے کاشانۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے حضرت امیر خسروؒ سے استفسار فرمایا کہ ان جوتیوں کو کتنے میں خریدا ہے۔ حضرت امیر خسروؒ نے فرمایا کہ اس کی قیمت کیا ہو سکتی تھی کہ میں ادا کر سکتا۔ جو کچھ مال میرے پاس تھا اس کو دے کر میں نے یہ جوتیاں خریدی ہیں حضرت نظامؒ نے فرمایا ”ارزاں خرید ست خسروؒ“ یعنی خسروؒ نے جوتیوں کو سستا خریدا۔

دعا ہے کہ رب کریم حضور اقدس ﷺ کے نعلین اقدس کے طفیل۔ اس پروردۂ نعلین، ننگِ اسلاف، مؤلف کتاب، **مترجمین** کتاب، ناشرین اور جمیع قارئین و سامعینِ کتاب کو آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے نعلین پاک سے وابستگی کو قوی سے قوی تر فرمائے اور اس کتاب میں تحریر کردہ معجزات و برکاتِ نعلین

کے فیوضات سے سر فراز فرمائے۔

آخر میں دعا ہے کہ رب العالمین اس ناخلف کے اسلاف و والدین جلالۃ العلم حضرت علامہ سید شاہ حبیب اللہ قادری الجیلانی (رشید پادشاہ) و حضرۃ سیدہ احمد صاحبزادی خیر النساء رحمۃ اللہ علیہما کی ارواح کو میری اس کاوش کا اجر و ثواب مرحمت فرمائے، جن کی تربیت و سرپرستی میں جذبہ جاں نثاری و حسن عقیدت ہماری گھٹی میں پڑی۔ رَبَّنَا اغْفِرلِيَ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابَ۔ آمین بجاہ حبیب الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اللّٰهم إنا نَسئَلُكَ التوبَة الكَامِلَة و المَغْفِرَة الشَامله والمحبَةَ الجَامعة والرُوْح الصَافِية والمَعْرِفَة الوَاسعَة والانوار السَاطعة والشَّفَاعَة القَائِمَة والحُجَّةُ البَالِغَةُ، والدَرجَةَ العَالِيَة، وفك وثاقنا من المَعَاصي والهمنا من نعمة مواهب المنة۔

خاکپائے اہل اللہ

ابو القاسم سید جلال الدین قادری الجیلانی

جمال پادشاہ

۱۰/ صفر ۱۴۲۱ھ

۱۴/ مئی ۲۰۰۰ء

Address:
793 Dulles Rd. Apt A
Des Plaines IL 60016 (U.S.A)
WEBSITE:WWW.HABIBIA.COM
E-mail:
SJQuadri@yahoo.com
SJQuadri@hotmail.com
Phone/Fax:1-847-690-1948

نوٹ: اس تحقیقی مقالہ کا عربی و انگریزی ترجمہ انشاء اللہ عنقریب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

اہم گذارش

آپ حضرات قابل مبارکباد ہیں کہ آقائے نعمت ﷺ کے نعلین پاک کی تماثیل کے دیدار سے مشرف ہوئے ہیں اور ان کی عظمتوں کے بارے میں علمی و عرفانی دلائل کو پڑھا اور ان کی برکتوں کو پوری طرح دلنشین کیا۔

اب آپ حضرات سے دلی خواہش ہے کہ اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اور جمیع پروردۂ نعلینِ پاک حضور ﷺ یعنی اس کتاب کے جملہ ناشرین، مترجمین اور مولفِ کتاب کے اہل و عیال و جملہ اُمت محمدی ﷺ کی دنیاوی و اُخروی سرخروی کے لئے دعا فرمائیں۔

بسمِ اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیم ہ

پیشوائی

پروفیسر حفیظ تائب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایک طرف تو ایمان کی شرط اولیں ہے تو دوسری طرف یہ سیرت طیبہ اور متعلقات سیرت کے نت نئے مضامین سجھاتی چلی جاتی ہے اور ہر دور میں سیرت نگار اس عظیم موضوع کے نئے نئے پہلو تلاش کر کے سامنے لاتے رہتے ہیں۔

سیرت و مغازی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیلات کو محفوظ اور قلمبند کرنے کا سلسلہ پہلی صدی ہجری اور عہد صحابہ میں شروع ہو گیا تھا'لیکن اب تک کتب سیرت میں اولیت کا شرف پانے والی حضرت عروہؒ بن زبیرؓ کی کتاب "مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" پندرھویں صدی ہجری کے آغاز میں جاکر سامنے آئی۔اس کتاب کے ذریعے کئی نئے گوشہ ہائے سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ساتھ ہی سیرت اطہر کے موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھنے والے چند صحابہ کرام 'تابعین وغیرہ کا ذکر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے محاکمۂ کتاب سیرۃ ابن اسحٰق میں کیا ہے اور جن کی تعداد ۳۳ تک پہنچتی ہے۔ان اصحاب کے بعد ابن اسحٰق کا کام سامنے آتا ہے'جسے صرف چند برس پہلے سیرت کی اولیں کتاب مانا جاتا تھا اور جس کے بیشتر حصے سیرت ابن ہشام کے ذریعے دستیاب تھے۔مولانا شبلی نعمانی نے سیرت النبیؐ (جلد اول) کے

مقدمے میں عربی سیرت نگاروں کی طویل فہرست پیش کی ہے جس سے مسلمانوں کے اس موضوع شریف سے قلبی تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔

یہ موضوع مختلف زبانوں اور ملکوں میں مسلسل پھولتا پھلتا رہا اور اس کی نوبنو وسعتیں اور امکان سامنے آتے چلے گئے۔ نئے علوم کے حوالوں سے بھی سیرت اقدس کے مطالعات برابر ہورہے ہیں۔

حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے استعمال میں رہنے والی چیزوں سے اُمتیانِ مصطفےٰ کو ہمیشہ خاص شغف رہا ہے۔ چنانچہ فضائل نعلین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل نظر کے لیے خاص موضوع تحقیق رہا ہے۔

سنہ ۱۰۳۰ھ میں امام احمد المقری المغربی المالکی رحمتہ اللہ علیہ (زمانہ ۹۹۲ ہجری تا ۱۰۴۱ ہجری) نے "فتح المتعال فی مدح النعال" کے عنوان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک اور ان کے نقش مقدس کے فضائل پر ایک بہت جامع و وقیع کتاب لکھی، جس میں بقول مصنف اس موضوع پر امام ابن عساکر، شیخ سبتی اور بلقینی کی کاوشوں کو یکجا کر کے کئی اضافے بھی کیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں نعلین مقدس کے طول و عرض شکل وصورت اور فیوضات و برکات کے تذکرے کے ساتھ، نعلین مبارک کے چھ نقوش مبارک کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس قابل قدر کتاب پر علامہ احمد بن عبدالرحمٰن بن عبدالوارث المالکی الصدیقی، الشیخ عبدالکریم القاضی قاہرہ، شیخ احمد بن محمد الغیمی الخزرجی

الانصاری، شیخ تاج الدین بن احمد بن ابراہیم المالکی خطیب و امام بیت اللہ شریف کی تقاریظ---اور شیخ احمد شہاب الدین الخفاجی، علامہ عبدالحیٔ لکھنوی، امام یوسف النبہانی اور فاضل بریلوی امام احمد رضاخان بریلوی، اور مولانا اشرف علی تھانوی کے تحسینی کلمات موجود ہیں۔ اس ایڈیشن میں شامل ابو القاسم سید جلال الدین قادری الجیلانی جمال پادشاہ کا تفصیلی مقدمہ، محترم المقام طارق درانی کی روح پرور تبریک ---اور راجا رشید محمود، حسن اختر احسن، خواجہ غلام قطب الدین فریدی، محمد شہزاد مجددی کے بھرپور تاثرات اہم اضافے ہیں۔

فاضل مصنف نے پہلے اس موضوع پر النفحات العنبریہ فی نعال خیر البریہ نام کی کتاب لکھی مگر تشنگی دور نہ ہوئی اور مزید تحقیق جاری رہی اور بالآخر وہ یہ تفصیلی کتاب لکھنے کے قابل ہوئے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں نعل، قبال، شراک اور شسع کے مطالب بیان کیے گئے ہیں۔ باب اول میں ان احادیث مبارکہ کا ذکر ہے جن میں نعل شریف کا تذکرہ ہوا ہے۔ باب ثانی میں نعلین مبارک کی مختلف تصاویر اور ان کے ناقلین کا تذکرہ ہے۔ باب الثالث ان قصائد پر مشتمل ہے، جو مختلف اہل عقیدت و محبت نے نعلین مبارک کی شان میں لکھے۔ جبکہ باب رابع میں نعلین کے فوائد و خواص کا ذکر ہے۔

اس کتاب میں جو عربی اشعار شامل ہیں، ان میں معارف و محبت کی ایک دنیا آباد ہے۔ میں جب یہ اشعار دیکھ رہا تھا تو میرا دھیان نعلین مبارک اور نقش پائے اقدس کے موضوع پر مشرقی زبانوں میں لکھے ہوئے اشعار کی طرف گیا۔ ان اشعار میں سے کچھ یہاں پیش کر کے شریک سعادت ہوتا ہوں۔

سریرِ عرش را نعلین او تاج

امین وحی وصاحب ِ سرّ معراج

نظامی گنجوی (المتوفی ۱۲۰۵ء)

برزمینے کہ نشان کفِ پائے تو بود

سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

حافظ شیرازی (المتوفی ۱۳۸۹)

ادیم طائفی نعلین پاکن شراک از رشتۂ جانہائے ماکن

جہانے دیدہ کردہ فرش رہ اند چو فرش اقبال پا بوس تو خواہند

زحجرہ پائے درصحنِ حرم نہ بفرق خاک رہ بوساں قدم نہ

چوں سوئے من نظر آری منے مسکیں زناداری

فدائے نقش نعلینت کنم جاں یارسول اللہ

مولانا عبدالرحمٰن جامی (المتوفی ۱۴۹۲ء)

سراپا نور حق نامِ خدا کہیے نہ کیوں اس کو

کہ جس کا نقش پا ہو جبہ سا ساری خدائی کا

شیخ قلندر بخش جرأت (المتوفی ۱۸۱۰ء)

موم پتھر کو یہ اس فخر سلیماں نے کیا
حلقہء خاتم، نگین نقش پا کا ہوگیا

مفتی امیر احمد 'امیر مینائی (المتوفی ۱۹۰۰ء)

خدا تار رگِ جاں کی اگر عزت بڑھا دیتا
شراکِ پاکِ نعلِ سیدِ لولاک ہو جاتا
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضورؐ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

مولانا حسن رضا خان (المتوفی ۱۹۰۸ء)

ذرے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاجِ سر بنتے ہیں سیاروں کے

مولانا احمد رضا بریلوی (المتوفی ۱۹۲۱ء)

اسی وی چم لیے اوہ جوڑا جو طائف تھیں آیا
جاناں دا وٹ ڈورا جس وچ عشاقاں نے پایا

پیر فضل گجراتی (المتوفی ۱۹۷۲ء)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیارا بڑی شان والا
سنے جوڑے عرشاں تے چڑھ جان والا

(نامعلوم)

تیرے جوڑیاں دے وچ اپنی جان دے تسمے پا کے
جی کردا اے ساری عمراں تیرے پیریں ہنڈاں

بشیر حسین ناظم (زندہ)

رشک دنیا کے سلاطین کریں مجھ پہ سخیؔ
ان کے پاپوش کو یوں تاج بنا رکھا ہے

سخی کنجاہی (زندہ)

مشکلات دہر سے شہزادؔ ملتی ہے نجات
زیبِ سر ہو جائے جب تمثیل پاپوش رسولؐ

محمد شہزاد مجددی (زندہ)

ذرے اُس خاک کے تابندہ ستارے ہوں گے
جس جگہ آپ نے نعلین اتارے ہوں گے

خواجہ غلام قطب الدین فریدی (زندہ)

نعلین مبارک کی مثال ایک یہ سوجھی
اترے ہوئے دوچاند تھے طیبہ کی زمیں پر

حفیظ تائب (زندہ)

اصل عربی کتاب جیندھڑ شریف میں درگاہ خواجہ گوہرالدین احمد رحمتہ اللہ علیہ سے خواجہ محمد یوسف گوہر اور قاری محمد شاہد جمیل صاحب کے ذریعہ دستیاب ہوئی اور اس کا اردو ترجمہ مع تقدیم علامہ مفتی محمد خان قادری اور علامہ محمد عباس رضوی کے ذوق وشوق اور حسن عقیدت کا آئینہ

دار ہے۔ کتاب کی اشاعت کا اہتمام جناب محمد طفیل مدنی بھٹی نے چند دوستوں کی معاونت کے ساتھ اور حضرت محبوب الرحمٰن نقشبندی سجادہ نشین عیدگاہ شریف راولپنڈی کی دعاؤں سے کیا ہے۔ اللہ کریم ان سب حضرات کو جزائے خیر دے اور یہ ترجمہ اردو دان طبقہ میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مزید پھیلانے کا ذریعہ بنائے۔

حفیظ تائب

پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

19 اگست 2000ء

محبت کا اپنا گھر

خواجہ غلام قطب الدین فریدی

کارخانۂ قدرت میں سب سے قیمتی چیز محبت ہے۔ یوں تو محبت کے بے شمار رنگ ہیں مگر بے رنگ خالق و مالک سے کی جانے والی محبت ازلی و ابدی کہلاتی ہے۔ بندہ جب اس نعمت عظمیٰ کی جستجو میں مصروف ہوتا ہے تو نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتا ہے اور در در کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ ایسے میں اس کا مطلوب یعنی محبوب حقیقی اپنی جانب اس کی یوں راہنمائی فرماتا ہے کہ ﴿**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**۔﴾ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں اپنی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رکھ دیا ہے' ظاہر ہے قیمتی چیز کو رکھنے کے لیے عمدہ جگہ درکار ہوتی ہے۔

اتباع پیروی کا نام ہے اور پیروی کسی کے قدم سے قدم ملا کر چلنے کو کہتے ہیں' گویا حضور نبی اکرم ﷺ کے نقش قدم کو Follow کرنا اور اپنی منزل یعنی محبت الٰہی کے حصول کے لیے نقش پائے رسول ﷺ کو اپنا حقیقی قائد اور راہنما تسلیم کرنا اتباع رسول ہے جس سے بندے اور رب کے درمیان محبت کی نسبت قائم ہوتی ہے اور یہی محبت کا اپنا گھر ہے۔

ایسے ہی شرف کی بنا پر حجر اسود اور مقام ابراہیم پتھر ہونے کے باوجود بوسہ گاہ اور مصلےٰ بن گئے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم کی یہ عظمت ہے تو نقش پائے سید المرسلین ﷺ کا کیا مقام ہوگا۔

۱۔ از مقام مصطفیٰؐ اپرسی اگر برسرِ عرش خدا پائے نبیؐ

حضرت خواجہ محمد یار فریدیؒ

ترجمہ: اگر مقام مصطفیٰؐ پوچھنا چاہتے ہو تو اندازہ کر لو کہ خدا کے عرش پر پائے رسول ﷺ ثبت ہیں۔

حافظ شیرازی نے بجا طور پر فرمایا کہ!

۲۔ بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

ترجمہ: جس زمین پر آپ ﷺ کے تلووں کے نشان ہوں گے اہل نظر سالہا سال وہاں سجدے کرتے رہیں گے!

نسبت محبت کا کمال دیکھیے اللہ تعالیٰ نے اس گھوڑے کے قدموں سے اڑنے والی مٹی کی قسم اٹھائی ہے جس پر حضورؐ کا غلام سوار ہے۔

والعٰدیٰت ضبحاً۔ فالموریٰت قدحاً۔ فالمغیرات صبحاً۔
فاثرن به نقعاً۔ فوسطن به جمعاً۔ سورہ عادیٰت

ترجمہ: قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔ پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر پھر صبح ہوتے تاراج کرتی پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر دشمن کے بیچ لشکر میں جاتے ہیں۔

مقام توجہ ہے کہ مٹی کو قدم سے نسبت ہے قدم کو گھوڑے سے گھوڑے کو سوار سے اور سوار کو حضور ﷺ سے نسبت ہے جس کی وجہ سے اس مٹی کی قسم اٹھائی جارہی ہے جو گھوڑے کے قدموں سے اڑ رہی ہے! اور پھر جو خاک نقش پا کی شکل اختیار کر جاتی ہے اس کی عظمت اس خاک کو باقی ہر قسم کی خاک سے ممتاز کر دیتی ہے۔

۳۔ گرد نعلین تو عز وجاہ من سنگ باب تست سجدہ گاہ

آپؐ کی گرد نعلین میرے لیے عزت اور وقار ہے آپؐ کا سنگ در میری سجدہ گاہ ہے۔

عشاق اسی نسبت کے طفیل خاکپاء اولیاء کی عظمت اور تاثیر پر یقین کامل رکھتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم صوفی بزرگ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ آنکھ کی جملہ امراض کے لیے درج ذیل شعر لکھ کر عطا فرماتے تھے۔

اذا مامقلی رمدت فکحلی تراب مس نعل ابی تراب
هوالبكاء فی المحراب لیله هوا الضحاك فی یوم الضراب

جب میری آنکھیں بیمار ہوتی ہیں تو میں نعلین علیؓ سے جھڑنے والی مٹی کا سرمہ بنا لیتا ہوں، وہ علیؓ جو رات کو محراب میں روتے رہتے ہیں اور دن کو میدان جنگ میں قہقہے لگاتے رہتے ہیں۔

کالکا پرشاد دلو رام کوثری اور دیگر ہندو شاعروں نے بھی حضور ﷺ کے نعلین مبارک یا پاء رسول ﷺ تک رسائی کو اپنے لئے معراج سمجھا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہو جائے اگر سارا جہاں درھم و دینار — لیکر کے زمین تا بہ فلک مال کے انبار
دریا بنیں موتی سبھی پارس بنیں کہسار — اک سمت کھڑے ہوں جو میرے سید ابرار
پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کوئی کیا لے — نعلین کف پائے نبی سر پہ اٹھا لے
ہے پائے محمد سر دلو رام — یہی نسبت میری اوج پر دال ہے
دیر سے نور چلا اور حرم تک پہنچا — سلسلہ میرے گناہوں کا کرم تک پہنچا
تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا — میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

الحمدللہ علی احسانہ کہ یہ سعادت میرے کرم فرما جناب محمد طفیل بھٹی صاحب کے حصے میں آئی کہ وہ اس موضوع پر ایک کتاب بڑی کاوش کے ساتھ منظر عام پر لا رہے ہیں۔ دعا ہے کہ بارگاہ رسالت میں اسے قبولیت کا شرف حاصل ہو۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں!

(حسن رضا خان بریلوی)

غلام قطب الدین
آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محمد یار فریدی
گڑھی شریف ضلع رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاں فدائے نقش نعلین رسول ﷺ

اللهم صَلِ وسلم عَلٰی مَرجعِ القلوب والارواح بعدد کل صاحب الاحزان والافراح و علی آله و اصحابه الرّاجعین الی الفوز والفلاح۔

پاک ہے وہ ذات ہر نقص وعیب سے، جس نے اپنے پیاروں کے ساتھ نسبت رکھنے والی اشیاء کو بھی متبرک و معظم فرما دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (پ ۱۷-۱۱۴)

ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سمیت ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں اور مقامات و مکانات کی تعظیم و تکریم پرہیز گاری اور تقوی کی علامات میں سے ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں :

انّ الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ۔

بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں ۔

پہلی آیت میں قربانی کے ان جانوروں کو جو ذبیح اللہ علیہ السلام کی جانثاری کی یاد میں ذبح کیے جاتے ہیں مولا کریم نے اپنی نشانیاں فرمایا ہے اور دوسری آیۂ کریمہ میں ان پہاڑیوں کو جو حضرت اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ماجدہ سیدہ ہاجرہ کی سعی کے شرف سے مشرف ہوئیں ۔

اللہ اللہ !......

رب تعالی نے اس ادا کو ایسا پسند فرمایا کہ ساتھ ہی اس مقام کو بھی فضیلت بخش دی ' اب تا قیامت بندگان خدا صفا و مروہ پر سعی کرتے ہوئے اس سعیٔ مشکور کی یاد تازہ کرتے رہیں گے۔ اس دوران اللہ کے محبوب نبی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی رگڑ سے جو چشمہ پھوٹا اسے بھی مقدس و مطہر قرار دے کر " آب زم زم " کی صورت میں مسلمانوں کے لیے روح افزا مشروب فراہم کر دیا۔

یاد رہے اس پانی کی فضیلت کا باعث یہ ہے کہ اسے ذبیح اللہ کی ایڑیوں سے نسبت ہے اور یہی وہ خاص پانی ہے جسے کھڑے ہو کر پینا مستحب و مسنون ہے۔

اس تناظر میں حرم کعبہ کے صحن میں نصب وہ پتھر بھی اہل ایمان کو دعوت نظارہ دے رہا ہے، جس پر سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کے قدمین شریفین کے نشانات ثبت ہیں اور انگلیوں والا حصہ واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔

یہ وہی سنگ سعید ہے جسے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں " مقام ابراھیم " کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى (البقرة نمبر ١٢٥)

اور مقام ابراھیم کو نماز کی جگہ بنالو۔

مقام ابراھیم کی نمایاں فضیلت یہ ہے کہ اس پر اللہ کے خلیل کے قدم لگے ہیں۔

بہ مقامے کہ نشان کف پائے تو بود

سالہا سجدہ گہ صاحب نظراں خواہد بود

اسی طرح حجر اسود بھی ایک پتھر ہے لیکن اسے عام پتھروں پر فضیلت ہے۔ اسے چومنا ' چھونا یا دور ہی سے اشارۃً مس کرنا مسنون و باعث اجر و ثواب ہے ' کیونکہ اسے اللہ کے محبوب نے بوسہ دیا ہے یہ جنت سے آیا ہے ' اسے اللہ کا دایاں ہاتھ (بلا کیف) کہا گیا ہے۔ یہ اپنے پاس آنے والوں کو پہچانتا ہے اور قیامت کے دن ان کی شفاعت کرے گا۔

(مختصر مقاصد الحسنة ص ۱۱۱)

(الجامع الصغیر ج ۱ ص ٤٣ ص ۱۵۱) (مطبوعہ بیروت)

ادب، تعظیم، تکریم اور احترام کی بنیاد ان جذبات محبت و عقیدت پر ہے جو محبّ کے سینے میں اپنے محبوب کے لیے موج زن ہوتے ہیں۔

محبّ صادق کے لیے ضروری ہے کہ وہ محبوب کے تمام خصائل، شمائل اوصاف و عادات، افعال واقوال، رفتار و گفتار بلکہ اس کی ہر ادا اور اس سے تعلق رکھنے والی ہر شے سے والہانہ لگاؤ بھی رکھتا ہو۔ اور اس سے منسوب ہر چیز کو دل و جان سے زیادہ عزیز بھی سمجھتا ہو۔

الغرض انکی ہر ہر ادا پر درود

انکی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات میں سے ایک خاص سوغات آپ کے "نعلین شریفین" یعنی وہ جوتا مبارک جسے آپ کے نورانی قدموں سے مس رہنے کا شرف حاصل ہوتا رہا اور پھر

جمال ہمنشین در من اثر کرد کے مصداق

وہ پاپوش اطہر بھی لائق تکریم و تعظیم ٹھہری۔ اہل محبت نے نعلین تو کیا اس کے نقش اور تمثیل کو بھی بابرکت قرار دیتے ہوئے اپنے سر کا تاج بنا کر رکھا۔ کیونکہ محبوب کی یاد دلانے والی ہر چیز بھی محبوب ہوتی ہے۔

بادشاہوں کے سروں پر تاج ہیں جس کے طفیل

سید سادات کے نعلین کی باتیں کریں

عشق و تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو سبق ہمیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پڑھایا ہے اس کا ایک باب آثار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام پر مشتمل ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ

وسلم کے کفش بردار ہیں اور آپ کا لقب "صاحب النعلین" ہے۔

اس جلیل القدر اور خوش نصیب ہستی کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور اکرم علیہ السلام جب کسی مجلس میں پاپوش اتار کر بیٹھتے تو یہ پاپوش مبارک کو ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر بڑی محبت سے اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بیٹھ جاتے۔ جیسے ہی مجلس برخاست ہوتی نعلین پیش کرتے اور بعض اوقات پہنانے کا شرف بھی حاصل کرتے تھے۔

مشکلات دہر سے شہزاد ملتی ہے نجات
زیب سر ہو جائے جب تمثیل پاپوش رسول .

شیخ کامل حضرت ابو جعفر احمد بن عبد المجید بیان کرتے ہیں

میں نے ایک طالب علم کو نعل مبارک کی مثال بنا کر دی، وہ ایک دن میرے پاس آکر کہنے لگا:

میں نے پچھلی رات اس نعل کی عجیب برکت دیکھی ہے!

میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا'

پچھلی رات میری بیوی کو شدید درد و تکلیف شروع ہوئی، قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جاتی۔ میں نے نعل مبارک کی مثال درد والی جگہ پر رکھتے ہوئے یہ دعا کی۔

"اللهم ارنی برکة صاحب هذه النعل" فشفاها الله للحين ٥ "

اے اللہ مجھے اس نعل والے کی برکت کا مشاہدہ کروادے، تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عطا فرمادی۔

حضرت ابو اسحاق، حضرت ابو القاسم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

اس کی برکات کے سلسلے میں میرا یہ تجربہ ہے۔

: کہ جس نے اسے بطور تبرک اپنے پاس رکھا وہ باغیوں، حاسدوں، دشمنوں اور شیطانوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اگر حاملہ عورت اسے اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے تو اللہ تعالیٰ کی توفیق و عنایت سے اس پر آسانی ہو جائے گی۔ (جزء تمثال النبی: مترجم ص ۱۴۔۱۵)

ابراھیم بن محمد کہتے ہیں کہ شیخ ابو القاسم بن محمد نے مثال نعل نبوی کی اپنے ہاتھ سے مثل بنائی اور مجھے عطا کی۔ اسی طرح ابو القاسم خلف بن بشکوال ' امام ابو بکر بن العربی ' حافظ ابو القاسم مکی ، شیخ ابو زکریا عبدالرحیم ، شیخ محمد بن حسین الفارسی ہر ایک نے کہا کہ ہمارے اساتذہ نے ہمیں اس کی مثال عطا فرمائی اور یہ سلسلہ محمد بن جعفر التمیم تک پہنچتا ہے اور انہوں نے شیخ ابو سعید عبدالرحمٰن بن محمد عبداللہ سے مکۃ المکرّمہ میں مثال حاصل کی تھی۔ (ایضاً ص ۱۲)

سید العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کو اپنے سر کا تاج سمجھنے والے صلحاء و عرفاء امت کی کثیر تعداد نے اس کے فیوض و برکات سے استفادہ کر کے خود ایسا مقام و مرتبہ پایا کہ ان کے نعلین اور کھڑاؤں بھی بابرکت اور پر تاثیر ہو گئے۔

ذرے جھڑ کر تیری پیزاروں کے

تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے (حدائق بخش)

حضرت داتا گنج بخش سیدنا مخدوم علی ہجویری قدس سرہ کے جوتے کی پرواز اور پھر اس کی ضرب سے رائے راجو کا اوپر سے نیچے آنا مشہور و معروف واقعہ ہے۔

حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے جوتے کی ضرب سے ان کے مرید پر حملہ آور ڈاکو کا مجروح و مضروب ہو کر بھاگ جانا بھی کرامات غوثیہ میں سے ایک معروف کرامت ہے۔ حالانکہ آپ کا یہ عقید تمند کسی دور و دراز علاقے میں تھا۔ سچ ہے کہ جو قدم مصطفٰی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے قدم پاک کے تابع ہو جائے اور ان کی اتباع کے شرف سے مشرف ہو جائے تو اسے محبوبیت خاصہ الہیہ کی سعادت حاصل ہوتی ہے ' ایسے ہی اقدام ہیں جن کی پیروی بندگان خدا کے لیے باعث فلاح و نجات ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم :

میں ایسے ہی انعام یافتگان کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ

اللہ کا محبوب بنے جو تمھیں چاہے

اسکا تو بیان ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو (ذوق نعت)

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی اولیاء کاملین میں سے ہیں جو کمال متابعت کے باعث محبوب و مراد قرار پائے۔

آپ کے نہایت مخلص مرید اور جلیل القدر خلیفہ حضرت شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ۔ جب وہ تکمیل سلوک کے بعد اپنے وطن روانہ ہونے لگے تو حضرت امام ربانی شیخ احمد سرھندی فاروقی قدس سرہ نے مشائخ کے دستور کے مطابق انہیں خرقہ خلافت عطا فرمانا چاہا، لیکن شیخ حمید علیہ الرحمۃ نے عرض کیا! کہ

"مجھ کو بجائے خرقہ کے کفش مبارک کافی ہے"

چنانچہ حسب التماس حضرت نے کفش مبارک عنایت فرمائے۔

آپ نے ان مبارک جوتوں کو دانتوں سے اٹھایا اور جب تک طاقت رہی دانتوں سے اٹھائے رہے، بعد ازاں سر پر باندھا اور بصد گریہ و زاری و بے قراری الٹے پاؤں روانہ ہوئے۔ شیخ نے ان کفش مبارک میں جو دولت پائی وہ قیصر و کسری کو کہاں نصیب۔ جو لوگ آپ کو رخصت کرنے کے لیے گئے تھے، بیان کرتے تھے کہ آپ اسی ہیئت سے چلے جارہے تھے اور آخر میں ان کو دستار میں باندھ کر اپنے سر کا تاج بنا لیا تھا اور اسی طرح اپنے وطن تک گئے۔

صاحب "زبدۃ المقامات" تحریر فرماتے ہیں:

"اس وقت جبکہ اس بات کو بیس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے وہ کفش مبارک اس دیار میں متبرک اور زیارت گاہ ہے، اہل حاجات مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لیے اور مریض شفا پانے کے لیے آتے ہیں اور اپنی مرادوں کو حاصل کرتے ہیں حتی کہ اس علاقہ میں طبیبوں کی ضرورت بہت کم پیش آتی ہے۔ واقعی شیخ نے جو فیض پایا ان جوتیوں کی بدولت پایا۔ (زبدۃ المقامات فارسی ص ۳۱۲)

(احضرات القدس مترجم ص ۳۴۰)۔

اگر خاکے ازیں کو بر سر آید

مرا بہتر ز چندیں افسر آید

۔ لائق توجہ امر یہ ہے کہ جس کے غلاموں کی جوتیوں میں ایسی تاثیر ہے اس سید وسرور کی نعلین پاک کی شان کیا ہوگی۔

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم　　اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مظہری (م ۱۲۲۵ھ) قدس سرہ فرماتے ہیں۔

" ولا هل الاعتبارهھنا استنباط و هو ان فى كل مكان مكث فيه رجل من اهل الله تعالى حينا من الدهر ينزل هناک برکات من السماء و سكينة تجذب القلوب الى الله تعالى و يتضا عفر هناک اجرالحسنات و كذا وزرالسيئات " ۔ تفسیر مظہری ج نمبر ۱ ص ۱۲۸)

(ترجمہ) معتبر علماء اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ہر وہ مقام جہاں اللہ تعالی کا کوئی محبوب و مقرب بندہ ٹھہرا ہو خواہ کچھ وقت کے لیے ہی کیوں نہ ہو، آسمانی برکات و فیوضات کا مہبط بن جاتا ہے وہاں جا کر دلوں کو اللہ کی طرف کشش ہوتی ہے، نیک اعمال کا ثواب ایسے مقام پر اور بڑھ جاتا ہے اور گناہ کی سزا بھی زیادہ ملتی ہے۔

محدثین کرام نے شروح کتب احادیث میں جابجا تبرک بآثار الصالحین کے حوالے سے احادیث کی روشنی میں تصریحات فرمائی ہیں۔

حضور علیہ السلام کے آثار و آیات سے استفادہ اور تبرک کا حصول صحابہ کرام علیہم الرضوان کے معمولات میں شامل تھا۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نعلین پاک کی شان و عظمت اور تقدس و فضیلت میں کسے شبہ ہو سکتا ہے، لیکن ایسی بات جو مبنی بر حقیقت نہ ہو اور زمرہ کذب میں آتی ہوا سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے تبرکات کی طرف منسوب کرنا بھی بے ادبی ہے، کیونکہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار ۔ (متفق عليه)

جس نے قصداً میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لیا۔

لہذا اس موقع پر یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ نعلین پاک کے حوالے سے بیان کی جانے والی درج ذیل روایت موضوع اور غلط ہے۔

یا محمد! لاتخلع نعلیک فان العرش یتشرف بقدومک متنعلا۔

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم نعلین نہ اتاریئے عرش آپ کے نعلین پہن کر آنے سے شرف حاصل کرے گا۔ امام احمد المقری المالکی رحمہ اللہ صاحب "فتح المتعال" نے اس پورے قصہ کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔

اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی اور علامہ امام عبدالحئی لکھنوی رحمہما اللہ نے بھی اس روایت کو جھوٹ باطل اور موضوع ہی کہا ہے۔ (الاثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ ص ۳۳)' (احکام شریعت (ص ۱۶۶ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)۔

اس قسم کی اور بہت سی موضوع روایات ہیں جنہیں قصہ گو قسم کے واعظین محض لوگوں کی خوشنودی کے حصول اورزیب داستان کے لیے جلسوں میں بیان کرتے رہتے ہیں۔

حق تعالی شانہ ، ہمیں حق آگاہ اور حقیقت شناس بنائے۔ آمین۔

آخر میں کتاب "فتح المتعال فی مدح النعال" یعنی فضائل نعلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصنف ' مترجمین ناشرین اور محرکین کے لیے جزائے خیر واجر عظیم کی دعا کے ساتھ مزید توفیق خیر حق تعالی شانہ سے طلب کرتا ہوں۔ رب کریم سرکار رحمۃ للعلمین علیہ التحیۃ والتسلیم کے نعلین شریفین کے طفیل ہمیں اخلاص حقیقی کی نعمت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین ، بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین۔

احقر العباد : محمد شہزاد غفر لہ والوالدیہ

المجددی السیفی

۴۹ ریلوے روڈ دار الاخلاص لاہور، پاکستان۔

فضائل تبرکات رسولؐ

محمد الطاف نیروی

نائب خطیب جامع مسجد داتا دربارؒ- لاہور

محترم جناب طفیل بھٹی صاحب کے حکم، ارشاد، اصرار پر چند باتیں بزرگوں کی کتابوں سے اہل محبت کے لیے پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شرف قبولیت کے پھول کی خوشبو سے بہرور کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اجرنی عن اوّل شیئی خلقه اللّٰه تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللّٰه تعالیٰ قدخلق قبل الاشیاء نور نبیک من نوره فجعل ذالک النوریدور بالقدوة حیث شاء اللّٰه تعالیٰ ولم یکن فی ذالک الوقت لوح ولاقلم ولا جنة ولا نار ولا ملک ولاسماء ولارض ولاشمس ولا قمر ولاجن ولا انس فلما اراد اللّٰه تعالیٰ ان یخلق الخلق قسم ذالک النور اربعة اجزاء فخلق من الجزا الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزاء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول حملة العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملئکة ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول السمٰوٰت ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنة والنار الی اخره آپ مجھے یہ بتائیں کہ سب سے پہلے اللہ

تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر وہ نور اللہ تعالیٰ نے جہاں چاہا وہاں رہا اس وقت نہ لوح محفوظ تھی نہ قلم نہ جنت تھی نہ دوزخ ' نہ فرشتے تھے نہ آسمان' نہ زمین تھی نہ سورج' نہ چاند تھا نہ جن و انس پس جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مخلوق کو پیدا کرے تو اللہ تعالیٰ نے حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے حصے سے قلم دوسرے حصے سے لوح محفوظ تیسرے حصے سے عرش پیدا کیا۔ چوتھے حصے کو پھر تقسیم کیا اور اس کے چار حصے کیے پہلے حصے سے عرش کو اٹھانے والے پیدا کیے دوسرے حصے سے کرسی کو پیدا کیا اور تیسرے حصے سے فرشتوں کو پیدا کیا چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے حصے سے آسمان دوسرے حصے سے زمین اور تیسرے حصے سے جنت' دوزخ پیدا کی چوتھے کو پھر تقسیم کیا اور باقی چیزیں پیدا کیں الغرض جب حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے نور کے ساتھ دنیا میں جلوہ گر ہوئے تو آپ کا نوری فیضان آپ کے اعضاء کے وسیلہ سے لوگوں تک پہنچنا شروع ہوا تو آپ کے قدموں کی برکت نعلین پاک کے وسیلہ سے لوگوں تک پہنچنا شروع ہوئی جس کا بیان مندرجہ ذیل آیات و احادیث اور بزرگوں کے اقوال کے وسیلہ سے آپ کے سامنے موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰه بے شک صفاء اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے ہیں یعنی صفاء اور مروہ دو نشانیاں ہیں یہ دونوں نشانیاں ایک طیب، طاہر، پاکیزہ، پاکباز عورت جو کہ ایک نبی کی بیوی اور ایک نبی کی والدہ کے قدموں اور جوتوں کی وجہ سے نشانیاں بنی ہیں یہ بات سورج سے بھی زیادہ روشن واضح ہے کہ جس وقت حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے لیے پانی کی تلاش میں سات مرتبہ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر دوڑیں تھیں اس وقت آپ یقینی طور پر جوتا پہنے ہوئے دوڑی ہوں گی کیونکہ باریک کنکریوں اور نوک دار پتھروں اور باریک سنگ ریزوں پر جوتی کے بغیر دوڑنا مشکل تھا تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو آپ کی وہ دوڑ بہت پسند آئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پہاڑیوں کو اپنی نشانیاں کہا ہے جن پہاڑیوں پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا جوتوں سمیت دوڑتی رہی ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے جوتوں کے تلوں کے طفیل صفاء، مروہ کو شعائر، نشانیاں قرار دیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے نشانات حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کی ایڑیوں کے طفیل جو پانی نکلا ہے اسے اتنی عزت، حرمت، برکت عطاء کی کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے تاقیامت تبرک، متبرک ہے پینے کے بعد جو جائز دعا کرے قبولیت کے قوی، پختہ امکانات موجود ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات اور کعبۃ اللہ جو کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن ہے اور تمام دنیا کے مسلمانوں کی سب سے بڑی ارفع، اعلیٰ اور درجات، ثواب کے لحاظ سے اس سے کوئی بڑی عبادت گاہ دنیا کے اندر دستیاب، موجود نہیں ہے یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قدموں کا صدقہ ہے اور ان قدموں کے نشانات کو اللہ تعالیٰ نے تاقیامت محفوظ کرلیا ہے تاقیامِ قیامت جتنے بھی مسلمان مطاف کی زیارت کریں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان کو کعبۃ اللہ کے قریب موجود پائیں گے اور ان قدموں کی برکت سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ قدم ایسے پسند، محبوب ہوئے کہ ان قدموں کے نشانات کو محفوظ کرلیا اور فرمایا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى اور مقامِ ابراہیم کو مصلی پکڑو یعنی جس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات موجود ہیں وہاں قریب کھڑے ہوکر نماز ادا کرو محبت، خوشی کا اظہار کرو، آثار، نشانیوں کے ساتھ پیار کرو اور آنکھوں کو اشکبار کرو اور دل کی کلیوں کے اندر نکھار پیدا کرو اور ساتھ ہی دعا کرو اور قبولیت کا یقیناً انتظار، اعتقاد کرو۔

قدموں والے کا ادب دیکھو کہ آج سے کئی ہزار سال پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی تو اس وقت پتھر، ٹیلے، خاردار جھاڑیاں تھیں لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو سامنے رکھا اور حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے جو انہیں نور حاصل ہوا ہے اس کی روشنی میں دیکھا تو آپ نے ادب کے تقاضوں کو پورا کیا کہ کعبہ معظّمہ کی تعمیر کے دوران ادب، احترام، تعظیم کے پیشِ نظر آپ نے جوتے مبارک قدموں میں نہیں پہنے تا کہ قیامت تک ادب کی دنیا میں مثال قائم ہوجائے کہ اہل محبت، ادب ہی کامیاب، کامران ہیں جو اس کے خلاف ہیں وہ ذلت، رسوائی، خسران کے خوگر ہیں آخری خلاصہ، نتیجہ وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں

حضرت ایوب علیہ السلام کو جب بیماریوں کی انتہا ہوگئی تو آپ نے کہا یااللہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے بڑا، زیادہ مہربان، رحم کرنے والا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہا اے ایوب اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ھٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ مارو اپنے اس پاؤں کو ٹھنڈے پانی سے دھو اور پیو یعنی اے ایوب اپنے پاؤں کو زمین پر مارو پانی نکلے گا اس سے غسل کرو ظاہر کی تمام بیماریاں دور ہو جائیں گی۔ اس کے بعد دوبارہ پاؤں کو مارو دوبارہ ایک ٹھنڈا چشمہ جاری ہوگا اسے پی لو تو انشاء اللہ باطنی تمام بیماریاں ختم ہو جائیں گی جس وقت آپ نے اپنے پاؤں کو زمین پر مارا تو یقینی بات ہے کہ آپ کے پاؤں میں جوتیاں موجود تھیں ان جوتیوں اور قدموں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانی اور شفاء عطاء فرمائی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوتیاں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیوں کی قدرومنزلت کہیں بلند و بالا ہے۔ ذرا غور کریں کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فلاںؔ جگہ ملاقات کریں جب آپ ملاقات کے لیے وادی کے پاس پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے موسیٰ علیہ السلام تم اپنے جوتے اتار دو کہ آپ عزت' احترام' شرف' بزرگی والی وُادی میں پہنچ گئے ہیں فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی آپ اس محبوب وادی میں جوتے اتار دیں ادھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جوتوں کو مکہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں کے اوپر اور وہاں سے لامکان پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جوتوں سمیت تشریف لے گئے راستے میں آپ نے جوتے اتارنے کی کوشش کی لیکن حکم ہوا اے پیارے تم جوتوں سمیت تشریف لاؤ تاکہ آسمانوں سے اوپر کی جو بھی دنیا ہے وہ آپ کے تلووں کی برکت حاصل کر سکے۔

اسی لیے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین' ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حسن رضا خان صاحب نے ارشا فرمایا:

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

کسی نے عربی شعر کہا اور کمال کی بلندیوں کو چھولیا

عَلٰی رَأْسِ هٰذَا الْکَوْنِ نَعْلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَتْ فَجَمِیْعُ الْخَلْقِ تَحْتَ ظِلَالِهٖ

اس دنیا کے سر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعل پاک موجود ہے وہ اتنی بلند، بالا، ارفع، اعلیٰ ہے کہ تمام کی تمام دنیا، کائنات اس کے سائے کے نیچے ہے۔

لوی الطور موسی نودی اخلع و احمد صلی الہ علیہ وسلم

علی العرش لم یُوذَنُ بِخَلعِ تعالہ

کوہ طور پہاڑ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ اپنے پاپوش اتار دیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش پر تشریف لے گئے اور نعلین، جوتیاں اتارنے کی اجازت نہ ملی

اور انہی جوتیوں والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت جب گھوڑوں کی طرف ہوئی تو اللہ تعالیٰ گھوڑے کے قدموں کی قسم کھاتا ہے اور فرمایا فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا اور اسی نعلین پاک کی برکتیں جب حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچیں تو آپ نے اپنی جوتیوں کو حکم دیا کہ رائے راجو جو کہ ہوا میں اڑ رہا ہے اسے نیچے لے آؤ جوتیاں رائے راجو کو نیچے لے آئیں اور اس نے کفر سے توبہ کر لی اور مسلمان ہوگیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کی برکت جب سیدنا شیخ عبدالقادرؒ تک پہنچی تو غوث پاک نے فرمایا میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے تو اس وقت کے تمام اولیائے کرام نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین پاک کی برکت جب حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمت اللہ علیہ تک پہنچی تو حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ نے لاکھوں روپے دے کر اپنے شیخ کی جوتیاں خرید کر کے اپنے سر کا تاج

بنالیا اور سامری بدنصیب نے حضرت جبرائیل کے گھوڑے کے پاؤں کے ساتھ لگی مٹی لے کر اس سے بچھڑا تیار کرلیا اور بنی اسرائیل کو گمراہ کرنا شروع کر دیا الغرض انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام اور اولیاء کرام کے قدموں اور جوتیوں کے طفیل اللہ تعالیٰ اہل دنیا کی تکالیف کو دور کرتا ہے اور ان کی حاجت روائی کرتا ہے حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب معراج شریف پر گئے تو آپ نے واپس آ کر کہا اے بلال میں نے تیری جوتیوں کی آواز جنت کے اندر سنی ہے حضرت زرائم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم جب مدینہ عالیہ میں وفد کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں اور قدموں کو بوسہ دیا اور برکت حاصل کی اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب مسلمانوں پر خصوصی فضل، کرم فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین پاک کے طفیل اور کتاب کے مصنف کے طفیل جن جن حضرات نے جس حوالے سے بھی اس کتاب کی جو خدمت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور دارین کی آفات' بلیات سے محفوظ فرمائے

قال را بگذار مرد حال شو
زیر پائے کامل پائمال شو

نائب خطیب جامعہ داتا دربار
محمد الطاف نیروی

حرفے چند

میرے آقا حضورﷺ اگرچہ عالمین کی لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے لیکن ان کے بھیجے جانے کو (بعثت محمدیﷺ کو) اہل ایمان پر اللہ کا احسان فرمایا گیا۔ شاید اس لیے کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے' اس کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا کی گئی ہے' اسے کسی حدتک مجبور' کسی حدتک مختار بنایا گیا ہے...... اور انسانوں میں سے جو نیکی کی راہ پر چلتے ہیں' برائیوں سے بچانے والا دین اختیار کرتے ہیں' حضور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء پر اور آپﷺ کے خالق و معبود (جل وعلا) پر ایمان لاتے ہیں' وہی انسانوں میں افضل ٹھہرتے ہیں۔

حضور سرور کائنات علیہ و اسلام و اصلوٰۃ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ وہ دنیائیں بھی جو ہمیں معلوم ہیں اور وہ دنیائیں بھی جن تک ابھی انسانی آنکھ یا انسانی علم کی رسائی نہیں ہوئی' حضورﷺ کی رحمت کی مرہون احسان ہیں۔ ان میں نظام ہائے شمسی میں اربوں کھربوں جہان بھی ہیں' افلاک و سماوات' شمس' قمر' نجوم و کواکب' ملائکہ' جنات' جمادات' نباتات' حیوانات...... کے عوالم بھی ہیں اور عالم انسانیت کے وہ خوش نصیب اور بہی بخت جنہیں اللہ کریم جل شانہ العظیم کے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے محبت کا نشان امتیاز حاصل ہے' ان کے لیے حضور رسول علیہ الصلوۃ والتسلیم کو رؤف ورحیم بھی بنا دیا گیا۔

جس ہستی سے قدوس ولایزال خود محبت کرتا ہے' جس کا ذکر ان کی خاطر بلند کرنے کا اعلان فرماتا ہے' جن کے خلق کو عظیم گردانتا ہے' جن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ' جن کے فرمان کو اپنا فرمان قرار دیتا ہے۔ جن سے محبت مومن کے لیے اس طرح لازمی کی گئی کہ اس حد تک محبت کا لزوم اور کسی کے لیے جائز نہیں...... کوئی صاحب ایمان اس ہستی کو نسبتوں کو سلام کیے بغیر کیسے رہ سکتا ہے۔ جن حضرات کو عظمت مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والثناء کا پوری طرح ادراک ہوگیا تھا' جنہوں نے خالق و مالک کی اس محبوب ہستی کو قوت وقدرت کا احساس کرلیا تھا...... وہ جو قرن اول کے مسلمان تھے' صحابیتؓ رسول (ﷺ) کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے...... وہ تو حضور اکرمﷺ کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے' سرکار ابد قرارﷺ کے مبارک تھوک کو ہاتھوں پر لیتے اور چہرے پر ملتے تھے۔ ابو مخذورہؓ کے سامنے کے بالوں پر سرکار والا تبا کاﷺ مبارک ہاتھ لگا' انہوں نے زندگی بھر ان بالوں کو نہیں کٹوایا۔ عبداللہ بن عمرؓ تمام عمر اس درخت کی آبیاری کرتے رہے' جس کے سائے میں ایک بار ان کے آقا حضورﷺ نے آرام فرمایا تھا۔ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نےﷺ حالت صوم میں حضور سید و سرور عالمیانﷺ کا بچا ہوا پانی پی لیا تھا۔ ابو ایوب انصاریؓ ساری رات بچوں

کو لے کر دیوار کے ساتھ لگے رہے تھے کہ سرکار ﷺ نیچے ہیں، ہم چھت پر کیسے چل پھر سکتے ہیں۔ امیر المؤمنین فارق اعظمؓ اپنے کا وظیفہ کم مقرر کرتے ہیں اور اسامہ بن زیدؓ کا زیادہ،...... یوں کہ اسامہ حضور ﷺ کو زیادہ پیارے تھے۔

حضور فخر موجودات علیہ السلام والصلوۃ کے وضو کا پانی جس گھاس پر پڑتا تھا، آپ ﷺ کے حجرہ عائشہؓ میں مقیم ہونے پر وہ گھاس استن حناہ کی طرح زاری تو نہ کر سکی مگر فرقت برداشت نہ کرتے ہوئے سوکھ گئی۔ اس کے تنکے صحابہ کرامؓ نے تقسیم کر لیے۔ ایک تنکا خانقاہ نیازیہ، بریلی شریف میں جو درود پاک کے ورد سے عرق گلاب میں رقص کرتا ہے۔ شاہ عبدالغنی نیازی نے اپنی کتاب ''حقیقت محمدی ﷺ میں دعویٰ کیا ہے کہ لوگ اب بھی یہ منظر دیکھ سکتے ہیں۔

ایسے میں، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اہل محبت کے لیے اس مبارک جوتے کا کیا مقام ہے جسے آقا حضور ﷺ کے زیب پائے مبارک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

جب رب کریم جل جلالہٗ نے اس شہر کی قسم کھائی جس میں حضور اکرم نور مجسم ﷺ چلتے پھرتے رہے تو شہر کا نام نہیں لیا، حالانکہ اس وقت وہ مکہ مکرمہ ہی تھا۔ علماء حق لکھتے ہیں کہ جب تک حضور پرنور ﷺ یہاں رہے، یہ قسم مکہ مکرمہ کی تھی، جب یثرب کو مدینہ النبیؐ بنایا تو قسم وہاں کی ہوگئی۔ میں کہتا ہوں کہ رب قدوس و کریم کا بلد'' کہنا اور کسی شہر یا مقام کا نام نہ لینا اس حقیقت پر دال ہے کہ جہاں جہاں میرے آقا حضور ﷺ کے نعلین پاک گئے، یہ قسم ہر اس مقام کی ہے۔ سرکار ﷺ بلد امین کی گلیوں میں پھریں تو قسم مکہ مکرمہ کی اور بنوسعد کے قبیلے کے نصیب جگائیں تو قسم وہاں کی۔ آقا حضور ﷺ شام، یمن، جرش، بحرین، حبشہ، جعاشہ، نجد، نبران، فلسطین، عمان، دبا، مشقر، مصر...... اور آردی سی باڈلے کے بقول اگر تجارت کی غرض سے حلب، انطاکیہ، بیروت، پامیریا اور بعلبک بھی تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کے نعلین پاک کی بدولت یہ قسم ان مقامات کا بھی احاطہ کرتی رہی۔ سرکار ﷺ ذوالجاز، عکاظ، حباشہ، سوق ہجر، ذوالمجنہ وغیرہ کی تجارتی منڈیوں میں قدم رنجہ فرماتے رہے تو یہ قسم وہاں بھی ساتھ رہی۔ حضور محبوب خدائے کریم علیہ التحیہ والتسلیم غار حرا پر جاتے رہے، یا آپ ﷺ نے طائف یا دیگر قبیلوں کیطرف سفر فرمایا تو قسم ہم رکاب رہی۔ سفر معراج ہوا تو یہ قسم رفیق سفر تھی۔ ہجرت ہوئی تو صدیق اکبرؓ اور عامر بن فہیرہؓ سے زیادہ قرب نعلین پاک کو حاصل رہا۔ اللہ تعالیٰ کی اس قسم کا تعلق حضور انام علیہ الصلوۃ والسلام کے چلنے پھرنے سے تھا، اس لیے قسم نے راہ ہجرت میں بھی رفاقت نبھائی۔

حضور رحمت ہر عالم ﷺ نے ابوا، ابواط، ذوالعشیرہ اور بنوغفار کے سفارتی سفر فرمائے تو نعلین مبارک اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہمراہ رہی۔ صفوان، سویق، حمراء الاسد اور غابہ میں حملہ آوروں کا پیچھا کیا گیا تو یہی صورت تھی۔ بنولحیان تک قاتلوں کا تعاقب ہوا، بنوقینقاع، بنی نضیر، بنوقریظ اور مکہ

تک معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کے استحصال کے لیے نعلین مبارک نے حرکت کی‘ حضور علیہ ﷺ چیلنج کے جواب میں بدر تک گئے‘ غزوہ ذات الرقاع میں دشمن پر دباؤ ڈالنے کی نیت سے تشریف لے گئے‘ یا اپنی حفاظت کے لیے بدر‘ احد اور احزاب کی جنگوں کی قیادت فرمائی تو نعلین مبارک اور سوگند کردگار ہم قدم رہے۔ قرقرۃ الکدر‘ بنو غطفان‘ بنو سلیم‘ دومۃ الجندل‘ مریسیع‘ حدیبیہ‘ خیبر‘ حنین‘ تبوک اور مکہ مکرمہ کے اسفار میں بھی یہی کیفیت رہی۔ احد اور حنین میں جب نعلین مبارک کی استقامت ضرب المثل ہوئی تو اگرچہ یہ چلنے پھرنے کی حالت نہیں تھی لیکن ذوق کہتا ہے کہ قسم ذوالجلال سایہ فگن رہی۔

میں تو کہتا ہوں کہ حضور محبوب کردگار علیہ ﷺ کی مبارک جوتی ۵۳ برس مکہ مکرمہ میں زیر استعمال رہی تو اس شہر کی قسم کا اثر ماہ وسال کے حوالے سے یوں سامنے آیا کہ قیامت تک کے اہل ایمان کو مژدہ سنا دیا گیا کہ یہاں کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے۔ سید وسرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ دس برس مدینہ میں چلتے پھرتے رہے تو نعلین سرکار علیہ ﷺ کی برکت سے یہاں کی ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نماز کے برابر ٹھہرا۔ نعلین پاک نے افلاک‘ عرش‘ لامکان کی سیر کی تو اس کی برکت سے مومن جہاں بھی نماز پڑھے‘ اسے ایک نماز پر دس نمازوں کا ثواب تا قیامت ملتا رہے گا‘ کہ یہ معراج کا تحفہ ہے اور رضاعت‘ تجارت‘ سفارتی معاہدوں‘ فوجی گشت اور غزوؤں کی غرض سے حضور سرکار دو عالم علیہ ﷺ کے مبارک جوتے جس زمین سے مس ہوتے رہے‘ اسے یہی اعزاز بخشتے رہے۔ جو ذرے اس نعل پاک سے لگتے ہوں گے‘ وہ یا تو پہلے سے مطہر ہوتے ہوں گے کہ اس نعل مبارک کی قدم بوسی کے قابل تھے‘ یا مس ہوتے ہی رفیع المرتبت بن جاتے ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور سینا پر **فاخلع نعلیك** کا حکم ہوگیا تھا کہ اس تقدس مآب وادی کے اعزاز میں جوتے اتار دیجئے لیکن محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے لیے تو عرش و کرسی کی رفعتوں اور لامکاں کی پہنائیوں میں بھی ایسے کسی حکم کی گنجائش نہ نکلی۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

علی راس هذا الکون نعلم محمد ﷺ

علت فجمیع الخلق تحت ظلاله

لدی الطور موسیٰ نودی اکلاع و احمد ﷺ

علی العرش لم یوذن بخلع نعاله

(اس کائنات کے سر پر نعل مصطفیٰ علیہ ﷺ ہے۔ وہ اس قدر بلند ہے کہ ساری مخلوق اس کے سایوں میں ہے۔ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کی صدا دی گئی اور احمد کریم علیہ ﷺ کو عرش

پر بھی نعلین اتارنے کی اجازت نہ ملی)

حد کا زلزلہ رکا تھا تو میرے سرکار علیہ السلام کے حکم اور نعلین پاک کی حرکت کے زیر اثر۔ اور میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ نعلین پاک چونکہ احد سے بارہا لگی تھیں' اسی لیے یہ پہاڑ جنت کا پہاڑ قرار دیا گیا۔

صحابہ کرام (علیہم الرضوان) میں سے کسی کے رتبے کی برابری' کوئی ولی اللہ' غوث' قطب' ابدال نہیں کر سکتا۔ شاید یوں بھی' کہ انہیں نعل حضور علیہ السلام کی ضوفر وزیوں اور رنگینیوں کو دیکھنے کی سعادت ملتی رہی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جریرؓ یا رافعؓ کو سرکار علیہ السلام کے پائے مبارک اور نعل مبارک درمیان ہاتھ لگانے کی سعادت ملی۔ سوچئے کہ اس طرح ان کا مقام کیا بنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ' یہ نعلین مبارک اٹھانے اور اپنے آقا حضور علیہ السلام کو پہنانے کا شرف حاصل کرتے تھے۔ ان کے علو مرتبت کا اندازہ کون کر سکتا ہے اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعل مبارک کو سینے گانٹھنے کا مرتبہ نصیب ہوا' ان کی رفعتوں کا شمار کس کے بس میں ہے۔

نعلین مصطفیٰ علیہ السلام جس زمین کے ساتھ مس ہوئیں' اس کی برکت اور عظمت ضرب المثل بنی۔ یہ عرش و لامکاں تک پہنچیں تو اس کی سربلندی کا باعث بنیں۔ یہ جس شخص کے سر کا تاج بن جائیں' اس سے بڑا تاجور کون ہوگا۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور علیہ السلام

تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اور'......... جو شخص حاجات پوری کرنے کے لیے ان کے نقش کو سر پر رکھ کر دعا کرے' اس کی دعا کیوں پوری نہ ہوگی۔

بخاری' مسلم اور ترمذی میں ہے کہ حضور اکرم علیہ السلام نے جوتوں میں نماز پڑھی۔ اس سے کچھ لوگ جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یارو! وہ نعلین پاک تو عرش پلٹ دتھیں۔ انہیں تو سرکار علیہ السلام کے مبارک پاؤں کا لمس نصیب ہو چکا تھا۔ ان سے تو جو ذرہ لگتا تھا' طاہر و مطہر ہوتا تھا یا ہو جاتا تھا۔ وہ تو معراج کی منزلوں کی ہمراہی تھیں'...... مسجد میں آ گئیں تو مسجد کی طہارتوں اور نظافتوں میں اضافے کا باعث ہوئیں۔ خاک اور عالم پاک کی نسبت جسارت محض ہے۔ ہم پلید' ہمارے پاؤں گندے' ہمارے جوتے نجس۔ مقامات کی لامکاں تک رسا حیثیت کے ساتھ ہماری نسبت کا تصور ہی گناہ کبیرہ لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے!

امام احمد المقری رحمتہ اللہ تعالیٰ کی سوچ پاکیزہ ہے کہ انہوں نے لطافتیں بکھیرنے والے مقدس جوتوں کے مقام کو پہچانا۔ ان کا قلم مدح نعلین حضور علیہ السلام میں سر بہ خم ہوا تو عرش

آسا ہو گیا۔ انہوں نے اس موضوع پر کتاب تالیف کی تو گویا ہما ان کے سایہ پا میں آ گیا' اس کاوش نے انہیں تاجدار بنا دیا۔ وہ ارباب محبت کی مدحتوں کا ہدف بن گے۔ مفتی محمد خان قادری اور محمد عباس رضوی نے اس کتاب کے اردو ترجمے کے ذریعے دین و دنیا کی سعادتیں سمیٹ لیں۔ اور ۔۔۔۔ میں محمد طفیل بھٹی مدنی کے ذوق عقیدت کے معیار کے برابر الفاظ نہیں پاتا کہ انہوں نے بار بار اس کتاب کی اشاعت و تقسیم کا اہتمام کیا۔ اللہ کریم ان کے حسن نیت کی پذیرائی فرمائے اور شدائد قیامت کے ماحول میں انہیں ظل نعلین حضور ﷺ نصیب رہے۔
آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

متمنی ظل نعلین حضور ﷺ

عبد مذنب
راجا رشید محمود

فضائل وبرکات نعلین پاک سید عالم ﷺ

سید عالم نورِ مجسّم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی نعلین پاک کے فضائل و برکات انسان کے فہم وِادراک سے بالاتر ہیں۔ جب سید عالم ﷺ معراج کی رات عرشِ اعظم پر پہنچے تو عرش نے دامنِ اجلال کو تھام کر زبان حال سے عرض کیا:

آپ ہی ہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کہ حق تعالیٰ نے اپنے اِجلال احدیت سے مشاہدہ کرایا اور اپنے جمال صمدیت سے مطلع فرمایا، اور میں غمزدہ آہیں بھرتا ہوں کہ کوئی راہ نہیں پاتا کہ کس راستے سے داخل ہو کر اپنے کام کی گرہ کھولوں۔ باوجودیکہ حق تعالیٰ نے مجھے اعظم خلق بنایا ہے اور میں ہیبت، تحیّر اور خوف میں اے نبی ﷺ واقعۂ ہوں۔ جب پروردگار نے مجھے پیدا فرمایا تو میں اس کے ہیبت و جلال سے کانپنے لگا۔ پھر میرے پائے پر لکھا: لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تو میں ہیبت سے اور زیادہ کانپنے لگا۔ پھر جب محمدٌ رسول اللہ لکھا تو میرا اضطراب کم ہو گیا۔ آپ کا اسم گرامی میرے دل کے چین کا باعث بنا۔ مجھ پر آپ کے اسم گرامی کی برکت رونما ہوئی۔ اب تو کیسی برکتیں حاصل ہوں گی۔ اے نبی ﷺ کہ آپ کی نظر مبارک مجھ پر پڑ گئی۔[1]

منقول ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس میں پہنچے تو حکم ہوا کہ نعلین اتار لیں۔ فرمایا: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ۔ ہمارے نبی ﷺ جب عرش معلیٰ کے فرش پر پہنچے تو حکم ہوا: يَامُحَمَّدُ لَا تَخْلَعْ نَعْلَيْكَ کہ اے محمد! (ﷺ) آپ نعلین نہ اتاریں۔[2]

جب حضور پاک ﷺ عرش معلیٰ پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ نے عرش معلیٰ کی برتری اور فضیلت کے پیش نظر اپنے نعلین اتارنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نعلین سمیت عرش پر تشریف لائیں۔ حضور پاک ﷺ نے عرض کی: یااللہ موسیٰ کلیم اللہ وادی طور پر گئے تو انہیں حکم ملا تھا کہ نعلین اتار دو یہ وادی مقدس ہے۔ عرش تو وادی طور

سے بھی زیادہ مقدس ہے بلکہ لاکھوں درجے زیادہ مقدس ہے۔ [3]

نقل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب عرش کے قریب پہنچے تو جنابِ الٰہی سے خطاب آیا کہ اے میرے حبیب! آگے چلے آؤ۔ تب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے نعلین مبارک اتارنی چاہی تو عرش مجید لرزہ میں آیا اور آواز آئی اے میرے حبیب! نعلین مبارک پہنے ہوئے عرش پر قدم رکھئے تاکہ آپ کے قدم کی بدولت میرا عرش قرار پائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا یاالٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا نعلین اتارو اس لیے کہ تحقیق آپ اسی وادی مقدس طویٰ میں ہیں۔ جب تیرا عرش کوہ طور سے کئی درجے افضل ہے تو میں کس طرح نعلین سمیت عرش پر چلا آؤں۔ تب حکم ہوا کہ اے میرے حبیب! موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا اس لئے حکم ہوا تھا کہ طورِ سینا کی خاک اس کے قدموں کو لگے اور موسیٰ علیہ السلام کی شان بلند ہو۔ اور آپ کو نعلین سمیت عرش پر آنے کا حکم اس لئے ہوا ہے تاکہ آپ کی نعلین کی خاک عرش کو لگے اور عرش کی عظمت زیادہ ہو۔ [4]

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نعلین مبارک کی شان میں رباعی لکھی ہے:

علی روس هذا الکون نعل محمد

علت فجمیع الخلق تحت ظلاله

ندی الطور موسیٰ نودی اخلع واحمد

علی العرش لم یؤذن بخلع نعاله

یعنی حضرت رسول کریم ﷺ کی نعلین مبارک کی یہ شان ہے کہ جب آپ ﷺ معراج پر گئے تو نعلین ساری کائنات کے سر پر تھی اور تمام مخلوق اس نعلین مبارک کے سائے کے نیچے تھی اور کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا ہوئی کہ آپ نعلین پاک اتار دیجئے اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو عرش پر نعلین مبارک اتارنے کا اذن نہ ملا۔ [5]

پس معلوم ہوا کہ جب آپ ﷺ نے نعلین مبارک سمیت عرش پر قدم رکھے تو عرش کو قرار آگیا اور وہ پر سکون ہو گیا اور اس کی عظمت بلند ہوئی۔ نعلین پاک کو یہ فضیلت اور

شرف سید عالم ﷺ کے قدمین شریفین سے مَس اور وابستہ رہنے کی وجہ سے حاصل تھے۔

روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کی مسجد شریف کھجور کے تنوں پر قائم تھی۔ منبر شریف کی تعمیر سے پہلے آپ ﷺ اس کے ایک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب منبر شریف بنایا گیا تو اسے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس تنے سے رونے کی آواز سنی گئی جیسے اونٹنی روتی ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس تنے سے فرمایا کہ حنانہ اگر تو چاہے تو تجھے اس باغ میں بو دیا جائے جہاں تو پہلے تھا اور تیرے رگ و ریشے کو مکمل کر دیا جائے اور تیری شاخوں کو تر و تازہ کر دیا جائے اور تجھ سے پھل نمودار ہوں اور اگر تو چاہے تو تجھے جنت میں جما دیا جائے تاکہ محبوبانِ خدا تیرے پھل کھائیں۔ اس کے بعد حضور پاک ﷺ نے اپنے مبارک کانوں کو اس جانب کیا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ پھر فرمایا وہ کہتا ہے کہ یا رسول اللہ مجھے جنت میں قائم کر دیا جائے تاکہ محبوبانِ خدا کو اپنا پھل کھلاؤں، یہی وجہ ہے جہاں نہ میں پرانا ہوں گا اور نہ مجھے فنا ہو گی۔ ان باتوں کو حضرت برکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سنا جو کہ اس کے قریب تھے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا میں یہی کرتا ہوں اور فرمایا تو نے دارِ فنا پر دارِ بقا کو پسند کیا۔ ۖ

پس معلوم ہوا کہ درخت کے تنے کو یہ سعادت اور برکت سید عالم ﷺ کے جسم اقدس سے مَس ہونے کے سبب حاصل تھیں اور اسے آپ ﷺ سے جدائی کا بھی شعور تھا کہ آپ کے فراق کے سبب روتا تھا۔ مسجد نبوی میں آج تک ایک ستون ہے جو اُستن حنانہ کے نام سے موسوم ہے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ علی بن ادریس یعقوبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

کہ میرے شیخ طریقت حضرت شیخ علی بن الهیتی ایک روز مجھے اپنے ساتھ لے کر سیدنا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میرے متعلق آپ سے عرض کیا کہ یہ آپ کا مرید ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے جسم اقدس پر ایک جبہ تھا جسے اتار کر مجھے پہنا دیا اور فرمایا کہ اے علی! تو نے

تندرستی اور عافیت کا لباس پہن لیا ہے-اسے جبہ کو پہننے کے بعد 65 برس ہو گئے کہ اب تک مجھے کسی قسم کی بیماری لاحق نہیں ہوئی-۷

معلوم ہوا کہ سیدنا غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے جسم اقدس سے مَس اور وابستہ رہنے کے سبب آپ کے جُبے مبارک کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ تندرستی کا لباس بن گیا اور وہ دوسرے تمام جُبوں سے ممتاز ہو گیا-پس کیا کہنا سید عالم ﷺ کے نعلین پاک کا جو آپ ﷺ کے قدموں سے مَس رہتے تھے اور ان کی کانٹوں اور دیگر آلودگیوں سے حفاظت کرتے تھے - اسی واسطے وہ آپ ﷺ کے ساتھ عرش پر پہنچے اور معراج پائی-

نعلین پاک حضور ﷺ کی توصیف میں بزرگوں نے بہت کچھ لکھا ہے، حضرت شیخ محمد ابن فرج السبتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی منظوم عربی نظم میں فرمایا کہ یہ نقش اس نعل کا ہے جسے اس ذات اقدس نے پہنا جس کا کوئی مثل نہیں-تیرے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ خیر الوریٰ کی نعل مقدس ہے-جو ہر بلندی سے بلند ہے-صاحب معراج کی نعل مقدس میں ہر بیماری کی شفاء ہے-اسے سو سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر چوما کر اور شفا کے لئے اسے تکلیف والی جگہ پر لگا-دیگر بزرگوں نے اس کی یوں تعریف کی ہے کہ اے زیارت کرنے والے نعلین کے، عاجزی کے ساتھ انہیں بوسہ دے اور اس بات کو ذہن نشین کر لے کہ نعلین پاک سید عالم ﷺ کے ساتھ آسمانوں کے اوپر بلند ہوئے-ان پر اپنی پیشانی رکھ اور برکت حاصل کرنے کے لیے اپنا وسیلہ بنا-۸

حضرت قاسم ابن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نقش مبارک کی آزمائی ہوئی برکات سے یہ ہے کہ جو شخص اس نقش کو اپنے پاس تبرکاً رکھے گا وہ ظالموں کے ظلم سے، دشمنوں کے غلبے سے، شیطان مردود کے شر سے، ظالم سلطان کے ظلم سے، اور ہر حاسد کی نظر بد سے امان میں رہے گا-بے شمار علماء نے صراحت فرمائی کہ یہ نقش پاک جس لشکر میں ہو اس کو کبھی شکست نہ ہو گی-جس قافلے میں ہو وہ لوٹ مار سے محفوظ رہے گا-جس گھر میں ہو وہ جلنے سے محفوظ رہے گا اور جس سامان میں ہو وہ چوری سے محفوظ رہے گا-جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق ہونے سے بچی رہے گی-۹

کیا خوب کہا ہے بزرگوں نے کہ :

جو سر پر رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں
اُس کو نہ ملیں منزلِ معراج کی راہیں
جو آپ کے نقشِ کفِ پا تک نہیں پہنچا

سید نصیر الدین ہاشمی قادری برکاتی
مصنف کتب مظہر جمال مصطفائی و جمال غوثیہ

---

۱ شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی، شاہ : مدارج النبوت، حصہ اول (مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) ص،۳۰۸-۳۰۹
۲ ملا معین کاشفیؒ : معارج النبوت، حصہ اول (مطبع مکتبہ نبویہ، لاہور) ص،۲۶۳-۲۶۲
۳ محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی، علامہ : تفسیر نبوی (مطبع، مکتبہ نبویہ، لاہور) ص۹۰-۸۹
۴ فیض محمد، علامہ : درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج (مطبع، نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۷۲
۵ ایضاً : " " " ص ۱۷۴
۶ شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی، شاہ : مدارج النبوت، حصہ اول (مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) ص،۳۵۳-۳۵۲
۷۔ نورالدین شطنوفیؒ، علامہ : بہجۃ الاسرار (مطبع، اللہ والے کی قومی دکان، لاہور) ص ۱۳۸
۸۔ احمد المقری التلمسانیؒ، امام : فتح المتعال فی مدح النعال (عربی)
محمد خان قادری، مفتی : فضائل نعلین حضور (مطبع، عالمی دعوت اسلامیہ، لاہور) ص،۳۱-۲۳۰، ۴۷-۲۴۶
۹۔ احمد المقری التلمسانیؒ، امام : فتح المتعال فی مدح النعال (عربی)
محمد خان قادری، مفتی : فضائل نعلین حضور (مطبع، عالمی دعوت اسلامیہ، لاہور) ص،۳۱-۲۳۰، ۴۷-۲۴۶

برکات نعلین پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حسن اختر احسن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سارے جہاوں کے واسطے رحمت ہے۔ آپ ﷺ کی ہر بات میں، آپ کی ہر شے میں اور ہر عمل میں انسانیت کی خیر ہے کیونکہ آپ ﷺ خیر البشر ہیں۔ آپ ﷺ کے نقش کف پا کے فیض سے انسانوں کے مقدر بدل جایا کرتے ہیں تو پھر آپ ﷺ کے نعلین پاک خیر وبرکت کا باعث کیوں نہ ہوں گے؟---- اگر عقیدہ سچا اور عقیدت پکی ہو تو خیر ہی خیر اور برکت ہی برکت ہوتی ہے...... حضور پاک ﷺ کے قدم مبارک کو، نقش قدم پاک کو اور نعلین پاک کو بطور "تبرک" باعث عقیدت و احترام قرار دینا کسی بھی اعتبار سے مسئلہ نہیں ہے۔ جو لوگ اس بارے میں الجھتے ہیں، ان کے لیے حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کی کتاب "کشف المحجوب" سے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں :

"......اور میں علی بن عثمان جلابیؒ ملک شام میں حضرت بلالؓ-- مؤذن پیغمبر ﷺ کے روضہ مبارک پر سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں اپنے آپ کو مکہ معظّمہ میں دیکھا...... اور دیکھا کہ پیغمبر ﷺ باب بنی شیبہ مبارک سے اندر تشریف لائے اور ایک بوڑھے شخص کو اس طرح بغل میں لیے

ہوئے تھے جس طرح بچوں کو شفقت سے بغل میں لیتے ہیں--- میں فرط محبت سے دوڑ کر حضور ﷺ کے سامنے گیا اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا...... اور تعجب سے سوچ رہا تھا کہ وہ بوڑھا کون ہے ؟ --- کہ حضور ﷺ نے بطور معجزہ میرے دلی اندیشہ پر اطلاع پاکر فرمایا کہ یہ شخص تیرا اور تیرے اہل ملک کا امام یعنی امام ابو حنیفہؒ ہے......" (چھٹی فصل 'گیارہواں باب)

عوام الناس کے فائدے کے واسطے جناب الحاج محمد طفیل بھٹی نے محترم مفتی محمد خان قادری اور محترم علامہ عباس رضوی کی محنت و کاوش سے یہ کتاب "فضائل نعلین حضور ﷺ" (اردو ترجمہ) شائع فرما کر بڑی خدمت انجام دی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے واسطے کام کرنے والے تمام حضرات کی خدمت جلیلہ کو قبول فرمائے اور اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور پاک ﷺ کے نعلین مبارک کی فضیلت و برکات کے بارے میں علماء کرام ہی بہتر طور سے بیان فرما سکتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اولیاء کرامؒ نے ایسے تبرکات سے کیسے فیوض حاصل کیے ؟---- لیکن عام لوگ جو اس بارے میں زیادہ نہیں جانتے پھر بھی عقیدہ سچا اور عقیدت پکی رکھتے ہیں' وہ ایسی چیزوں سے برکات حاصل کرتے رہتے ہیں۔ تبرکات سے فیض حاصل کرنا عقید تمندی ہے۔ اسے

عبادت کا درجہ ہر گز نہیں دیا جاسکتا لیکن فیض بھی تو اللہ کا کرم اور رسول پاک ﷺ کی رحمت کا اظہار ہی ہے۔ جس کو عام الفاظ میں حصول خیر وبرکت کہتے ہیں...... اسی حوالے سے میں پنجابی زبان کے نامور درویش شاعر حضرت دائم اقبال رحمۃ اللہ علیہ (میرے والد مرحوم و مغفور) کے چند واقعات پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

دائم اقبال ۱۹۰۹ء میں چند سو نفوس پر مشتمل اس چھوٹے سے پنڈواسو (گجرات) میں پیدا ہوئے تو ان کا نام گاؤں کی مسجد کے پیش امام مولوی وزیر محمد خان درانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔ یہ نام "دائم اقبال" گاؤں والوں نے اس سے پہلے کبھی سنا بھی نہ تھا چنانچہ اس نامانوس سے نام پر بچے کے والد غلام محمد ہی کیا؟ سب ہی حیران ہوئے لیکن چونکہ پورا گاؤں نام رکھنے والے مولوی صاحب کی روحانی اہمیت کو تسلیم کرتا تھا' اس لیے یہی نام چلتا رہا...... اور آنے والے وقت نے ثابت کیا کہ اللہ والوں کی دعاؤں سے وہ لڑکا غیر معمولی حافظے' ذہانت اور محنت کشی کے جذبے سے مالا مال ہوا۔ پرائمری اپنے گاؤں میں پڑھ کر جب دس سال کی عمر میں منڈی بہاؤ الدین کے اسلامیہ ہائی سکول میں وہ داخل ہوا تو یہ عالم تھا کہ پیر فضل شاہ کی کتاب "سوہنی" چند دنوں میں زبانی یاد کر کے اپنے اساتذہ کو سنا دی۔ اس واقعہ سے اسکول میں اسے اہمیت حاصل ہوگئی------

بارہویں سال کی عمر میں تھا (۱۹۲۱ء میں) کہ دمڑی والی سرکار رحمت اللہ علیہ (میرپور) کے عرس میلہ سے ایک ملنگ بابا واسو پنڈ میں آگیا اور گاؤں

کی مسجد میں سو گیا...... جب جاگا تو گاؤں والے حیران رہ گئے کہ مولوی صاحب نے ناراض ہونے کی بجائے اس کو اپنا پہنا ہوا ایک کرتا شفقت کے ساتھ عطا فرمایا۔ ملنگ نے بھی مولوی صاحب کی خدمت میں چند تبرکات پیش کیے جن میں پیتل کا بنا ہوا ایک نقش نعلین پاکؐ بھی تھا۔ بہت چھوٹا سا یعنی انگوٹھے کے ناخن کے برابر جس میں باریک سی کنڈی بنی تھی اور کالا دھاگہ پڑا تھا تاکہ گلے میں ڈالا جا سکے......

ملنگ کے جانے کے دو تین ہفتے بعد مولوی صاحب نے غلام محمد صاحب (پیدائش۔ واسو ۱۸۸۸ء) کو بلوا کر وہی نقش نعلین پاکؐ بطور تبرک و دعا عطا فرمایا اور ہدایت کی کہ الحمد شریف پھر درود شریف پڑھ کر یہ چیز اپنے بیٹے کے گلے میں ڈال دو۔ پھول سمجھ کر ڈال دو گے تو بہت دور دور تک خوشبو جائے گی---- بہر حال تعمیل کی گئی اور تقریباً پچاس سال تک یہ چیز دائم اقبال کے گلے میں پڑی رہی۔ اماں جی (میری والدہ محترمہ بزرگوار جو بفضل تعالیٰ ابھی حیات ہیں) فرماتی ہیں کہ شادی کے بعد...... شاید ایک یا ڈیڑھ سال بعد جب میں نے پوچھا کہ یہ ننھا سا تعویذ آپ نے کب سے پہنا ہوا ہے؟ اور کس وجہ سے پہنا ہے؟ تو دائم اقبال صاحب نے بتایا کہ بابا مولوی وزیر خان درانیؒ کسی کو تعویذ نہیں دیتے اور نہ ہی جھاڑ پھونک کرتے ہیں بلکہ وہ صرف دعا کرتے ہیں۔ بابا جیؒ فرماتے ہیں کہ یہ رسول پاک ﷺ کے نعلین پاک کا نقش ہے اور خیر و برکت کے واسطے میرے گلے میں بارہ سال کی عمر میں ڈالا تھا اپنے ہاتھوں سے!------ اماں جی فرماتی ہیں کہ وہ پتیل کا تھا لیکن پرانا ہو جانے کی وجہ سے کافی کالا ہو گیا تھا اور اس پر کوئی نقش و نگار بھی نظر نہیں آتے تھے۔ میں نے کئی بار

کہا بھی کہ اس کو کسی چیز سے صاف کرالو لیکن دائم اقبال صاحب نے ہر بار منع فرما دیا کہ یہ اللہ والوں کی چیز ہے۔ جیسی ہے ویسی ہی رہنے دینا ٹھیک ہے.....

بابا جی وزیر خان درانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور نعلین پاک کے نقش کی برکت سے دائم اقبال نے اپنے لڑکپن میں ہی غیر معمولی اہمیت حاصل کرلی تھی ---- دسویں جماعت میں تھا جب بابا جیؒ نے دائم اقبال کو شعر کہنے کی اجازت دی..... دائم اقبال فرماتے تھے کہ بابا جیؒ نے مجھے علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ کا ایک نعتیہ شعر بھی بعد میں بطور "تبرک" عطا فرمایا تھا کہ اس کو باوضو پڑھا کروں، اس پر غور کروں اور اس سے فیض حاصل کیا کروں۔ وہ شعر یہ تھا؎

ناز تھا حضرت موسیٰؑ کو ید بیضا پر
سو تجلی کا محل نقش کف پا تیرا

..... وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ شعر میرے لیے واقعی "تبرک" بنتا چلا گیا۔ بابا جیؒ نے اس میں جانے کیسی دعا بھر دی تھی کہ میری چھوٹی موٹی مشکلات اس کو پڑھ کر آسان ہو جایا کرتی تھیں لیکن مولوی صاحب فرماتے تھے کہ یہ سب حضور پاک ﷺ کے "نقش کف پا" کے ذکر کی برکت سے ہوتا ہے----

حضرت دائم اقبال فرماتے تھے کہ بابا جیؒ ہی نے مجھے علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ کے پاس بھیجا تھا کہ جا کر ان کو بتاؤں کہ ایک اللہ والے

نے ان کا یہ نعتیہ شعر مجھے بطور ''تبرک'' پڑھنے کے لیے دیا ہے اور خوش خبری دوں کہ یہ شعر حضور پاک ﷺ کے حضور قبول فرما لیا گیا ہے' علامہ اقبالؒ کو مبارک ہو---- جب میں نے علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ کو اسی طرح جاکر بتایا تو وہ حیران رہ گئے تھے پھر ان کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آگئے تھے......

میں (راقم الحروف) بھی گواہ ہوں کہ حضرت دائم اقبال آخر عمر تک علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ کا یہ شعر بطور وظیفہ پڑھا کرتے تھے اور اس بارے میں کسی قسم کا تبصرہ اور بحث و تنقید سننا بالکل پسند نہ فرماتے تھے---- ان کے پیرو مرشد بابا میاں خان رحمت اللہ علیہ (جھلانہ شریف والے) نے بھی کبھی ان کو اس وظیفے سے نہ روکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بابا جی وزیر خان درانیؒ کے عطا کردہ اسی وظیفے کے طفیل جس میں حضرت دائم اقبال درود شریف اور علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے' انہوں نے زندگی کے کئی مرحلے آسانی سے طے کرلیے اور ۱۳۴ کتابیں لکھیں اور ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہ کر عالمگیر شہرت حاصل کی اور خاص طور پر پنجابی شاعری میں دوام حاصل کیا...... میں نے بھی اپنی آنکھوں سے وہ نقش نعلین پاک ان کے گلے میں پڑا دیکھا ہے اور غالباً ایوب خان کی حکومت کے خاتمہ کا زمانہ تھا (۱۹۶۹ء) جب بارشوں کی ایک رات حضرت دائم اقبال کہیں سے واپس آئے تو اگلی صبح گھر میں کافی شور کیا کہ تعویذ گم گیا ہے۔ سارے مل کر ڈھونڈو---- لیکن تلاش بسیار کے باجود

وہ نہ مل سکا اور یہی گمان رہا کہ رستے میں کہیں گر گیا اور پانی کے ساتھ بہہ گیا......

ان پے در پے صدمات نے حضرت دائم اقبال کو بہت مایوس اور خوفزدہ کر دیا اور وہ کافی بیمار ہو گئے۔ لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا' لکھنا پڑھنا ترک کر دیا اور زیادہ تر وقت جھلا نہ شریف میں اپنے پیرومرشد حضرت بابا میاں خان رحمت اللہ علیہ کے ڈیرے پر گزارنے لگے۔ کافی علاج بھی کرایا گیا لیکن کوئی دوا کام نہ کرتی تھی اور وہ روز بروز نڈھال ہوئے جاتے تھے----- انہی دنوں کی بات ہے کہ گوجر خان سے ان کے ایک عقیدت مند ماسٹر عنایت اللہ (مجھے یاد آتا ہے کہ یہی نام تھا) ان کی عیادت کے واسطے تشریف لائے۔ ماسٹر صاحب بنیادی طور پر پیر جماعت علی شاہ رحمت اللہ علیہ کے عقیدت مند تھے۔ وہ اپنے ساتھ ایک نادر چیز لائے تھے......

یہ نادر چیز چمڑے جیسی پرانی شیٹ پر ابھرا ہوا ایک "نقش قدم" تھا جس کے بارے میں ماسٹر صاحب نے بتایا کہ ان کے والد کا کوئی جاننے والا ۱۹۲ء میں یہ ترکی سے لایا تھا اور نقش قدم کا یہ عکس --- کسی ایسے عکس پاک سے مس کر کے لایا گیا تھا جو کئی سو سال پہلے دمشق میں حضور پاک ﷺ کے اصلی نعلین مبارک سے مس کیا گیا تھا...... مختصر یہ کہ ۱۹۲ء سے پہلے اور بعد میں اس عکس مبارک پر کروڑوں اربوں بار درود شریف پڑھا جا چکا تھا اور اسے بطور تبرک ماسٹر صاحب کے خاندان' عزیزوں رشتہ داروں اور واسطہ داروں میں بطور خاص، مشکل اور پریشانی میں

خیر وبرکت حاصل کرنے کے واسطے استعمال کیا جاتا تھا---- ماسٹر عنایت اللہ صاحب محبت والے آدمی تھے۔ ہم نے ماسٹر صاحب کو حضرت دائم اقبال سے ملوا دیا.....

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ عکس مبارک واقعی باعث خیر وبرکت ثابت ہوا۔ حضرت دائم اقبال کے کمرے کی دیوار پر ڈیڑھ دو ماہ لگا رہا اور وہ رفتہ رفتہ بالکل ٹھیک ہوتے چلے گئے--- فرماتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے خبر گیری فرمائی ہے اور (تین سال پہلے) گم ہونے والے نعلین پاک کے نقش کے بدلے میں یہ عکس مبارک بھیجا ہے اور نئے جنم سے نوازا ہے۔ اب پورے ۱۲ سال اور جیوں گا اور خوب جیوں گا اپنے سرکار ﷺ کے نقش قدم کے صدقے......

جب ماسٹر صاحب اپنی امانت واپس لینے آئے تو حضرت دائم نے گھر میں میلاد شریف کرایا اور گاؤں والوں کو اس عکس مبارک کی زیارت بھی کرائی اور ماسٹر صاحب کا شکریہ بھی ادا کیا۔

(نعت)

ذرے اُس خاک کے تابندہ ستارے ہوں گے
جس جگہ آپ نے نعلین اُتارے ہوں گے

بُوئے گُل اِس لئے پھرتی ہے چھپائے چہرہ
گیسو سرکارِ دو عالم نے سنوارے ہوں گے

اُس طرف ابرِ عنایات برستا ہوگا
جس طرف چشمِ محمدؐ کے اِشارے ہوں گے

تابِ نظارہ اگر ہے تو پھر آؤ دیکھو
مسندِ عرش پہ سرکار ہمارے ہوں گے

ارضِ طیبہ تجھے دیکھے کوئی با دیدۂ دِل
سو بہ سو رحمتِ عالم کے نظارے ہوں گے

ایک میں کیا میرے شاہا کہ شہنشاہوں نے
تیرے ٹکڑوں پہ شب و روز گزارے ہوں گے

لوگ تو حسنِ عمل لے کے چلے روزِ حساب
سرورا ہم تو فقط تیرے سہارے ہوں گے

اُٹھ گئی جب تیری جانب وہ کرم بار نظر
اُس گھڑی قطب ترے وارے نیارے ہوں گے

کلام :- خواجہ غلام قطب الدین فریدی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ گڑھی شریف-

(نعت شریف)

کوئی ہم پایہ نہ ثانی تیرا کونین میں ہے
تیرا سایہ بھی کہاں وُسعتِ دارین میں ہے

عَین ملتا ہے جو رَب سے تو عرب بنتا ہے
جو حقیقت بھی ہے پُوشیدہ اسی عین میں ہے

سر ترے حکم پہ جھکتا ہے سوئے بیت حرم
سجدۂ دل روح محبوب کے قوسین میں ہے

عرش کو بھی تیری پا بوسی کا اعزاز ملا
سلسلہ فیض کا ایسا تیرے نعلین میں ہے

پھول کیونکر میری آنکھوں میں جگہ پائے گا
صورت حسن ازل ہے جو مرے نین میں ہے

مُجھ سے کیا پوچھیں گے چُپ چاپ گزر جائیں گے
پاسداری تیری نسبت کی نکیرین میں ہے

عشقِ سرکارؐ نے ہر غم سے کیا ہے آزاد
مُفلسی میں بھی میری روح بڑے چین میں ہے

لیلئی یادؐ سے آباد ہوا محمل جاں
ناقہ عشق نبیؐ دوڑتی دن رین میں ہے

جس کی تابانیوں سے قطبؔ جہاں ہے روشن
ہے وہی نُور جو سبطین کریمین میں ہے

کلام :- خواجہ غلام قطب الدین فریدی
سجادہ نشین آستانہ گڑھی شریف خان پور

نعت

سرور دیں رحمت کونین کی باتیں کریں
آمنہ بی بی کے نور عین کی باتیں کریں

چین ملتا ہے دلوں کو ذکر سے سرکار کے
غم کے مارو آؤ ہم سکھ چین کی باتیں کریں

بادشاہوں کے سروں پر تاج ہیں جسکے طفیل
سید سادات کے نعلین کی باتیں کریں

اہلبیت مصطفےٰ کے ذکر سے گرمائیں دل
فاطمہ ' زہرا ' علی ' حسنین کی باتیں کریں

عرش والے جھوم اٹھتے ہیں وفور شوق سے
فرش والے جب شہ کونین کی باتیں کریں

یاد آ جاتی ہیں اس دم بنتین مصطفےٰ
جب بھی ہم عثمان ذوالنورین کی باتیں کریں

آؤ اے شہزاد ہم بغض وحسد کو چھوڑ کر
ہر گھڑی اس محسن دارین کی باتیں کریں

اثر خاصہ محمد شہزاد مجددی

نعت

جب سے دل ان کا مستقر ٹھہرا
گفتگو میں مری اثر ٹھہرا

کھل گیا اس پہ راز صبح حیات
جو مدینے میں رات بھر ٹھہرا

نسبت فخر انبیاء کے طفیل
میں زمانے میں معتبر ٹھہرا

میری معراج ہوگئی جب سے
ان کے نقش قدم پہ سر ٹھہرا

جونہی پہنچا ریاض طیبہ میں
خشک پتہ ہرا شجر ٹھہرا

راستہ گو طویل تھا لیکن
میری منزل انہیں کا در ٹھہرا

نقش پائے حضور پہ چل کر
آدمی رب سے باخبر ٹھہرا

سر پہ ہے نقش نعل سرور دیں
میں بھی شہزاد تاجور ٹھہرا

ھدیہ عقیدہ

محمد صدیق صؔبر قادری

قدماں نُوں چُم کے تے......

دَس دی پئی اے بادِ شمیم سب نوں
ساری دنیا وچ دوستو گھم کے تے
عرش فرش تے ویکھ لو پہنچ گئیاں
دُھماں نبیؐ دے پیار دیاں دھم کے تے
خاطر جنہاں دی اے لولاک بنیا
صؔبر اونہاں دا شان سبحان اللہ
عرش اعظم وی کردا اے فخر یارو
میرے آقاؐ دے قدماں نوں چمُ کے تے

قدماں وچ جھکے جیہڑے......

ہوندی اونہاں نوں دید حبیبؐ دی نئیں
ڈر دے ہجر فراق توں لکے جیہڑے
اوہ نئیں پہنچ دے منزل مقصود اُتے
رستے عشق دے چل کے رکے جیہڑے

نبیؐ پاک دے عاشقاں صادقاں دی
پڑھ کے ویکھ تاریخ تے پتہ لگے
صبر اونہاں نے شان بلند پائے
میرے آقاؐ دے قدماں وچ جھکے جیہڑے

☆

نعلِ اطہر

راجا رشید محمود

تاب اُس حسنِ جہاں تاب کی لا سکتا ہے کون
جس کی پیزار کے ذروں سے ہیں رخشاں اختر
ہو زمیں اپنی، فلک اپنا، زمانہ اپنا
تاجِ سر اپنا، نبیؐ کا ہو جو نعلِ اطہر

کیا سرا پائے پیمبرؐ کا مقام
نعل تک معراج میں ہے مقتدر

قطعہ

سیّد نقی ساقیؔ

رکھ نہ اپنا سر ایویں اغیار دے قدماں تے
رول نہ دیویں عزتّ توں بے کار دے قدماں تے
دنیا دی ہر عزت حشمت لبھدی اے
جھکِ جاندا اے ساقیؔ جو سرکارؐ دے قدماں تے

حضرت بابا بلھے شاہؒ
پیر پیغمبر اس دے بردے، انس ملائک سجدے کردے
سر قدماں دے اتے دھردے، سب توں وڈی لوہ سرکارؐ

حضرت واصف علی واصفؒ
جنہیں تیرا نقش قدم ملا غم دوجہاں سے نکل گئے
یہ میرے حضورؐ کا فیض ہے کہ بھٹک کے ہم جو سنبھل گئے

مولانا حسن رضا خان بریلویؒ
ادب سے لیا تاج شاہی نے سر پر
یہ پایہ ہے سرکارؐ کے نقشِ پا کا

جناب محترم طارق درانی
سارے رسولوں سے اعلیٰ آپ ہیں یا نبیؐ
اولیاءؒ آپؐ کے پیچھے جیسے نقشِ قدم

جناب سید افتخار حیدر
شمس و قمر سے کون بھلا تیریؐ دے مثال
ہر ذرہ نقشِ پا کا تیرےؐ آفتاب ہے

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم
چمکی تھی کبھی جو تیرے نقش کف پا سے
اب تک وہ زمیں چاند ستاروں کی زمیں ہے

حضرت احسان دانش
انؐ کا نقش قدم ہے سجدہ گاہِ عاشقاں
سربسر جانِ تمنا ہیں محمد مصطفیٰؐ

جناب ابو الامتیاز مسلم — ہے جستجو میں روزِ ازل سے یہ کائنات
نقشِ کفِ رسولؐ کی اب رہ گزر ملے

حضرت احمد ندیم قاسمی — کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیراؐ
اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیراؐ

جناب محمد علی ظہوری — ہو جائے جو وابستہ سرکارؐ کے قدموں سے
ہر چیز زمانے کی قدموں میں پڑی ہوگی

حضرت احسان دانش — دانش میری آدابِ محبت پہ نظر ہے
قبلہ ہے میرا نقشِ کفِ پائے محمدؐ

مولانا حسرت موہانی — ہاتھ آئے اگر خاک تیرے نقشِ قدم کی
سر پہ کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

جناب ابو الامتیاز مسلم — نقشِ قدم سے تیرےؐ ملا ہے زمیں کو اوج
یثرب کی خاک رشکِ سماوات ہوگئی

جناب حسن عباس رضا — مجھ گناہگار کو اِس شخص پہ رشک آتا ہے
جس کی آنکھوں میں تیراؐ نقشِ کفِ پا دیکھوں

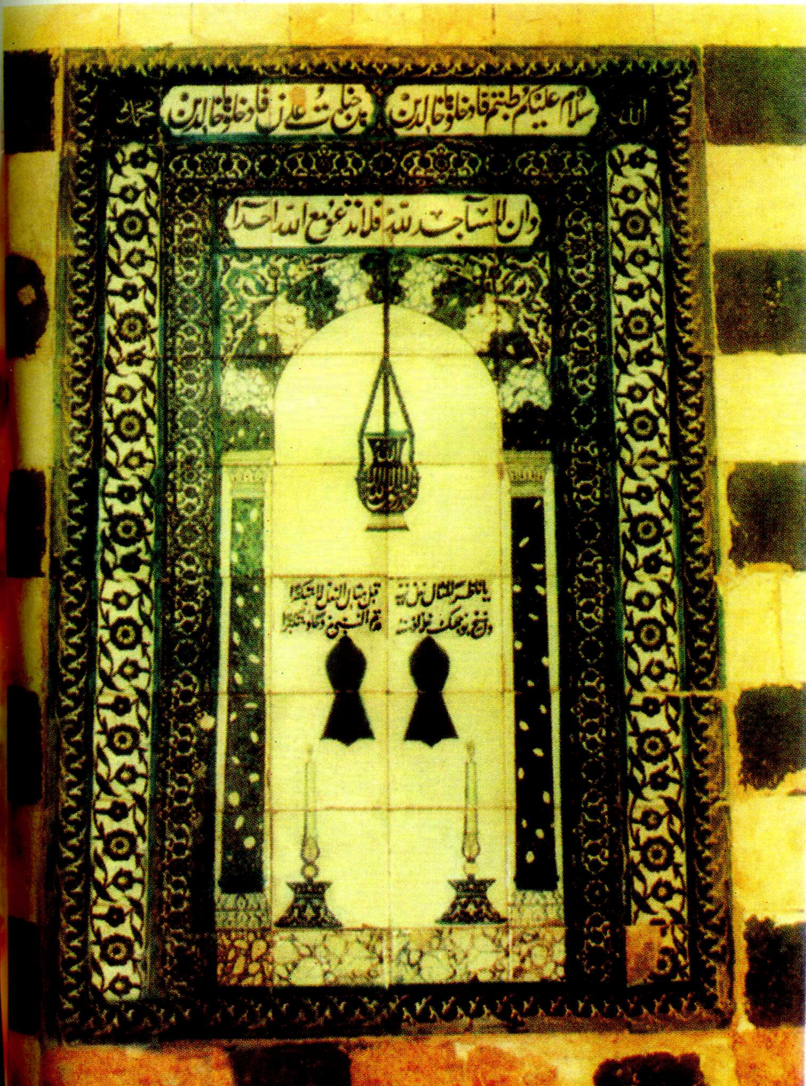
حضرت احسان دانش — انجم مثالِ نقشِ قدم ہیں جگہ جگہ
لے کر کہاں چلی یہ محبت حضورؐ کی

دمشق کی قدیم اور معروف مسجد السجقدار کے محراب پر نعلین پاک کے عکس کے اوپر درجہ ذیل رباعی تحریر ہے جو سلف صالحین کی آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے نعلین اقدس سے والہانہ تعلق کی عکاسی کرتی ہے جو عاشقان رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے لئے مشعل راہ بھی ہے اور بین ثبوت بھی ۔

يا ناظراً لمثال نعل نبيه　　قبل مثال النعل لا متكبراً
وامسح بوجهك لو ألفيت　　قدم النبي مروحاً متكبراً

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کو دیکھنے والے عجز وانکساری کے ساتھ نعلین کی تصویر کا بوسہ لو اور اگر قدم پاک کے نشان کو پاؤ تم اسے انتہائی خوشی اور فخر کے ساتھ اپنے چہرے سے لگاؤ

دمشق کے محلہ السنجقدار میں یہ جامع مسجد واقع ہے ۔ پہلے اس کا نام جامع حشر تھا ۔
دمشق میں سلطنت مملوکیہ کے نائب ارغون شاہ نے اسے تعمیر کروایا ۔ ۷۵۰ھ مطابق ۱۳۴۹ء میں ارغون شاہ کا قتل ہوا، عہد عثمانی ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء میں سنان آغا الینیجریہ کی طرف سے اس مسجد کی تعمیر نو ہوئی ۔
اس مسجد کے اہم آثار میں پتھر کا خوبصورت سامنے کا منظر Front View ہے ۔
اور اس کے گیٹ کے کچھ حصے اور دلکش مئذنہ (اذان دینے کی جگہ) ہے ۔
اس جامع مسجد کے محراب کی تصویر سعودی ایرلائنس کے رسالہ " **أهلاً وسهلاً** " شمارہ نمبر ۱۲ شعبان و رمضان ۱۴۲۰ھ صفحہ ۶۳ سے ماخوذ ہے ۔

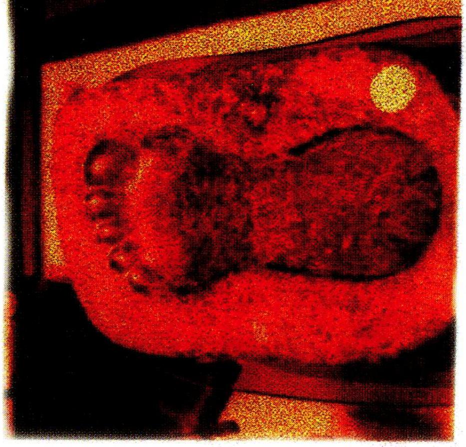


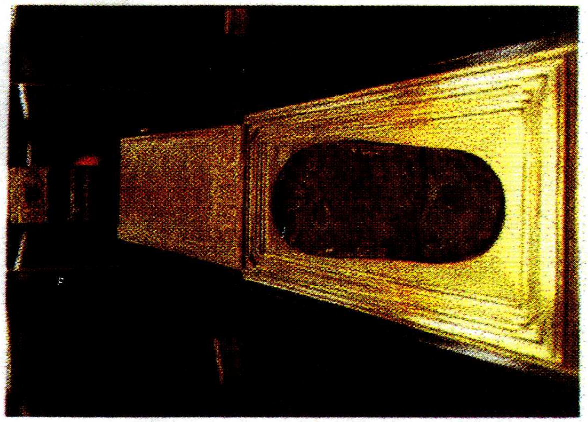
جامع السنجقدار

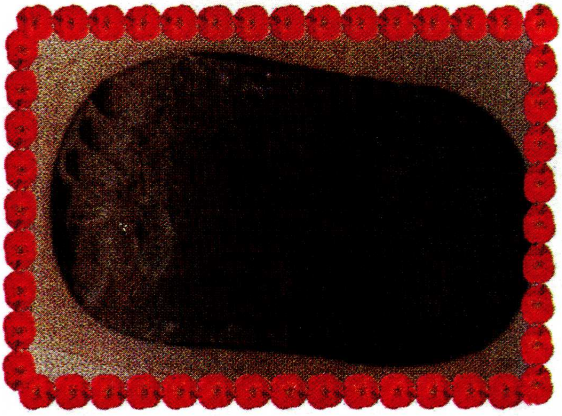
(دمشق)

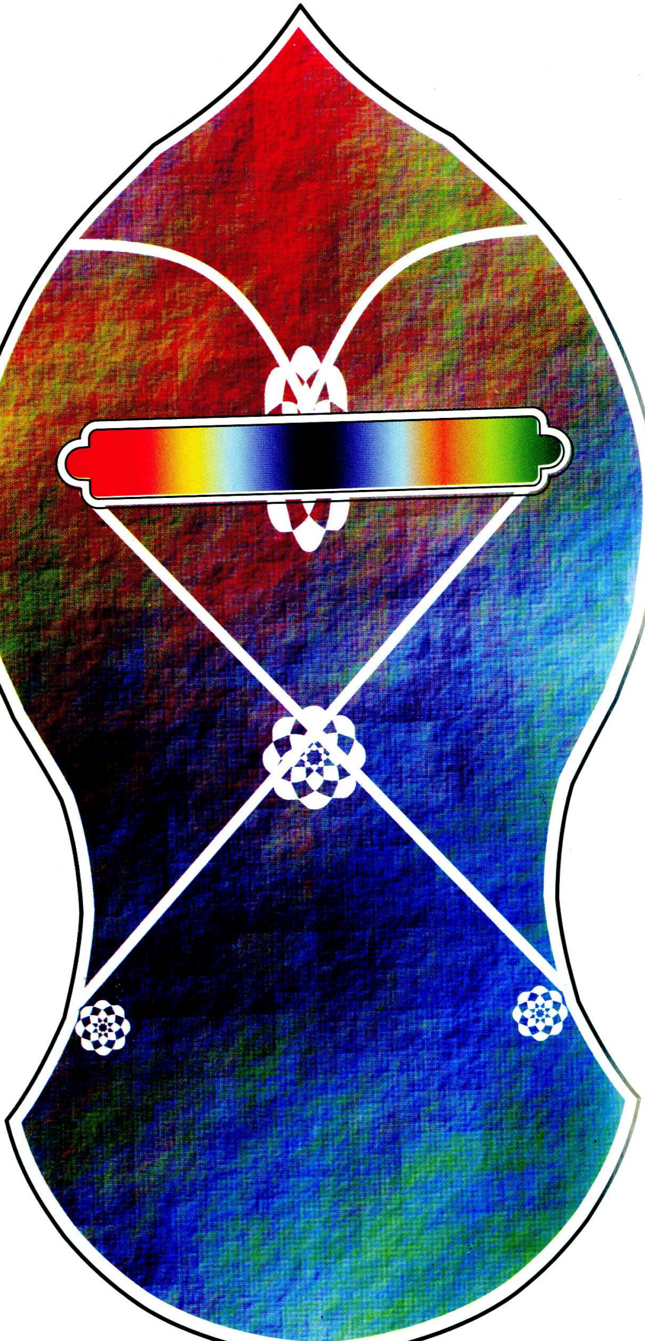
نقشِ پائے مبارک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



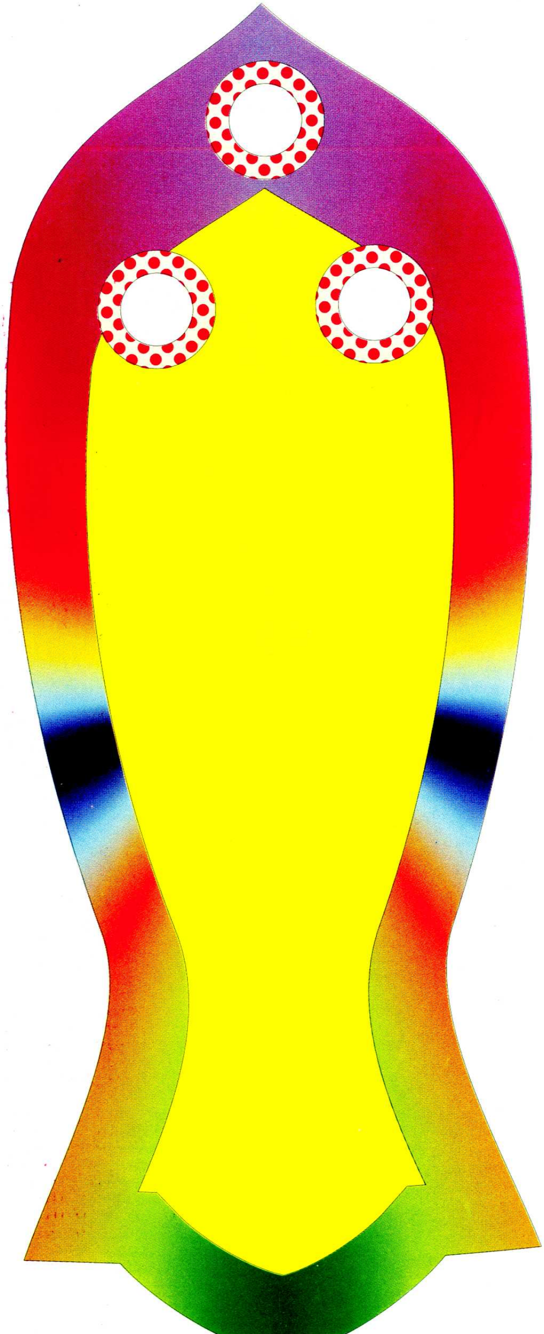




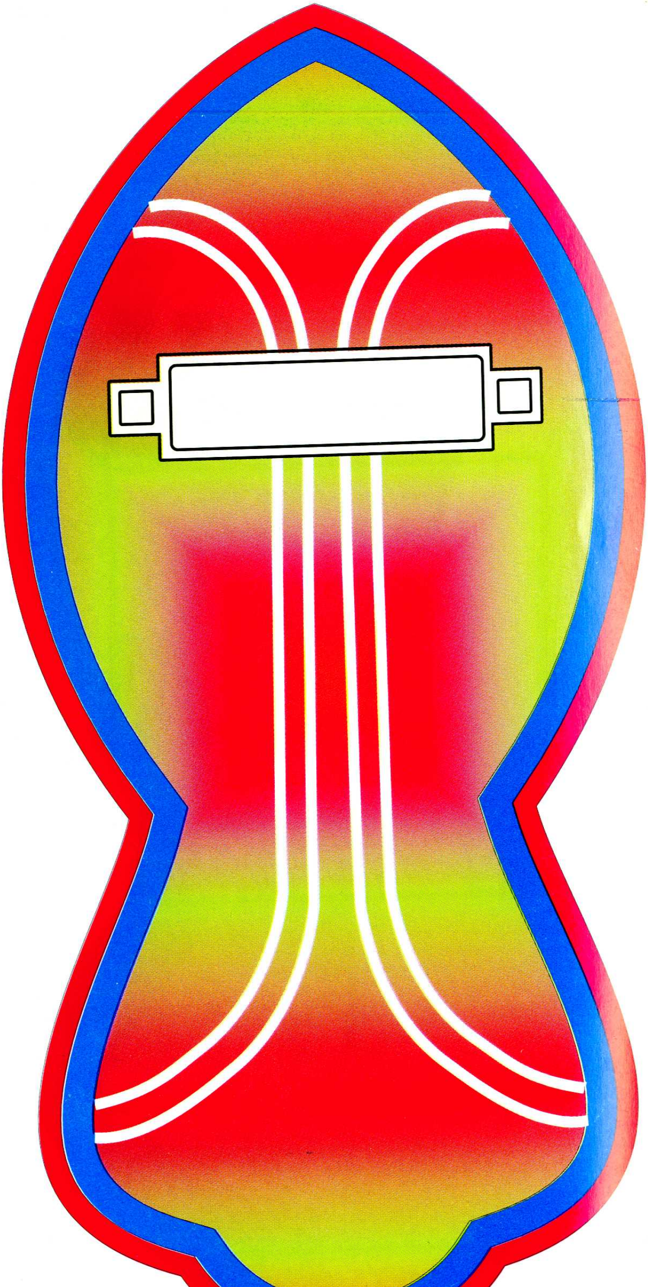


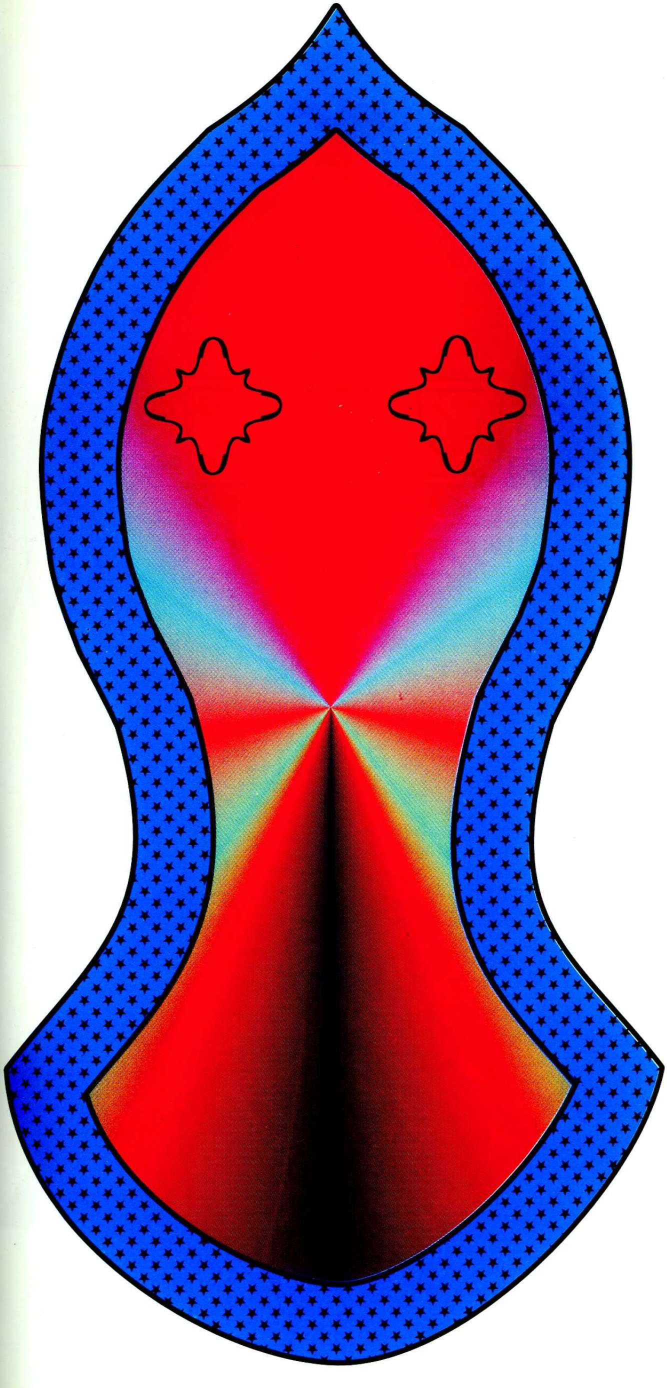




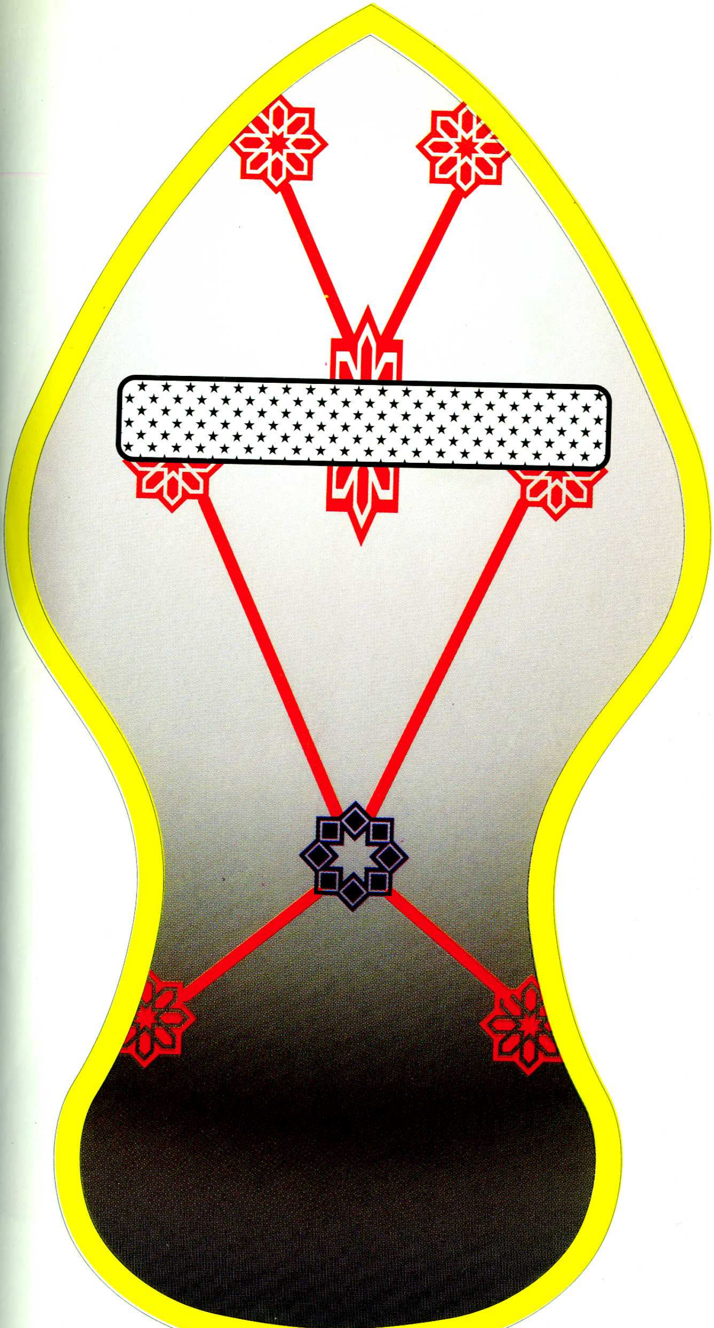












جناب جسٹس محمد الیاس

انؐ کے فیض قدم کی برکت سے
کرۂ ارض جگمگاتا ہے

جناب ابو الامتیاز مسلم

صدقہ نقش کف پا سے تیرےؐ ہے یہ عروج
عرش سے روئے زمیں پر ہے درودوں کی بہار

حضرت مولانا ماہر القادری

میرے سرکارؐ کے نقش قدم شمع ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیئے

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ

کھائی قرآں نے خاکِ رہگزر کی قسم
اس کف پاؐ کی حرمت پہ لاکھوں سلام

جناب اعظم چشتی

لگے نیں مصطفیٰؐ دے قدم جس زمین تے
اک واری اوس خاک نوں سینے تے لالواں

حضرت احسان دانش

کارواں آخر تیرےؐ نقشِ قدم پر چل پڑے
میر منزل مان کر، دانائے منزل دیکھ کر

جناب اعجاز رحمانی

نقشِ پائے نبیؐ کی بدولت ہمیں
حشر تک کے لیے رہبری مل گئی

جناب مظفر وارثی

انؐ کے قدموں کی طرف لے گئے جب ہونٹ مجھے
ہونٹ بھی نقشِ قدم بن گئے اتنا چوما

جناب ابوالامتیاز مسلم
عبد کامل توؐ تجھ ہی سے ہے عبادت کو کمال
ہے تیرے نقشِ قدم پر ہی مدارِ زندگی

جناب عبدالغفور جالندھری
مبارک ہے وہ سر جو ہو درِ محبوبؐ پہ قرباں
تیرے نقشِ قدم پر ہے جبین قدسیاں صدقے

حضرت احسان دانش
پائی نہ رسولانِ سلف نے یہ بلندی
تھا زیرِ قدم عرش معلیٰ شب معراج

جناب ابوالامتیاز مسلم
رفعتِ شان محمدؐ کا یہ ادنیٰ سا نشاں
نقشِ پا سے کہکشاں پر رہگزر ہوتی گئی

جناب صائم چشتی
تیراؐ آستاں ہے کمال گو، تیری رہگزر بھی تو خوب ہے
میرے سجدے جو تھے تڑپ رہے تیرے نقشِ پاپہ مچل گئے

جناب میاں اقتدار جاوید
حرا اور طور ہوں اور تیرے قدموں کے نشاں ہوں
میری اس آنکھ کو غاروں سے بھر دے یا محمدؐ

جناب ابوالامتیاز مسلم
یقین ہے کہ ادھر بھی تو توؐ گیا ہے ضرور
نقوشِ پا کا نشاں کہکشاں سے ملتا ہے

جناب حافظ بشیر آزاد
جو مصطفیٰؐ کے نقش قدم پر رواں ہوا
اس نے ہر ایک غم سے بچالی ہے زندگی

جناب ضیاء محمد ضیاء	زندگی کی شبِ تیرہ و تار میں مشعلِ راہ ہے نقشِ قدم آپؐ کا
حکیم عبدالطیف عارف	شاہنشاہ تیرے قدم بوس آقاؐ تو گدا تائیں شاہ بنان والا سایہ کمبل مزمل دالوڑ دااے عارف رحمتاں دے گیت گان والا
جناب ابوالامتیاز مسلم	وہؐ جو رہبر ہو تو آساں زندگی کے روز وشب اس کے نقش پا سے روشن منزل یومِ خلود
جناب اقبال صفی پوری	جہاں چراغ بنے آپؐ کے نقوش قدم ہواؤں نے بھی چراغوں کا اہتمام کیا
جناب ابوالامتیاز مسلم	مل کر جبیں پہ چین سے سو جاؤں حشر تک جو خاک پائے سید والاؐ حسب ملے
حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی	جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضورؐ تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں
جناب عبدالستار نیازی	نعلین تیری آقاؐ ہے تاج نیازی کا کچھ اور نہ جانے ہے آقا تیرا شیدائی
جناب سخی کنجاہی	میرے سر کی آبرو ٹھہری سخی وہ نعل پاک تاج میرے واسطے اس سے بڑا کوئی نہیں

جناب بیدم وارثی نعلین پاء سے عرش معلی کو ہے شرف

روح الامیں ہیں غاشیہ بردار مصطفیٰ

حضرت پیر فضل حسین اسی وی چم لیئے اوہ جوڑا جو طائف تھیں آیا

گجراتی جاناں دا وٹ ڈورا جس وچ عشاقاں نے پایا

منتخب اشعار :

سیمینار فضائلِ نعلینِ پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم 1985ء واسو

☆☆☆☆

زیرِ مطالعہ کتاب کا تعارف

فتح المتعال فی مدح النعال

اردو ترجمہ : فضائلِ نعلینِ حضورؐ

امام المقری نے یہ کتاب حضور علیہ السلام کے نعلین مقدس اور ان کے نقش کے فضائل میں تحریر کی ہے۔ اگر اس کتاب کے بارے میں یہ کہا جائے کہ تاریخ اسلام میں اس موضوع پر سب سے جامع کتاب ہے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ کیونکہ مذکورہ موضوع پر اتنا مواد نہ کسی نے پہلے جمع کیا اور نہ بعد میں بلکہ بعد کے تمام لکھنے والوں کا ماخذ و مرجع یہی کتاب ہے۔ خود مصنف نے کئی مقامات پر اسی بات کا تذکرہ کیا ہے کہ پہلے جو اس موضوع پر کام تھا وہ اس کے عشر عشیر بھی نہ تھا۔ کتاب کے ابتدائیہ میں مختلف لوگوں کے کام ونام کا تذکرہ کر کے کہتے ہیں :

وقد استو فیت وللّٰہ الحمد من قبل ومن بعدفی ھذا المئولف جمیع ماذکرہ ابن عساکر و السبتی والبلقینی وزدت علیھم ما یکون مجموع کلامھم لعشرہ عشراً.

(فتح المتعال، ۱۰)

ترجمہ : ” میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کتاب میں امام ابن عساکر، شیخ سبتی اور بلقینی کی تمام چیزوں کو جمع کر دیا ہے اور ان میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ وہ اس اضافہ کا دسواں حصہ بھی نہیں۔

شیخ احمد شہاب الدین الخفاجی شرح شفا میں حضور ﷺ کے اسم گرامی صاحب النعلین کے تحت لکھتے ہیں :

وفی کیفیة نعلیه کلام مفصل افرده بعض اهل العصر با لتا لیف.

ترجمہ : آپ کے نعلین مقدس کے اوصاف پر تفصیلی کلام کے لیے بعض معاصرین (امام المقری) نے مفصل کتاب لکھی ہے۔ (نسیم الریاض ۲ : ۴۰۴)

علامہ عبد الحیٔ لکھنوی نے اپنی کتاب "**غایة المقال فی ما یتعلق با لنعال**" میں جا بجا فتح المتعال سے استفادہ کیا ہے اور اسے اپنے موضوع پر سب سے بڑھ کر جامع کتاب قرار دیا ہے۔

وان شئت مقدارً النعل النبوی طولاً وعرضاً و الا طلاع علی کیفیته و مثاله فارجع الی فتح المتعال فان المقری جزاه اللّٰه تعالیٰ ذکر فیه الاختلاف فی مثال النعل النبوی علی ستة اقوال و بینه بغایة البسط والتفصیل ففی ذکرها غنیة. (غایة المقال ، ۱۵۸)

ترجمہ : "اگر کوئی شخص نعلین مقدس کے طول و عرض اور اس کے اوصاف و امثلہ پر آگاہی چاہتا ہے تو وہ فتح المتعال کا مطالعہ کرے اللہ تعالیٰ امام مقری کو جزا دے انہوں نے نعلین کے چھ نقش ذکر کئے اور بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے اس معاملہ میں وہ کتاب کافی ہے۔"

امام نبہانی اور فتح المتعال کا اختصار

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ امام یوسف بن اسماعیل النبہانی جیسی عظیم شخصیت نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "بلوغ الامال من فتح المتعال" رکھا۔ مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

اطلعت على عدة نسخ من كتاب فتح المتعال فى مدح النعال النبوية تاليف الامام العلامة الشيخ احمدالمقرى صاحب كتاب نفخ الطيب المتوفى ١٠٤١هجريه فوجدت فى كل نسخة زيادة على الاخرى لا نه كان كلما ظهرله زيادات يزيد ها فالحقت زوائد الفوائد على هامش نسختى بنية ان اطبعها واعمم فلم بتيسولى ذلك فاختصر ته بهذا المختصر الذى سميتة "بلو غ الامال من فتح المتعال"

(جواہر البحار، ۳: ۱۳۶)

ترجمہ: "میں امام علامہ شیخ احمد المقری صاحب کتاب نفخ الطیب المتوفی ۱۰۴۱ھ کی تصنیف فتح المتعال فی مدح النعال کے متعدد نسخوں پر مطلع ہوا تو ہر نسخہ میں مَیں نے ایسے اضافات پائے جو مصنف نے مختلف مواقع پر کئے تھے میں نے وہ تمام اضافات اپنے نسخہ پر جمع کیے تاکہ انہیں کسی وقت نفع عام کے ساتھ شائع کروں گا مگر ابھی تک یہ نہ ہو سکا۔ ہاں اس کتاب کا اختصار کر دیا ہے جس کا نام "بلوغ الامال من فتح المتعال" ہے۔

(جواہر البحار، ۳: ۱۳۶)

امام اہل محبت مولانا احمد رضا خاں قادری اس کتاب کے بارے میں رقم طراز ہیں۔ "علامہ احمد بن محمد مقری تلمسانی نے اس باب میں دو مستقل کتابیں تصنیف کیں۔ایک " النفحات العنبریه فی وصف نعل خیر البریه" ﷺ کہ وجیز و نافع ہے ۔ دوسری "فتح المتعال فی مدح خیرالنعال"کہ بسیط و جامع ہے ۔ ان کتب مبارکہ میں عجب فضائل و برکات ، دفع بلیات و قضائے حاجات کے جو اس نقشہ مبارکہ سے خود مشاہدہ کیے اور سلف صالح و معاصرین صالحین نے دیکھے بکثرت بیان فرمائے ان کا ذکر باعث تطویل ہے جو چاہے فتح المتعال مطالعہ کرے"
(شفاء الوالہ '۳۵)

مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی نیل الشفا میں اکثر مواد اسی کتاب سے لیا ہے اور لکھا ہے :

"علامہ محدث حافظ تلمسانی کتاب "فتح المتعال فی مدح خیرالنعال" میں فرماتے ہیں کہ اس نقشہ شریف کے منافع ایسے کھلم کھلا ہیں کہ بیان کی حاجت نہیں" (نیل الشفا مع زاد السعید '۴۶)

اس موضوع پر لکھی جانے والی دیگر کتب

۱:۔ نتیجة الحب الصمیم و زکاة النشیر والنظیم،
امام الحافظ ابو الربیع سلیمان بن سالم الکلاعی الاندلسی

۲:۔ خدمة نعل القدم المحمدی، شیخ الاسلام امام سراج الدین بلقینی

۳:۔ الجز فی النعل ' امام ابو الیمن ابن عساکر

٤:۔ النفحات العنبریه فی وصف نعل خیر البریة

امام احمد بن محمد المقری

٥:۔ القول السدید فی ثبوت استبراك نعل سید الاحرار والعبید

٦:۔ المرتجی بالقبول فی خدمة قدم الرسول

شیخ رضی الدین محمد بن عبد المجید قادری

٧:۔ غایة المقال فیما یتعلق با لنعال

علامہ عبد الحیٔ لکھنوی

٨:۔ شفاء الواله فی صور الحبیب و مزاره و نعاله

مولانا احمد رضا خاں قادری

٩:۔ نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ[٩]

مولانا اشرف علی تھانوی

١٠:۔ اتمام المقال فی بعض احکام التمثال

مولانا اشرف علی تھانوی

١١:۔ نور العین فی تحقیق النعلین

ابو عبد اللہ بن عیسیٰ المغربی

١٢:۔ نیل المرام فی نعل سید الانام

علامہ محمد فیض احمد اویسی

تعارف مصنف

امام احمد المقری المغربی المالکی

رحمۃ اللہ علیہ

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے :

من یر د اللّٰہ بہ خیراً فلیفقھہ فی الدین.

ترجمہ : اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

یعنی اس دنیا میں وہ لوگ نہایت ہی بخت والے ہیں جنہیں دین کا پڑھنا پڑھانا نصیب ہو جائے۔واقعۃً جو لوگ شعوری سطح پر دین کی خدمت اپنا فریضہ سمجھ کر کرتے ہیں انہوں نے ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھا اور وہ ہی اپنی منزل پانے والے ہیں خصوصاً وہ لوگ جنہیں بانی دین ﷺ کی خدمت نصیب ہوتی ہے۔ ایسی شخصیات میں سے امام احمد بن محمد المقری المغربی المالکی بھی ہیں۔ آپ اپنے وقت کی غیر معمولی اور ہمہ گیر شخصیت ہیں۔

نام : الشیخ ابو العباس احمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ ابن عبدالرحمٰن بن ابی القیس بن محمد المقری

ولادت : ۹۹۲ ہجری۔

تلمسان میں پیدا ہوئے ۔ وہیں قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے چچا مفتی تلمسان الشیخ الجلیل العالم ابو عثمان سعید بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے علوم میں تکمیل کی۔ اپنی حدیث کی سند ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

انبأ نا عمنا و مفید نا شیخ الاسلام و مفتی الانام سیدی الشیخ سعید بن احمد المقری انبأ نا کذلك الشیخ ابو عبداللّٰہ القینسی التلمسانی.

الجامع الصحیح للبخاری ان سے سات دفعہ پڑھی۔ شیخ سعید بن احمد المقری ساٹھ سال تک تلمسان کے عہدہ افتاء پر فائز رہے۔ آپ مولدً تلمسانی مذہباً مالکی، سکونتاً فاسی و مصری ہیں۔

المقری ایک قریہ کی طرف نسبت ہے

زیر نظر کتاب کے (ص ۳) پر اپنا نام یوں لکھتے ہیں:

احمد بن محمد الشہیر بالمقری المالکی المغربی

نفح الطیب کے ابتدائیہ میں ہے کہ لفظ "المقری" میم پر زبر، قاف پر تشدید ہے بعض کے مطابق میم پر زبر اور قاف ساکن ہے۔ دونوں طرح اگرچہ درست ہے مگر پہلا ضبط زیادہ مشہور ہے۔ المقر، تلمسان کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے۔ مصنف کے آباء و اجداد وہاں کے رہنے والے تھے۔

(ابتدائیہ نفح الطیب، ۳۴)

علمی مقام

آپ اپنے دور کے صفِ اول کے علماء میں سے ہیں۔ حافظ المغرب 'حافظ البیان سے ملقب ہوئے۔ علم کلام 'تفسیر 'حدیث میں قدرت کا عطیہ اور ادب و محاضرات میں سر اپا کر امت تھے۔ فطانت و ذہانت میں ان کی مثال مشکل ہے۔ جب تک زندہ رہے انہی کا فتویٰ جاری ہوتا تھا۔

حرمین شریفین کی حاضری

آپ ایک ہزار نو ہجری ۱۰۰۹ء کو تلمسان سے فاس منتقل ہوگئے۔ یہ مغرب کا دارالخلافہ تھا۔ کچھ عرصہ دوبارہ تلمسان گئے پھر دس سو تیرہ میں فاس آگئے۔ وہاں چودہ سال تک مقیم رہے جب وہاں کے حالات درست نہ رہے تو دس سو ستائیس کے آخر میں مصر کی طرف ہجرت کی۔ اور دس سو اٹھائیس کے اوائل ماہ ذی قعدہ میں حرمین شریفین کی حاضری کے لیے گئے۔ خود لکھتے ہیں۔

ثم شهرت عن ساعد العزم بعد الا قامة بمصرمدة قليلة الى المهم الا عظم و المقصد الا كبرالذى هو سرالمطالب الجليلة و هو رؤ ية الحرمين الشريفين والعلمين المنيفين زادهما الله تنويهاً.

(مقدمہ نفخ الطیب '۱۰۵)

ترجمہ : ''مصر میں تھوڑی مدت قیام کے بعد میں نے ایسے عظیم مقصد و منزل کاارادہ کیا جو مقاصد عالیہ کا سر تاج ہے اور وہ ہے حرمین شریفین کی حاضری اللہ تعالیٰ ان کے شرف میں مزید اضافہ فرمائے۔''

بیت اللہ کی زیارت کے وقت اپنی کیفیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

ولما وقع بصری علی البیت الشریف و کد ت اغیب عن الوجود استشعرت قول العارف باالله الشبلی لما وفد الی حضرت الجود .

ترجمہ: " جب میری نظر بیت اللہ پر پڑی تو میں وجود سے عاری ہو گیااور مجھے عارف باللہ شیخ شبلیؒ کا قول یاد آیا جو انہوں نے ایسی مقدس بارگاہ میں کہے تھے۔

قلت للقلب اذ تراء ی لعینی　　　رسم دار هم فهاج اشتیاق

(میں نے دل سے کہہ دیا تھا کہ جب تو میری آنکھوں سے محبوب کے دیار کو دیکھے گا تو میرا شوق اور بھڑک اٹھے گا)

هذه دار هم وانت محب　　　ما احتباس الدموع فی الاماق

(یہ ان کا دیار ہے اور تو محبّ ہے 'اب آنسوؤں کو آنکھوں سے کیوں روکتا ہے)

حل عقد الدموع او احلل رباها　　　واهجر الصبر وارع حق الفراق

(اب آنسوؤں کی بندش کو ختم کر بلکہ سب رکاوٹوں کو ختم کر اور فراق کا حق پورا کر)

ثم اکملت العمرة ودعوت الله ان اکون ممن عمر لطاعة ربه عمره

(نفح الطیب، ۱۰۸)

ترجمہ : پھر میں نے عمرہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے ساری عمر اپنی اطاعت میں بسر کرنے کی توفیق دے۔ (اس کے بعد حج ادا کیا۔)

خوش ترآں شہرے کہ در آنجادلبرست

فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد شہر طیبہ کی حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں کی روئیداد خود مصنف سے سنیئے!

ثم قصدنا بعد قضاتلك الا وطارطيبة الشريفة التى لها الفضل على الاقطار فللّٰه سبحانه الحمد على نعمه التى جلت ومننه التى نزلت بها النفوس هواطن الشريف وحلت.

ترجمہ : ”ہم نے مناسک حج ادا کرنے کے بعد طیبہ مبارکہ کا قصد کیا جو تمام جہانوں پر افضل ہے۔ اللہ سبحانہ' کی حمد ہے کہ اس نے ہمیں ایسے مبارک مقامات کی زیارت کا شرف بخشا۔

من يهد ه الرَّحمن خير هداية   يحلل بمكة كى يتاح المقصدا

(جسے اللہ تعالیٰ بہتر منزل عطا فرماتا ہے اسے مکہ میں داخلہ عطا فرماتا ہے تاکہ وہ مقصد کو پالے)

واذا قضى من حجة الفرض انثنى   يشفى بر وية طيبة داء الصدى

(جب کوئی فریضہ حج ادا کر لیتا ہے تو مدینہ طیبہ کی زیارت سے سینہ کے روگوں سے شفاپاتا ہے) (نفح الطیب ۱۰۹-۱۱۰)

آگے چل کر (ص ۱۱٦) میں کہتے ہیں۔

وان لم یجب فی ارضھا ربنا الدعا ففی ای الا رض للدعاء یحبیب؟

(اگر اس سرزمین پر دعا مقبول نہیں تو پھر کہاں مقبول ہو گی۔؟)

ایا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم الی القلب من اجل الحبیب حبیب

(اے مدینہ کے بسنے والو! تم تمام مجھے اِس پیارے حبیب کی وجہ سے محبوب ہو)

اپنے آقا ﷺ کے حضور

بارگاہِ رحمۃ للعالمین میں صلوۃ و سلام عرض کرتے وقت کیفیت کیا تھی انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

ولما سلمت علی سید الا نام علیہ من اللّٰہ افضل الصلوۃ واز کی السلام ذبت حیاءً و خجلاً لما انا علیہ من ارتکاب ما یقتضی وجلاً غیر انی توسلت بجا ھہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی ان اکون ممن وضح لہ وجہ الصفع وجلا.

ترجمہ: "جب میں نے سید الانام ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا تو میں حیا اور شرمندگی کی وجہ سے ختم ہو گیا کیونکہ مجھ پر ہر ایسی چیزوں (گناہوں) کا بوجھ تھا جو خشیت کا تقاضا کرتی تھیں ما سوائے اس کے میں آپ کی ذات اقدس کو اس بارے میں وسیلہ بنا دوں کہ مجھے چھٹکارا اور معافی نصیب ہو جائے۔

الیل افرمن زللی فرار الخائف الوجل

(اے آقا ﷺ میں اپنی کو تاہیوں کی وجہ سے آپؐ کی خدمتِ اقدس میں اس طرح بھاگ آیا ہوں جیسے خوف رکھنے والا بھاگتا ہے۔)

وكان مزار قبرك بالمدينة منتهى الامل

(آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس تمام امیدوں کے حصول کا مرکز منتہی ہے)

فخذ بيدى غريق فى بحار القول والعمل

(یارسول اللہؐ قول و عمل کے سمندر میں ڈوبنے والے کی دستگیری کیجئے)

وهب لى منك عارفة تعرف ما تنكرلى

(مجھے ایسی روشنی عطا کیجئے جو مجھے یہ پہچان عطا کرے کہ یہ میرے لیے اچھی نہیں)

وانك شافع بر و موئلنا من الوهل

(آپ شافع اور بھلائی چاہنے والے ہیں اور پھسلنے کے وقت ہمارا سہارا ہیں)

بصديق وفاروق وعثمان الرضى وعلى

(حضرت صدیقؓ و فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ و علیؓ کے صدقہ میں)

فانت ملاذ معتصم وانت عماد مشكل

(آپ ہی ہماری پناہ گاہ ہیں اور مشکل میں سہارا ہیں۔)

میں بھول گیا نقش و نگارِ رُخِ دنیا

جب میں نے اپنے پیارے آقا ﷺ کے در و دیوار' روضۂ اقدس' مسجد نبوی اور اس کی پر نور بہاروں کی زیارت کی تو ؎

ولم یحطر ببالنا مسکن ولا وطن

(تو مجھے اپنا وطن و شہر بھول ہی گیا)

(نفخ الطیب ،۱۲۱)

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

میں بھول گیا نقش و نگارِ رخِ دنیا

صورت جو میرے سامنے آئی تیرے در کی

پھر اس نے کوئی اور تصور نہیں باندھا

ہم نے جسے تصویر دکھائی تیرے در کی

واقعۃً جب کوئی امتی وہاں حاضر ہوتا ہے تو یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ اسی شہر میں پیدا ہوا ہے وہاں ہر گز اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔

اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تونے ہمیں اس چوکھٹ کی حاضری خشوع و خضوع کے ساتھ عطا کی۔ یہاں تمام حاجات پوری ہوتی ہیں۔

الوداع کے وقت کیفیت

جب وہاں سے الوداع ہونے کا وقت آیا تو دل ہجر و فراق میں تڑپ اٹھا۔ کاش واپسی نہ ہوتی۔ غلام نے اپنے آقا ﷺ کے حضور یہ عرض کرتے ہوئے اجازت چاہی:

یا شفیع العصاۃ انت رجائی کیف یخشی الرجاعند ک خیبۃ؟

(اے نافرمانوں کی شفاعت کرنے والے، آپ ہی میری امید ہیں اور امید کو آپ سے ناامیدی کا خوف کیسے ہو سکتا ہے)

(واذا كنت حاضراً بفوادی غيبة الجسم عنك ليست بغيبة

(جب آپ میرے دل میں موجود ہیں تو جسم کا دور ہونا کوئی دوری نہیں)

ليس با لعيش فی البلاد انتفاع اطيب العيش مايكون بطيبه

(جو طیبہ میں زندگی گزارنے کی لذت و مزا ہے وہ کسی اور شہر میں کہاں؟)

مصر میں اقامت

حج سے فارغ ہونے کے بعد دس سو اٹھائیس ماہ رجب میں مصر پہنچے۔ وہاں عقد کیا اور مقیم ہوگئے۔ دس سو انتیس کو ربیع الاوّل کے مہینے میں بیت المقدس کی زیارت کی پھر قاہرہ واپس آگئے۔

قاہرہ سے دس سو سینتیس تک آپ نے پانچ دفعہ مکۃ المکرّمہ اور سات دفعہ مدینہ طیبہ کی زیارت کی۔ دس سو انتالیس ماہ صفر میں واپس مصر آئے۔ اس سال رجب میں بیت المقدس میں پندرہ دن ٹھہرے اور وہاں سے اوائل شعبان میں دمشق کا سفر کیا۔

درسِ بخاری میں ہزارہا طلبہ کی شرکت

جب شیخ احمد بن شاہین کو آپ کے دمشق آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے جامعہ جقمقیہ کی چابیاں یہ کہتے ہوئے آپ کی خدمت میں ارسال کیں کہ آپ اس جامعہ کی سربراہی قبول کرلیں۔ جامعہ دیکھنے کے بعد آپ نے وہیں قیام کا فیصلہ کرلیا۔ وہاں آپ نے بخاری کا درس دیا جس میں علماء

دمشق کی اکثریت شریک ہوتی۔ ختم بخاری کے موقعہ پر عظیم الشان محفل کا اہتمام کیا جاتا جس میں ہزارہا لوگ جمع ہوتے۔ جامعہ کے وسط میں کرسی بچھائی جاتی جس پر آپ تشریف فرما ہو کر عقائد و اعمال کے بارے میں وعظ فرماتے۔ اہل مجلس پر خوب رقت طاری ہوتی۔ ظہر تک وعظ جاری رہتا۔ آخر میں وہ اشعار پڑھے جاتے جو مدینہ طیبہ سے الوداع ہوتے وقت کہے تھے۔

جب کرسی سے نیچے اترتے تو لوگ محبت سے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے۔ دمشق میں اس قدر قدرومنزلت شاید ہی کسی عالم کی ہوئی ہو۔ دمشق میں قیام چالیس دن سے کم ہوا۔ پانچ شوال دس سو انتالیس کو مصر واپس آگئے۔ پھر اگلے سال شعبان میں دوبارہ دمشق گئے اور حسب سابق اکرام و اعزاز پایا۔

وصال

پھر تھوڑی مدت کے لیے مصر میں آئے۔ دمشق واپسی کا ارادہ تھا مگر موت کا وقت آپہنچا۔ دس سو اکتالیس ماہ جمادی الآخر میں وصال ہوا۔ مقبرۃ المجاورین میں تدفین ہوئی۔

مشہور ادیب شیخ ابراہیم الاکرمی نے تاریخ وفات ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

قد ختم الفضل به   فارخوہ خاتم

تصانیف

امام المقری نے تدریس، وعظ اور افتاء کے ساتھ ساتھ مختلف اہم علمی موضوعات پر تحریری کام بھی کیا۔ آپ کی تصانیف میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

١. نفخ الطيب فى اخبار ابن الخطيب (عشرين جزاً)

٢. اضاء ة الاجنة فى عقا ئد اهل سنة

٣. ازها ر الكمامة

٤. ازهار الرياض فى اخبار القاضى عياض

٥. قطف المهتصر فى اخبار المختصر

٦. اتحاف المقرى فى تكميل شرح الصغرى

٧. عرف النشق فى اخبار دمشق

٨. الغث والسمين

٩. الرث واليمين

١٠. روض الاس العاطر الانفاس فى ذكر من لقيه من اعلام مراكش دفاس

١١. الد رالثمين فى اسماء الهادى الا مين

١٢. حاشية شرح ام ابراهين

١٣. كتاب البدأة والنشأة

١٤. رسالة فى الوفق المخمس الخالى الوسط.

١٥. فتح المتعال فى مدح النعال

طریق توسّل از مولانا اشرف علی تھانوی

بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے۔ اس کے بعد گیارہ بار درود شریف' گیارہ مرتبہ کلمہ طیبہ اور گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو با ادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرُّع تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لیے ہوں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں الٰہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر بہ برکت اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمایئے مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر سے اس کو اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہ محبت بوسہ دے اشعار ذوق و شوق بغرض از یاد عشق محمدی ﷺ پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائیگا۔

یاد رہے مولانا اشرف علی تھانوی نے دوسرے رسالہ "اتمام المقال" میں اپنے پہلے رسالہ "نیل الشفاء" سے رجوع کر لیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اے اللہ ہم تیری اس پر حمد کرتے ہیں کہ تو نے فقط اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس ذاتِ اقدس کا امتی بنایا جو نعلین پہننے والوں میں سے سب سے بہتر شخصیت اور اہل ارض و سما سے افضل ہیں اور تو نے ہمیں سید الکونین والثقلین ﷺ کی اتباع کا شرف بخشا' اور ہمیں ان کے احوال جمیلہ' اقوال جلیلہ اور محاسن شریعت کی معرفت عطا کی جن کے گلستان کی خوشبوؤں ' بہاروں اور پھولوں سے آنکھیں اور دل سکون 'راحت اور ٹھنڈک پاتے ہیں۔ تو نے ہمیں سب سے معتدل اور مضبوط راہ کی ہدایت دی۔ اس کلمہ تقویٰ کے التزام کی رہنمائی فرمائی۔ جس سے ہمارے مردہ دلوں کو زندگی ملی۔ اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہم اسے حاصل نہ کر پاتے۔ ہم تیری توفیق اور عطا کردہ قوت کی بنا پر اس سے روگردانی نہیں کر سکتے۔

ہم اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کی کوئی ضد نہیں 'کوئی سہیم ومثیل نہیں۔ وہ واحد و یکتا ہے' وہ تمام سے بے نیاز ہے---- یہ شہادت ایسی ہے جس سے حق کا مشاہدہ اور باطل کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ یہ حسن عبادت کی جامع ہے اور یہ اس بات کا بھی اظہار ہے کہ ہم تمام خیر میں اللہ کے محتاج ہیں کسی غیر کے نہیں---- اے اللہ ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے

ہیں کہ سید نا نبینا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ تیرے بر گزیدہ بندے اور رسول ہیں۔ وہ ہر صاحب نعل اور ننگے پاؤں والی مخلوق سے افضل ہیں۔ ہر صاحب خوف و شوق اور چلنے اور رکنے والے کے لیے ماویٰ و ملجا ہیں۔ ان کی نعلین مقدس ثریا سے بلند مقام پاگئی۔ اس کے فضائل و مناقب بے حد و حساب ہیں۔ ہر ادیب و فصیح ان کی مدح سے عاجز ہے-- آپ خوشخبری سنانے والے' برے کاموں کے انجام بد سے آگاہ فرمانے والے چمکتا ہوا آفتاب 'ابتدا بھی ان سے ہوئی اور انتہا بھی۔ سب سے بڑھ کر جودو سخا کرنے والے 'ایسی مبارک سیرت رکھنے والے جس نے تاریکیوں اور گمراہیوں کا یک قلم ازالہ کر دیا اور جہالتوں کے سامنے مضبوط دیوار بن گئی۔ تمام کمالات کے اتنے جامع کہ تمام مقالات و کتب ان کے بیان سے قاصر ہیں---- تو یہاں کیا حیثیت ہے اس ہمارے حقیر نذرانے کی؟

اللہ کے سلام ہوں آپ پر' آپ کی آل پر'اصحاب پر۔ جن پر آپ کا بادلِ رحمت خوب برسا' جنہوں نے آثار نبویہ و آثار مرویہ' شمائل مبارکہ اور فضائل باہرہ کو جمع و محفوظ کیا اور ہمارے لیے روایت کیا۔ صلوٰۃ وسلام کی ایسی برکت ہو کہ اللہ کے فضل سے جنت الفردوس ان کا دائمی ٹھکانہ بنے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ عبد فقیر و حقیر اپنے رب کی اس رحمت کا امیدوار جو اس کے گناہوں سے عظیم ہے، اس نجات کا امیدوار جو مشکل ترین موقع پر ہو' زیادتیاں کرنے والا' اپنے نفس پر اسراف کرنے والا، عاصی اور جاہل (جس کانام) احمد بن محمد المعروف المقری المالکی المغربی ،(روز قیامت اس

کے نیک اعمال بھاری ہوں اور تمام امیدیں بر آئیں) عرض کرتا ہے کہ یہ کتاب "فتح المتعال" حضور ﷺ کے نعلین مقدس کے اوصاف و فضائل پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اسے وہ مقبول بنا دے۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق حصول علم اور دیگر مقاصد کی خاطر میں نے اولاد و مال اور وطن کو چھوڑا، مغرب سے حجاز کا سفر کیا، مجھے افضل الخلق، شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین آقا ﷺ کی بارگاہ کی حاضری نصیب ہوئی۔ گنبد خضرا ﷺ علی صاحبہا کے سایہ میں سانس لینا نصیب ہوا تو میں نے اللہ کی بارگاہ میں آپ کے وسیلہ جلیلہ سے التجائیں بھی کیں۔ جب مجھے شہر مدینہ کے در و دیوار نظر آئے تو میں نے استاذ ابن العریف القرطبی المغربی الاندلسی کے یہ اشعار پڑھے۔

دیار النبی ما نلت من وصلها المنی

سوی نظرة اهد ت الی جسمی الضنا

نعم وثنت قلبی الی العشق فانثنی

ولما رأینا رسم من لم یدع لنا

فواد العرفان الرسوم ولا لبا

رکبنا مطایا الشوق ونقصد رامة

نمید کا نا قد شر بنا مدامة

ولما عرفنا للد یار علامة

نزلنا عن الا کوار نمشی کرامة

لمن بان عنه ان نلم به رکبا

بقلبی داء ما وجدت له دواء

حشاشة نفسی قد تملکها الھویٰ

الی اللّٰہ اشکو ما الا تی من الجویٰ

فیا شوق ما اقوی ومالی من الھویٰ

ویا دمع ما اجری ویا قلب ما اصبا

صحا کل ذی سکر و قلبی ما صحا

وروض اصطباری قد ذوی و تصرحا

وعرضت بعد القرب بعد امبر حا

و کیف التذاذی با لا صائل والضحیٰ

اذا لم یعد ذاك النسیم الذی ھبا!

پھر میں یوں سلام کہتے ہوئے واپس لوٹا۔ کاش اللہ کی مشیت سے نہ لوٹتا۔

سلام مثل ما فاحت ریاض

وقد مرت بھاریح الشمال

علی دھر مضی مافیه عیب

یعاب به سوی قصر اللیالی

سببِ تالیفِ کتاب

میں مصر میں بہت سے ایسے اکابر سے ملتا رہا جن کی عظمت کا اعتراف منصف و مکابر دونوں کرتے ہیں مثلاً علم تو اس میں سبقت لے جانے والے ہیں، فہم تو اس میں انہوں نے اپنا لوہا منوالیا، احسان تو اس میں بمنزلہ سورج ہیں اور قرآن کی آیات کے حافظ تھے۔ ان میں سے ایک فاضل کے ساتھ نعلین نبوی اور اس کے نقش کے بارے میں گفتگو ہوئی کہ فلاں نے اس پر نظم و نثر میں اور فلاں نے نظم میں لکھا ہے جو بیمار کے لیے شفا کا کام دیتا ہے۔ میں نے کہا کہ اس موضوع پر میں نے ایک سو نظمیں "الافکار من قزع الاکدار" کے نام سے جمع کی ہیں۔

لیالی وصال قد مضین کا نها

لألی عقود فی نحور الکواعب

(میرے وصال کی راتیں گزر گئیں جو خوبصورت موتیوں کی طرح تھیں)

و ایام هجرا عقبتها کا نها

بیاض شیب فی سواد الذوائب

(اس کے بعد ہجر کے دن آئے جس طرح کالے بالوں میں سفید بال)

جب یہ ذکر ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہوئے تعجب و انکار کر رہے تھے کہ صاحب المواہب (امام قسطلانی) جیسا عظیم فاضل بھی نعلین کے بارے میں اتنے قصائد کا ذکر نہیں کر

سکا۔ لیکن میں نے خاموشی اختیار کی۔ اس کے بعد بعض مخلصین نے مشورہ دیا کہ آپ اس موضوع پر قصائد جمع کریں مگر میں نے کہا کہ وہ تمام مواد مغرب میں ہے یہاں حالت سفر میں یہ کام میں کیسے کر سکتا ہوں۔ ؟ لیکن انہوں نے یہ کہتے ہوئے میرے اس عذر کو قبول نہ کیا کہ علم کے لیے بڑے بڑے اکابر نے سفر کیا اور دوران سفر کام کیا۔ امام المعقولات صاحب تصانیف کثیرہ مولانا سند الملت والدین التفتازانی نے شرح لتلخیص المعانی میں کہا۔

یوماً بحزوی و یوماً با لعقیق

وبا لعذیب یوماً ویوماًبالخلیص

(کسی دن حزوی، کسی دن عقیق، کسی دن عذیب اور کسی دن خلیص میں ہوں)

میں نے عرض کیا کہ کہاں میں اور کہاں وہ اکابرین، نفع و نقصان، میٹھا اور کڑوا یکساں نہیں ہوتے۔ صدف، موتی کا مقام نہیں پاسکتی اس پر انہوں نے کہا کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں درست و صحیح ہے مگر مثل مشہور ہے۔ "جو پانی نہ پائے مٹی سے تیمّم کرئے" اب میرے لیے فقط ایک ہی راہ تھی کہ اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل حاصل کرنے کے لیے بطور برکت نعل مقدس کی خدمت کروں۔ علاوہ ازیں اس موضوع پر متقدمین اور معاصر لوگوں کا کام بھی اتنا نہیں تھا۔ تیس مقطعات ملے جو سبتی علماء نے تحریر کئے تھے۔ اس موضوع پر کچھ کام درج ذیل اسلاف نے بھی کیا ہے۔

۱:۔ امام حافظ ابو الربیع سلیمان بن سالم الکلاعی الاندلسی نے اس پر ایک جز لکھا جو نظم و نثر پر مشتمل تھا اس کا نام " نتیجة الحب الصمیم و زکوٰة المنثور و المنظوم" ہے۔ شیخ ابن رشید نے نام کے بارے میں کہا کہ اگر منثور و منظوم کی جگہ "النثیر اور النظیم" ہوتا تو بہتر تھا۔

۲:۔ شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن الحاج المزنی الاندلسی۔ میری نظر سے ان کی تالیف نہیں گزری۔ سنا ہے کہ اس موضوع پر کامل و جامع نہیں۔

۳:۔ .... شیخ ابن الحاج کے بعد ان کے شاگرد امام ابن عساکر نے کام کیا۔ فقیر نے زیر نظر کتاب کا مسودہ ان کی تالیف کے مطالعہ سے پہلے تیار کر لیا تھا۔ لوگوں کے پاس اس تالیف کے متعدد نسخے دیار روم وغیرہ میں تھے۔ مجھے بھی اسکا نسخہ ملا جو نہایت مختصر تھا۔ اس میں نعلین شریفین کا بھی نقش تھا۔ یہ نسخہ سات چھوٹے صفحات پر ابن الحاج کے قصیدہ اور نعلین کے بعض خواص پر مشتمل تھا۔

۴:۔ شیخ الاسلام اسراج البلقینی ۔ انہوں نے مذکورہ تالیف کو مختصر انداز میں بیان کر دیا تھا۔ اس کی ابتداء ان کلمات سے ہو رہی ہے۔
"سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آثار محمدؐ یہ کو آفاق میں ظاہر فرمایا۔ اور انہیں آنکھوں اور دلوں کے لیے ٹھنڈک بنایا۔ ان کی خدمت کے لیے ایک ایسی جماعت پیدا فرمائی جس نے سینوں اور سفینوں کے ذریعے اسے روایت کیا۔ وہ راہ محمدی ﷺ کی اتباع کرنے والے ہیں جس سے اخلاق سنورتے ہیں ۔ پھر لوگ ان کے قدموں کی شوق

ساتھ خدمت کرتے ہیں۔ صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر جن کا درجہ ہر درجہ سے بلند ہے۔ جنہیں عالم گیر شریعت و دین عطا ہوا۔ اور وہ مقام جو خالق نے انہیں کے ساتھ مخصوص فرمایا ان کی آل و اصحاب اور ان کے متبعین پر بھی۔ حمد وصلوۃ کے بعد بعض اہل محبت و شوق نے مجھے کہا کہ حضور علیہ السلام کے نعلین مقدسہ پر لکھیں تاکہ سند رہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ جز تحریر کیا ہے اس میں میں نے اپنی سند بھی ذکر کی ہے۔ اس کا نام "خدمۃ نعل القدم المحمدی" رکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے آثار کی اتباع کی توفیق دے۔ آمین والحمد للہ رب العالمین۔"

یاد رہے یہ رسالہ بھی چھوٹے سات صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ خطبہ نصف صفحہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

الحمدللہ فقیر نے زیر نظر کتاب میں وہ تمام مواد جمع کر دیا ہے جسے ابن عساکر، شیخ السبتی اور امام بلقینی نے ذکر کیا اور یہ اس کے عشر عشیر بھی نہیں جو میں نے اضافہ کیا۔ یہ فقط اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہوا۔ اس میں تین سو سے زائد قصائد بھی ہیں۔

ترتیب کتاب

یہ کتاب مقدمہ' چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں، نعل، قبال' شراک اور شسع کے مفاہیم وغیرہ پر گفتگو ہے۔

باب اول میں ان احادیث مبارکہ کا ذکر ہے جن میں نعل نبوی کا تذکرہ ہوا ہے
ان احادیث میں وارد شدہ الفاظ کا مفہوم اور ان پر محدثین کے
بیان کردہ فوائد کا بھی تذکرہ ہے۔
باب ثانی میں نعلین مبارکہ کی مختلف تصاویر اور ان کے ناقلین کا تفصیلی
تذکرہ ہے۔
باب ثالث ان قصائد پر مشتمل ہے جو اپنے اپنے دور میں اہل عقیدت
ومحبت نے نعلین کی شان میں تحریر کئے۔
باب رابع۔ نعلین کے فوائد وخواص پر مشتمل ہے۔
خاتمہ میں نعلین سے متعلقہ مختلف امور کا تذکرہ کیا ہے۔
میں نے اس موضوع پر پہلے بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "
النفحات العنبر یہ فی نعال خیر البریۃ " رکھا مگر وہ مختصر تھی۔ زیر نظر
کتاب اس کی نسبت بہت ضخیم ہے اس کا نام " فتح المتعال فی مدح النعال
" رکھ رہا ہوں۔
اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے اس دن نافع بنائے جس دن مال اولاد
نفع نہیں دیں گے مگر جسے اللہ قلبِ سلیم کے ساتھ لائے۔ اب ہم اپنے
مقصود کی طرف آتے ہیں۔ اللہ سبحانہ' پر ہی اعتماد بھروسہ اور توکل ہے -
وہی سیدھی راہ کا ہادی ہے - وھو حسبی و نعم الوکیل لا رب غیرہ ولا
خیر الا خیرہ

☆☆☆☆☆

مقدمہ

نعل، قبال، شراک اور شسع

کے مفاہیم پر تفصیلی گفتگو

مقدمہ ، نعل، قبال، شراک اور شسع کے معانی اور اس سے متعلق دیگر قیمتی مباحث پر مشتمل ہے۔

نعل کا معنی

۱:۔ ابن سیدہ نے المحکم میں لکھا ہے کہ نعل وہ شے ہے جس کے ذریعے قدم کو محفوظ رکھا جائے۔ بعض ائمہ لغت کے نزدیک نعل وہ شے ہے جو قدم کو زمین سے محفوظ رکھے اور پنڈلی تک نہ ہو۔

صاحبِ قاموس کہتے ہیں "نعل اسے کہا جاتا ہے جو قدم کو زمین سے بچائے۔ اس کی مونث نعلة اور جمع نعال ہے۔ حسن بن احمد، اسحاق بن محمد، ابو علی ابن دوما کہتے ہیں کہ نعل کی جمع نعالیون بنانا اختراع ہے۔

نعل بر وزن فرح ہے۔ تنعل اور انتعل کا معنی اس نے پہنا۔ چنانچہ وہ لوہا جو تلوار کی میان کے نیچے ہو' زمین کا وہ حصہ جو سخت اور چٹیل ہو اور اس پر کچھ نہ اُگے، وہ کمزور انسان جس کو زمین کی طرح روندا جائے۔ بیوی --- اور وہ چیز جس کے ذریعے چارپائے کا پاؤں بچایا جائے، نعل کہلاتا ہے۔

(نعلهم) بر وزن منع (ان کو نعال حاصل ہوئے)

شیخ شہاب احمد بن السمین حلبی " عمدة الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ " میں ارشاد باری تعالیٰ" اخلع نعليك " کے تحت، لفظ نعل کے بارے میں لکھتے ہیں، نعل سے وہ شے مراد ہے جو انسان اپنے پاؤں میں پہنتا ہے۔

اعشیٰ نے لکھا ہے ان هالك كل من يحفى و يتنعل (ہر ایک ہلاک ہونے والا ہے خواہ وہ ننگا ہے یا جوتا پہنے ہوئے)

لفظ نعل مونث ہے۔ عرب شعراء نے اس کی طرف ضمیر مونث لوٹائی ہے۔ "حتى النعل قد القاها" نعل الفرس اور نعل السیف (وہ لوہا جو میان تلوار کے نیچے لگا ہو) بھی اسی قبیلہ سے ہے ۔حدیث شریف میں ہے۔

كان نعل سيف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من فضة

ترجمہ :- "رسول اللہ ﷺ کی میان تلوار چاندی کی تھی۔

اذا ابتليت النعال فالصلاة في الرحال میں زمین کا سخت ہونا یا جوتا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

نعل سے رجل ذلیل بھی مراد ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جن نعلین کے اتارنے کا حکم ہوا وہ گدھے کی اس کھال سے بنے ہوئے تھے جو رنگی ہوئی نہ تھی۔

ایک ضرب المثل ہے اضربی فانك ناعلة ، یہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جس میں کسی کام کی ہمت تو ہو مگر وہ اس میں کوتاہی برتے--- اس محاورہ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس دو کنیزیں تھیں۔ایک پاؤں سے ننگی اور دوسری نے جوتا پہنا ہوا تھا۔اس نے نعل والی سے کہا اس پتھریلی زمین پر چل کر فلاں کام کر کیونکہ تو نے جوتا پہنا ہوا ہے۔

شیخ ابن سمین کے مذکورہ کلام کی تشریح

جس حدیث کا ذکر انہوں نے کیا ہے اسے امام طبرانی نے ان الفاظ میں تفصیلاً روایت کیا ہے۔

كان له صلى الله عليه وسلم سيف مهلى قائمه فضة ونعله فضة وفيه حلق من فضة و كان يسمى ذالفقار .

ترجمہ :۔ "آپ ﷺ کی تلوار چاندی سے مرصع تھی اس کا قبضہ اور میان چاندی کے اور اس میں چاندی کے حلقے تھے اور اس کا نام ذوالفقار تھا۔

اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

كان على موسى يوم كلمه ربه كساء صوف و جبة صوف و سراويل صوف و كانت نعلاه من جلد حمار ميت۔

ترجمہ :۔ "جس دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے بلا واسطہ کلام کا شرف پایا اس دن آپ اونی چادر ، اونی جبہ اور اونی شلوار پہنے ہوئے اور آپ کا جوتا مردہ گدھے کی کھال کا بنا ہوا تھا۔

امام فخر الدین رازی اور ایک صوفی کا قول

ہمارے اسلاف میں سے امام قاضی ابو عبد اللہ قرشی تلمسانی نے اپنی کتاب "الحقائق والد قائق" میں امام رازی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان کا گزر ایک صوفی شیخ پر ہوا۔

شیخ کو بتلایا گیا کہ یہ وہ امام ہیں جنہوں نے وجود باری تعالیٰ پر ایک ہزار دلیل قائم کی ہے۔ انہوں نے فرمایا اگر انہیں اس کی معرفت ہو جاتی تو اس پر استدلال نہ کرتے۔ یہ بات جب امام رازی کے علم میں آئی تو فرمایا۔

نحن نعلم من وراء الحجاب وهم ينظرون من غير الحجاب

ترجمہ :۔ ''ہم اسے حجاب کے پیچھے سے جانتے ہیں اور یہ لوگ اسے بلا حجاب دیکھتے ہیں۔''

''**فاخلع نعليك**'' کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی نے بعینہٖ وہی بات کہی ہے جو شیخ نے کہی تھی۔

'' اہل معرفت فرماتے ہیں کہ وجود صانع پر ان دو مقدمات سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

کل عالم محدث وممکن (تمام عالم محدث و ممکن ہے)

کل ماکان کذلك فله صانع (اور جو بھی محدث ہوتا ہے اس کے لیے موثر وصانع کا ہونا ضروری ہے)۔

یہ مقدمات عقل کی مقصود تک رسائی کے لیے نعلین کی مانند ہیں۔ جب معرفتِ خالق نصیب ہوجائے تو پھر ضروری ہے کہ ان مقدمات کی طرف التفات نہ رہے کیونکہ جس قدر التفات غیر کی طرف ہو گا اسی قدر معرفت میں استغراق سے محرومی ہو گی تو جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس میں حاضر ہوئے تو فرمایا دل کو ان مقدمات (نعلین) سے فارغ کر لو۔

اب تم معرفت الٰہی کے سمندر میں ہو۔ انی انا ربك (بلا شبہ میں ہی تیرا رب ہوں۔)

(تفسیر کبیر جلد ۲۲ ص ۱۷)

شیخ توزری نے شرح شقراطیہ میں ابن السمین کے ساتھ کچھ اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" المتنعل (جوتے کے ساتھ چلنے والا) نعل اور انتعل دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ جوتا پہننے والے شخص کو " رجل ناعل" کہا جاتا ہے جو شخص کسی سخت و دشوار کام پر قادر ہو اس کام کی بجاآوری کے لیے عرب مقولہ ہے۔ "اطری فانك ناعلة" ان الفاظ کے مونث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ ایک آدمی نے بکریاں چرانے والی سے کہا تھا کہ تو انہیں نرم مقامات پر چراتی ہے سخت و دشوار پر نہیں، مخاطب عورت تھی تو وہاں الفاظ بھی مونث لائے گئے۔ پھر جب یہ الفاظ بطور محاورہ استعمال ہونے لگے تو مذکر و مونث کا فرق مٹ گیا کیونکہ ضرب المثل میں تبدیلی اور تغیر نہیں ہوتا۔ اس محاورہ میں " ناعلة" سے بقول ابو عبید کے "قدموں کی جلد کا سخت ہونا" بھی مراد ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ابو الطیب کہتا ہے۔

و یعجبنی رجلك فی النعل اننی   رأیتك ذانعل اذا کنت حافیا

(مجھے تیرے پاؤں کا جوتوں میں ہونا متعجب کر رہا ہے۔ کیونکہ میں تو تجھے ننگے پاؤں بھی صاحب نعل ہی دیکھتا ہوں)

مصباح وغیرہ میں ہے کہ لفظ نعل مونث ہے۔اس کا اطلاق ، تاسومہ پر ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی شرح شمائل ترمذی میں نعل کا معنی کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

مادقیت به القدم عن الارض "وہ شے جس کی وجہ سے پاؤں کو زمین سے محفوظ رکھا جائے۔

امام ترمذی نے نعل اور خف میں عرفاً تغایر کی وجہ سے الگ الگ ابواب قائم کیے ہیں اور اگر عن الارض کی قید کو نعل کی تعریف کا حصہ مانیں تو ان میں لغۃً بھی تغایر ہو جائے گا۔ صاحبِ قاموس اور بعض دیگر ائمہ لغت کے کلام سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ عن الارض تعریف کا حصہ ہے۔ علامہ عصام الدین نے تو اس پر تصریح کرتے ہوئے کہا کہ تعریف نعل میں خف شامل نہیں۔ کیونکہ یہ ان اشیاء میں سے نہیں جو زمین میں پاؤں کو محفوظ رکھ سکتی ہیں۔

س :۔ لفظ نعل کا مونث ہونا ان دو دلائل کی وجہ سے مخدوش ہے۔

ا :۔ اس کی تصغیر بغیر تا کے نعیل آتی ہے۔ حالانکہ ضابطہ یہ ہے کہ جو مونث تا سے خالی ہو اس کی تصغیر میں تا کا آنا ضروری ہوگا تاکہ اس اسم کے مونث ہونے کا علم ہو سکے اور تصغیر کلمات کی اصل صورت حال سے آگاہ کر دیتی ہے شیخ ابن مالک نے یہی ضابطہ اس طرح بیان کیا ہے۔

"اس بات کا علم کہ اس کلمہ میں تا مقدر ہے یا تو اس کلمہ کی طرف لوٹنے والی قریب ضمیر آگاہ کرے گی یا تصغیر۔

۲:۔ ایک انصاری صحابی نے رسول اللہ ﷺ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

یا خیر من یمشی بنعل فرد (اے وہ ذات جو تمام ان لوگوں سے بہتر ہے جو نعل میں چلتے ہیں۔)

یہاں لفظ فرد' نعل کی صفت ہے ۔حالانکہ مذکر ہے اگر لفظ نعل مونث ہو تا تو صفت بھی مونث لائی جاتی۔

ج :۔ ان دلائل سے لفظ نعل کا مذکر ہونا ثابت نہیں ہو تا پہلی دلیل سے جو کچھ ثابت ہو رہا ہے وہ از قبیل شاذ ہے جو قابلِ توجہ نہیں۔ بہت سے الفاظ مؤنث ہیں مگر ان کی تصغیر شاذ طور پر بغیر تا کے آتی ہے۔ مثلاً درع، حرب ، زود ، ناب اور اس کی تصریح ابن ہشام اور ماوردی نے کی ہے ۔ علاوہ ازیں بعض ائمہ نے نعل کی تصغیر نعیلة ہی بیان کی ہے۔

دوسری دلیل بھی قوی نہیں کیونکہ ابن اثیر نے صحابی کے اسی قول کے بارے لکھا ہے کہ نعل کے مونث ہونے کے باوجود لفظ فرد مذکر کا صفت لانا اس لیے ہے کہ نعل کا مونث ہونا حقیقی نہیں بلکہ غیر حقیقی ہے۔

ابن ایثر کا موقف اور اس کا رد

مجھے ابن ایثر کا درج ذیل موقف ہمیشہ کھٹکتا تھا کہ مونث کی دو اقسام ہیں ایک یہ کہ اس میں تا ظاہر ہو۔دوسری جس میں تا مقدر ہو۔ پہلی کی تین صورتیں ہیں۔ مونث المعنی مثلاً عائشہ۔ یہ ضرورت کے بغیر مذکر مستعمل نہیں ہو گی۔ مونث اللفظ مثلاً حمزہ ضرورت کے بغیر مونث نہیں

ہو گی اور مالیس معناہ مذکرا حقیقۃً (جس کا معنی حقیقۃً مذکر نہ ہو) مثلاً خشبۃ یہ لفظ کے اعتبار سے مونث ہو گی۔ خشبۃ واحدۃ۔ واضح رہے یہ تقسیم وہاں جاری ہو سکتی ہے جہاں مذکر و مونث میں امتیاز ہو۔ اگر امتیاز ہی نہیں مثلاً نملۃ تو بہر حال مونث ہی مستعمل ہو گی۔ اسی لیے ان لوگوں کے استدلال کو وہم قرار دیا گیا ہے جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور چیونٹی کو مونث ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "قالت نملۃ" سے استدلال کیا۔ دوسری قسم جس میں تامقدر ہو مثلاً کتف، ید، نعل وغیرہ۔

اس قسم کا مدار سماع پر ہے۔ تا کے مقدر ہونے پر اس کلمہ کی تصغیر دلالت کرتی ہے مثلاً کتف سے کتیفۃ اور اس کے مونث ہونے کا علم تصغیر کے علاوہ عود ضمیر اور حذف تا عدد سے بھی ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی کلمہ عرب مونث استعمال کریں مگر اس کی تصغیر میں تا نہ آئے تو یہ شاذ ہو گا۔ اس طرح کے کچھ الفاظ کا تذکرہ ہم نے پہلے کر دیا ہے یاد رہے انہی الفاظ میں سے لفظ "نعل" ہے۔

پھر میں نے علامہ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی کا شرح شمائل میں "نعل واحد" کے تحت ابن اثیر کا یہ رد پڑھا کہ یہاں واحد کی جگہ واحدۃ کا لفظ آنا چاہیے۔ کیونکہ نعل مونث ہے اور جن لوگوں (ابن اثیر) نے اس کے مذکر ہونے کی توجیہہ یہ کی ہے کہ نعل کے مونث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے۔ ان پر یہ اعتراض وارد ہو گا کہ مونث

حقیقی اور غیر حقیقی کے درمیان فرق اسناد فعل میں ہے نہ کہ عدد میں لہذا عشرۃ تمرات نہیں کہا جا سکتا۔ الحمد للہ اس رد نے میرے موقف کی تائید کر دی (کہ لفظ نعل مونث حقیقی ہے) پھر علامہ ابن حجر نے حدیث مذکور کی شرح میں یہ کہہ کر بھی مجھے تقویت دی کہ ترمذی کے ایک نسخے میں نعل واحد ہے یہاں حاجت تاویل ہے اور اس کے جواب میں یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ نعل مونث غیر حقیقی ہے۔ دوسرے مقام پر علامہ، تفسیر الکافی میں نعل اور صورت نعل کے بیان میں کہتے ہیں کہ لفظ نعل کے مونث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے بتاویل ملبوس اس کا مذکر ہونا بھی صحیح ہوگا۔

لیکن آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ لفظ نعل کی صفت مذکر لانے کی علت اس کا مونث غیر حقیقی ہونا قرار نہیں دیا جا سکتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث اسراء میں رسالت مآب ﷺ کے ان الفاظ **بطست من ذھب ممتل حکمۃً وایماناً** (ایک سونے کی پلیٹ لائی گئی جو حکمت وایمان سے (بھری ہوئی) معمور تھی) کی تشریح میں لکھا کہ یہاں ممتل کا مذکر لانا لفظ طست کی وجہ سے نہیں کیونکہ وہ مونث ہے البتہ اس کے معنی اناء کی وجہ سے ہے۔ یہ گفتگو بھی ابن اثیر کی تردید کر رہی ہے۔ اگر ابن اثیر کا اطلاق درست ہوتا تو حافظ عسقلانی وہی عذر پیش کر دیتے کہ یہ مونث غیر حقیقی ہے، طست کی اناء کے ساتھ تاویل نہ کرتے اور ان کا یہ کہنا کہ لفظ طست کی صفت نہیں کیونکہ وہ مونث ہے واضح طور پر ابن اثیر کے اطلاق کی نفی ہے۔ باقی علامہ ابن حجر کے کلام

میں کچھ ابہام تھا کہ انہوں نے مونث غیر حقیقی کو جز علت قرار دیا لیکن حافظ کے کلام میں ایسی کوئی بات ہی نہیں کیونکہ انہوں نے علت ہی کسی اور کو قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں زجاج کہتے ہیں کہ کلام عرب میں لفظ طست اگرچہ اکثر طور پر مونث مستعمل ہے مگر بعض اوقات بطور مذکر بھی آتا ہے تو اب لفظ حدیث میں تاویل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

قول ابن اثیر کا محل

البتہ اس طرح کے مقامات ان کے اطلاق کا محل بن سکتے ہیں جیسا کہ حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

کیف کان نعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

(حضور علیہ السلام کے نعلین کس طرح کے تھے؟)

یہاں حذف تا کی وجہ نعل کا مونث غیر حقیقی ہونا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ فاعل اسم ظاہر مونث غیر حقیقی ہو تو فعل کا مونث و مذکر دونوں طرح لانا جائز ہوتا ہے جیسے طلعت الشّمس، طلع الشّمس لیکن اسم ضمیر ہو تو پھر فعل کا مونث ہی لانا ضروری ہے۔ جیسے الشّمس طلعت۔ حدیث مذکورہ میں تا کا حذف اسی قاعدہ پر ہے۔ سابقہ گفتگو میں علامہ عصام الدین اور ابن حجر نے بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا۔ قواعد عربیہ کے مطابق واضح ہو گیا کہ لفظ نعل کی طرف بغیر تا کے بھی فعل کی نسبت بلا تاویل جائز ہے اور اگر کوئی تاویل کرتا ہے تو خیر ہی میں اضافہ ہے نقصان دہ نہیں۔

ایک محاورہ یہ بھی ہے انعلت الخیل (گھوڑے کو نعل پہنایا) حدیث میں بھی ہے کہ غسانی لوگ گھوڑوں کو نعل پہناتے ہیں قاموس کے حوالے سے یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور اس پر آئندہ بھی گفتگو ہو گی۔

نعل کو حذا بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ بعض شعراء نے کہا ہے۔

الناس مثل زما نهم قد الحذاء على مثاله

و كذا اذا افسد الزمان جرى الفساد على رجاله

(لوگ اپنے اپنے معاشرے کے مطابق ہوتے ہیں جیسا کہ جوتا ایک دوسرے کی مانند اور جب زمانے میں فساد آجائے تو وہ لوگوں میں بھی سرایت کرتا ہے۔)

جوتا پہنے ہوئے شخص کو احتذی کہتے ہیں ایک شاعر نے کہا ہے

كل الحذ ايحتذى الحافى الوقع۔

(پتھروں پر ننگے پاؤں چلنے والا یہی چاہتا ہے کہ اسے پورے پاؤں کا جوتا مل جائے)

حذو یحذو بر وزن دعا یدعو ہے۔

قس با لتجارب اغفال الا مور كما

نقيس نعلاً بنعل حين تحذ وها

(بھولی ہوئی اشیاء کو تجربات سے جان جیسے کہ ایک جوتے کو دوسرے کے برابر کیا جاتا ہے۔)

"خالد الحذا" ایک مشہور محدث کا نام بھی ہے۔ حافظ عراقی کہتے ہیں کہ وہ جوتا بناتے نہ تھے مگر بنانے والوں کے پاس بیٹھتے تھے۔ متعدد احادیث میں یہ لفظ آیا ہے۔

۱:۔ حضور ﷺ نے اپنی امت کو خرافات سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

لتر کبن سنن من قبلکم حذوا لنعل با لنعل

(تم سابقہ امتوں کے ہر ہر قدم کی پیروی کرو گے۔)

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً ہے۔

لیأ تین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل

(میری امت پر بھی بعینہٖ وہی (حال) آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا)

۲:۔ گمشدہ اونٹ کے بارے میں فرمایا:

لھا معھا حذاؤھا و سقأ وھا

(اس کے ساتھ اس کا خف اور پانی ہوتا ہے۔)

یعنی اونٹ پانی نہ ملنے کے باوجود سفر کر سکتا ہے۔

۳:۔ سخت بارش کے موقعہ پر گھر نماز کی اجازت ان الفاظ میں دی۔

اذا بتلت النعال فالصلاۃ فی الر حال

(جب جوتے کیچڑ میں پھنس جانے کا خطرہ ہو تو گھر نماز ادا کر لو)

شیخ ابو محمد قاسم بن علی حریری نے "درۃ الغواص فی اوھام الخواص" میں کہا ہے کہ مذکورہ حدیث میں نعل کا معنی زمین کا سخت ہونا

ہے۔ ثعلب نے ابو سلمہ کے حوالے سے فراء سے النعال کا معنی الارضون الصلاب (سخت زمین) نقل کیا ہے۔

قوم اذا اخضرت نعالم　　يتناهون تنا هق الحمر

(جب لوگوں کی چٹیل زمینیں سرسبز ہوں تو وہ گدھوں کی طرح ہنہناتے ہیں)

ثعلب کے نزدیک معنی حدیث یہ ہو گا کہ زمین پر پھسلنے کا خطرہ ہو تو نماز گھر ادا کر لو۔

نعل کا معنی زوجہ کے بھی آتے ہیں۔ حریری نے مقامات میں لکھا

ان من لمس ظهر نعله ينتقض وضؤ ه من فعله

جس نے زوجہ کی پشت کا لمس کیا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

فائدہ در استعمال کاد

عربوں کے یہ محاورات ضرب المثل ہیں۔

كاد المتنعل ان يكون راكباً (صاحب نعل قریب ہے وہ سوار ہو جائے۔)

كادالحريص ان يكون عبداً (قریب ہے حریص غلام بن جائے)

كادالفقران يكون كفراً (قریب ہے کہ بھوک و افلاس انسان کو کافر بنا دے)

كاد البيان ان يكون سحراً (قریب ہے کہ خطاب جادو کا کام دے)

كاد البخيل ان يكون كلباً (قریب ہے بخیل سگ ہو جائے)

عنقریب آرہا ہے کہ ان میں سے بعض محاورات رسالت مآب ﷺ کے کلام میں بھی ہیں۔

حریری نے درالغواص اور مسعودی نے شرح المقامات میں مذکورہ ہر محاورے پر حکایات نقل کی ہیں۔ ہم ان کا ذکر اس مبارک کتاب کے شایان شان نہیں سمجھتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

المتنعل بمنزلة الراکب (صاحب نعل سوار کی مانند ہے)

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔

المتنعل راکب (صاحب نعل سوار ہوتا ہے)

امام بخاری نے تاریخ، امام احمد نے مسند، حاکم نے مستدرک میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، طبرانی نے کبیر میں حضرت عمران بن حصین اور اوسط میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا:

استکثر وامن النعال فان الرجل لا یزال راکبًا مادام متنعلاً

(نعال پہنا کرو۔ مرد جب تک نعل پہنتا ہے۔ سوار ہوتا ہے۔)

حدیث **کاد الحلیم ان یکون نبیاً** (قریب ہے بردبار نبی ہو جائے) کو خطیب بغدادی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ **کادت النمیمة ان تکون سحراً** (قریب ہے چغل خوری جادو کا کام دے) اسے شیخ ابن لال نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور **کاد الفقران یکون کفراً، کاد الحسدان یکون یسبق القدر** (قریب ہے حسد ہانڈی تک لے جائے) اسے امام ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے۔

میں چار بیٹوں کے کھو جانے پر نہ رویا مگر تو

ایک ضرب المثل زلت به القدم والنعل (مشکل مقام پر قدموں کا ڈگمگا جانا بھی ہے۔)

اس سلسلہ میں صاحبِ ''تنبیہ الاخیار علی ما فی المنامات فی الاشعارؑ'' نے ایک نہایت عجیب حکایت نقل کی ہے کہ جب بنو عباس غالب آگئے تو بنوامیہ کے لوگ پس پردہ چلے گئے۔ بنو عباس نے انہیں امن دینے کا اعلان کیا تو ان میں سے ایک جماعت مقام حیرہ پر جمع ہوئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی کہانی سنائی، ایک نے کہا ہم میں سے ایک شخص کا چھوٹا بچہ اور حسین و جمیل بچی تھی۔ جب اس کے قتل کا حکم ہوا تو اس نے بچی حیرہ کے ایک شخص کے سپرد کر دی۔ اس شخص کے چار بیٹے شیروں کی مانند تھے۔ بنو عباس کو جب بچی کا پتہ چلا تو انہوں نے اس شخص سے کہا تم بچی ہمارے حوالے کر دو۔ اس نے انکار کر دیا تو انہوں نے اس کے بڑے بیٹے کو درندوں کے جزیرے میں پھینک دیا یہاں جو جاتا واپس نہ آتا۔ اس پردہ اپنے انکار پر قائم رہا۔ پھر دوسرے بیٹے کو ڈال دیا اور پوچھا بچی تیرے پاس ہے مگر اس نے پھر انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے تیسرے کو ڈال دیا اس نے کہا تم جو چاہو کر لو لڑکی نہیں مل سکتی۔ لہذا انہوں نے چوتھے بیٹے کو بھی ڈال دیا مگر اس نے لڑکی ان کے سپرد نہ کی۔ ایک دن وہ شخص اس لڑکی کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ رو رہی تھی۔ رونے کی وجہ پوچھنے پر کہنے لگی۔

میں ان بچوں کی ماں کو کنگھی کر رہی تھی تو اس نے مجھے اس کنگھی سے تکلیف پہنچائی ہے۔ وہ شخص رو کر کہنے لگا۔ لا الہ الا اللہ

انت من هذا تبكين وانا لا ابكى من فقد الاولاد الاربعة.

(تو اس ذرا سی تکلیف پر آنسو بہا رہی ہے اور میں چار بیٹوں کے کھو جانے پر بھی نہیں رویا)

پھر وہ آدمی سو گیا۔ خواب میں اس بچی کے مقتول والد سے ملاقات ہوئی اس آدمی نے یہ اشعار پڑھے اور بتایا کہ میں نے اپنے بیٹوں کے کھو جانے پر صبر و ہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔

ویا صاحبی قاسیت فی طلب الوفا

مواقف ا هوال بها النعل زلت

لتعلم انی قد وفیت وقلما

وفی من جمیع الناس حی لمیت

(اے میرے دوست ایسے مشکل مقامات پر وفاداری کا اندازہ خود کر۔ یہاں قدم پھسل جاتے ہیں تاکہ تو جان لے کہ میں نے وفا کی ہے ورنہ فوت شدہ کے لیے کوئی زندہ کم ہی وفا کرتا ہے۔)

مقتول نے اس شخص کی وفاداری پر دعا دی اور کہا :

فدونك غیضان الجزیرة عندها

بنوك هم بین سبع دلبوة

ودونك اصل السرو كنزا دفنته

تجده وقسم فی البنین مع ابنتی

(اس جزیرے میں جاؤ۔ وہاں تمہارے تمام بیٹے درندوں کے درمیان محفوظ ہیں اور وہیں میں نے ایک خزانہ دفن کیا تھا اسے بھی حاصل کر لو اور اسے میری بیٹی سمیت اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دو)

وہ بیدار ہو کر جزیرہ میں گیا تو وہاں درندے ان لڑکوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی وہ چلے گئے۔ انہوں نے وہ خزانہ حاصل کر کے بیٹوں میں تقسیم کیا۔ اور بڑے بیٹے کا اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر دیا۔

یہ حکایت میں نے قاضی القضاۃ عزالدین احمد بن ابراہیم عسقلانی حنبلی سے نقل کی ہے۔ یہ بڑی اہم کتاب ہے۔ اس پر شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے حروف ابجد کے مطابق اضافات بھی کئے ہیں۔

قبال النعل کا معنیٰ

قبال قاف کے نیچے زیر بر وزن قتال جوتے کا وہ زمام جو پاؤں کی درمیانی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان ہوتا ہے (قاموس) زمخشری کہتے ہیں کسی شے کا وہ حصہ جو سامنے ہو اسے قبال الشی و قبلتہ کہا جاتا ہے۔جب جوتے میں زمام لگا یا جائے تو کہا جاتا ہے۔ اقبل نعلہ۔ گذشتہ صفحات میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے قابلوا النعال (جوتوں پر زمام لگا دو) بقول ابو عبیدہ یہ تسمہ لگام کی طرح انگلیوں کے درمیان ہوتا

ہے۔ بعض نے شرح حدیث ان الفاظ میں کی ہے۔ کہ شراک کی فرع کو گانٹھ کی طرف لوٹاؤ۔

صاحب" سبل الهدى والرشاد فى سيرة خير العباد "

لفظ" قبال" کے بارے میں لکھتے ہیں' قاف کے نیچے کسرہ

السير الذى يعقد فيه الشسع الذى يكون بين الاصبع الوسطى والتى تليها.

ترجمہ : "وہ بھدری جس میں وہ تسمہ باندھا جاتا ہے جو درمیانی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان ہوتا ہے۔"

بعض اہل لغت کے نزدیک اس سے مراد وہ تسمہ ہے جو دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے لفظ قبال' قبال القدم سے بنا ہو اور ہر شے کے پہلے حصہ کو قبال کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیشانی اور اونچی جگہ کو بھی قبال کہتے ہیں کیونکہ وہ دیکھنے والے کے سامنے ہوتی ہیں۔ زمخشری کی سابقہ گفتگو سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

طلقو النساء لقبل عدتهن "عدت کی آمد پر طلاق دو"

دوسری روایت میں "فی قبل طهرهن" ان کے طہر کی آمد پر" کے الفاظ ہیں۔ ایک حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے 'نهى ان يضحى بالمقابلة' مقابلہ جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔

مقابلہ جانور اس کو کہتے ہیں جس کے کان کا ابتدائی حصہ اس طرح کاٹ دیا جائے کہ وہ لٹکتا رہے۔

ابنِ عساکر کارد

شیخ سراج بلقینی کہتے ہیں کہ ابن عساکر کی مذکورہ رائے قابل توجہ نہیں کیونکہ اشتقاق کے لیے معنی میں موافقت ضروری ہے حالانکہ جو قبال بمعنی "شی کے ابتدائی حصہ" ہے وہ بضم القاف ہے اور جو قبال بکسر القاف ہے اس کا استعمال "زمانہ اور وقت" کے لیے ہے۔ تو جب معنی میں موافقت نہیں تو اشتقاق کیسے ہو گا۔

لفظ شراک کی تحقیق

شراک، (شین کے نیچے زیر) نعل کے تسموں میں سے ایک تسمہ جو اس کے سامنے والے حصہ پر ہوتا ہے۔ یہ اس دوسرے معنی کے بھی قریب ہے کہ شراک نعل کا وہ باریک تسمہ ہوتا ہے جو پشتِ قدم پر ہوتا ہے۔ روایت صحیح میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد بیمار ہوئے تو آپ نے یہ شعر پڑھا:۔

کل امرء مصبع فی اھلہ   والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

(ہر شخص اپنے اہل میں اس حال میں صبح کرتا ہے کہ موت اس کے جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے)

بخاری اور مسند احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے :

الجنة اقرب الی احد کم من شراك نعله . والنار مثل ذلك.

ترجمہ :۔ "جنت تم میں سے ہر ایک کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اسی طرح جہنم بھی۔"

لفظ شسع کی تحقیق

قاموس کے مطابق شسع (بکسر شین) اور قبال دونوں ہم معنی ہیں۔ شسع النعل اور اقبل النعل ، جوتے میں تسمہ لگوانے پر کہتے ہیں۔ اس کی جمع شسوع ہے ابن عساکر اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں نعل کے تسموں میں سے تسمہ ہے۔

الذی ید خله المتنعل بین اصبعیه و ید خل طرفه فی الثقب الذی فی صدرالنعال المشدود فی الزمام.

ترجمہ :۔ "جسے صاحب نعل اپنی دو انگلیوں کے درمیان داخل کرتا ہے اور اس کے ایک سرے کو اس سوراخ میں داخل کرتا ہے جو صدر نعل کی لگام میں بندھا ہوتا ہے۔"

زمام سے مراد وہ لگام ہے جس میں شسع باندھا جاتا ہے۔ امام نووی نے بھی شرح مسلم میں یہی بات کہی ہے اور یہ رائے صاحبِ قاموس کے مخالف نہیں ۔ البتہ صاحبِ سبل الھدی والرشاد کی رائے اس کے مخالف ہوگی ۔ کیونکہ انہوں نے قبال کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ تقاضا کرتا

ہے کہ شسع اس کے علاوہ ہے اب کچھ روایات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں لفظ شسع آیا ہے۔

مجھے ممتاز رہنا پسند نہیں

ا:۔ ابن عساکر نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ طواف کر رہا تھا۔ فانقطعت شسعہ ۔ (آپ کا تسمہ ٹوٹ گیا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو۔تا مجھے عنایت کیجئے تاکہ درست کر دوں۔ آپ نے فرمایا:

هذا اثرة ولا احب الاثرة

"یہ ممتاز رہنا ہے اور میں ممتاز رہنا پسند نہیں کرتا۔

فضلیتِ خدمت اپنی جگہ مگر رسالت مآب ﷺ نے بطور تواضع ایسانہ کرنے دیا تاکہ ساتھیوں میں امتیاز نہ ہو۔

اس بات کی تائید وہ واقعہ بھی کرتا ہے جو ایک سفر میں پیش آیا۔ کھانا پکانے کا مرحلہ تھا۔ صحابہ نے مختلف ذمہ داریاں لیں۔ مثلاً کسی نے کہا میں آٹا گوندھتا ہوں ، میں آگ جلا تا ہوں، میں پانی لاتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جنگل سے لکڑیاں لاتا ہوں ۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تکلیف نہ فرمائیں ہم خود لے آتے ہیں۔ فرمایا:

قد علمت انکم تکفو ننی ولکن اکره ان اتميز عليكم فان الله یکره من عبده ان يراه متميزاً بين اصحابه.

ترجمہ :۔ ”میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب کچھ کر لو گے لیکن میں نا پسند کرتا ہوں کہ میں تم سے ممتاز رہوں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا دوستوں سے ممتاز رہنا پسند نہیں فرماتا۔“

لفظ ”اثرۃ“ کی تحقیق

سابقہ حدیث میں لفظ اثرۃ (ہمزہ اور ثادونوں پر زبر) آیا ہے ۔ یہ اثر یو ثر سے جس کا معنی عطا کرنا ترجیح دینا اور کسی شی میں منفرد ہونا ہے۔ یہ ظلم کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا :

ستر ون بعدی اثرۃ ”تم میرے بعد دیکھو گے کہ تمہارے حقوق غصب ہوں گے۔“

۲ :۔ امام بدرالدین عینی نے حدیث استخارہ میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں۔

بسال احد کم ربه حتی فی شسع نعله.

”تم اپنے رب سے ہی مانگو حتی کہ جوتے کا تسمہ بھی“

۳ :۔ محدث ابویعلی نے مسند میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

سلوا اللّٰه کل شی حتی الشسع فان اللّٰه ان لم یسیر ہ لم یتسیرہ.

” اللہ سے ہی مانگو حتیٰ کہ تسمہ بھی کیونکہ وہ آسانی نہ فرمائے تو آسانی نہیں ہوتی۔

۴ :۔ امام ابن السنی ''عمل الیوم واللیلة'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یسترجع احدکم فی کل شی حتی فی شسع نعله فانها من المصائب

''ہر شے میں انا للہ پڑھو حتیٰ کہ تسمہ ٹوٹنے پر بھی کیونکہ یہ مصائب میں سے ہے۔''

۵ :۔ ابن العربی نے الکامل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا:

اذا انقطع شسع احدکم فلیسترجع فانها من المصائب.

''جب تسمہ ٹوٹ جائے تو انا للہ پڑھو کیونکہ یہ بھی مصائب میں سے ہے۔

چار اہم فوائد

۱ :۔ حضور ﷺ کی ہر نعل کی دو دو بھدریاں تھیں جیسا کہ اس پر عنقریب احادیث آرہی ہیں۔ صرف ایک بھدری کا رواج امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے ہوا۔

۲ :۔ بعض حفاظِ حدیث نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک زمام کو انگوٹھے اور متصل انگلی کے درمیان اور دوسرے زمام کو درمیانی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان رکھتے اور ان دونوں کو اس تسمہ کے ساتھ جمع فرماتے جو پشت قدم پر تھا جسے شراک کہا جاتا ہے۔ عنقریب ہم اس پر احادیث جمع کریں گے کہ شراک بھی دو دو تھے۔

۳:۔ بعض اہل علم نے قبال کی مذکورہ تعریف سے یہ کہتے ہوئے اختلاف کیا ہے کہ اس میں دوسرے اقوال کے ساتھ تناقض ہے۔ اس کا جواب شیخ عصام الدین نے یہ دیا ہے کہ زمام نعل اسی کو ہی کہتے ہیں جو درمیانی اور اس سے متصل انگلیوں کے درمیان ہو خواہ پہننے والا اسے ان دونوں کے یا ان کے علاوہ دوسری دو انگلیوں کے درمیان رکھے۔

۴:۔ امام ابن العربی نے فرمایا کہ نعل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا لباس ہے۔ دوسرے لوگ اپنے اپنے علاقے کے مطابق زمین اور کیچڑ وغیرہ سے محفوظ رہنے کے لیے دوسرا جوتا پہن سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

باب اول

احادیث مبارکہ

اور

نعلین شریفین

اس باب میں نعلین مبارک کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان کا تذکرہ اور ان میں وارد شدہ مشکل الفاظ کی تشریح کی جائے گی۔

واضح رہے احادیث اس سلسلہ میں بہت ہیں مگر ہم ان میں سے بعض کو تبرک کے طور پر ذکر کر رہے ہیں۔

نعلینِ مبارک اور احادیث

۱:۔ ابن عساکر، بخاری اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا:

کانت نعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لھا قبالان.

"رسول اللہ ﷺ کے نعل کے دو زمام تھے۔

۲:۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔

ان نعل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان لھا قبالان.

"نعل نبی ﷺ کے دو زمام تھے"

۳:۔ ترمذی کی روایت اس طرح ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان نعلاہ لھما قبالان.

"بلا شبہ رسول اللہ ﷺ کے نعل مبارک کے لیے دو زمام تھے۔"

اس کے بعد فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے بھی مروی ہے۔

۴ :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں

كان لنعل رسول الله صلى الله عليه وسلم قبالان.

" نعلِ رسول اللہ ﷺ کے دو زمام تھے۔"

۵ :۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا :

كيف كان نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟قال لها قبالان.

"رسول پاک ﷺ کے نعل کیسے تھے ؟ فرمایا آپ کے نعل کے دو زمام تھے۔"

" لها قبالان " کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ آپ کی نعل کے دو زمام بنائے گئے تھے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ حضرت قتادہ کا سوال نعل کی ہیت و کیفیت کے بارے میں تھا کہ کیا نعل کے دو زمام تھے یا ایک ؟

شیخ عصام الدین کہتے ہیں کہ سوال میں یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں اول یہ کہ کیا نعل کے دو زمام تھے۔ دوسرا یہ کہ مطلقاً معرفت نعل مقصد ہو۔

واضح رہے جواب میں اسمیہ جملہ لایا گیا ہے تاکہ دوام پر دلالت ہو۔ سابقہ روایتِ بخاری اس بات پر شاہد ہے کہ ہر نعل کے دو دو زمام تھے۔

علامہ ابن حجر ، ہیثمی کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو جواب دیا ہے کہ نعل کے تسمے تھے یا تو سائل کی مراد سے آگاہ ہونے کی وجہ سے کہا یا نعل کی وہ مخصوص حالت بیان کر دی جس کے بارے میں سوال کیا جا سکتا تھا۔

٦ :۔ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا

كان لنعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قبالان مثنى شراكهما .

" حضور ﷺ کے نعلین کے دو زمام تھے اور ان پر دو تسمے تھے۔"

حافظ عراقی نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

مثنی، اسم مفعول ہے یہ لفظ ثنی بمعنی "شی کو دو بنانا" سے بنا ہے بعض کے نزدیک ثنی کا معنی شی کو دوسری شی کی طرف رد کرنا ہے۔ شیخ عصام نے دوسری رائے کو یہ کہتے ہوئے رد کیا ہے کہ یہ اس مقام کے مناسب نہیں اور ان دونوں معانی کو متقارب بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

٧ :۔ امام ترمذی نے عیسیٰ بن طہمان کے حوالے سے روایت کیا کہ

اخرج لنا انس بن مالك نعلين جرداوين لهما قبالان.

"ہمیں حضرت انس بن مالک نے دو بے بال نعلین دکھائے جن کے دو زمام تھے"

اور پھر کہا کہ مجھے اس کے بعد حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا :

انھما کانتا نعلی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم.

"یہ سرور عالم ﷺ کے نعلین ہیں۔"

جرداوین' وہ جوتے جن پر بال نہ ہوں ، نہایہ میں ہے "ارض جرد" اس زمین کو کہتے ہیں جس میں سبزہ نہ اُگے اس کا معنی شرح السنۃ میں خلقین کیا ہے یعنی آپ کے وہ نعلین پرانے تھے۔

حافظ عراقی ، ترمذی اور بخاری نے مذکورہ روایت میں یہی الفاظ ذکر کیے ہیں :

لھما قبالان یعنی نعلین میں دو بدریوں کا ثبوت ہے اور لفظ "لیس" کا ذکر نہیں حالانکہ ابو الشیخ نے اسی روایت میں " لیس لھما قبالان" ذکر کیا جس سے بدریوں کی نفی ہوتی ہے۔ اِس بارے میں شارحینِ حدیث کی دو آراء ہیں :

ا :۔ روایت ابو الشیخ میں کتابت کی غلطی ہے۔

۲ :۔ یہ لفظ لیس نہیں بلکہ **لُسُنْ**" (بضم الام 'سکون سین) ہے۔ یہ لسن کی جمع ہے جس کا معنی " نعل طویل " ہے۔ اب تمام روایات کا معنی یہ ہوگا۔ کہ وہ نعلین لمبی تھیں اور ان میں دو دو بدریاں تھیں۔

باقی عیسیٰ بن طھمان کا یہ کہنا کہ اس کے بعد ثابت نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ یہ رسولِ خدا ﷺ کے نعلین

ہیں۔" نہایت ہی احتیاط پر مبنی ہے۔ ممکن ہے انہوں نے حضرت انس کے پاس نعلین کی زیارت کی ہو مگر ان کی رسالت مآب ﷺ کی طرف نسبت کے بارے میں ان سے نہ سنا ہو۔ اس مجلس کے بعد حضرت ثابت نے انہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ یہ نعلین رسول خدا ﷺ کے ہیں۔

علامہ ابن حجر نے "**فحدثنی ثابت بعد انس**" میں بعد کا مضاف الیہ اخراج نعلین قرار دیا ہے۔ یعنی جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ نعلین نکالے تو اس وقت انہوں نے فرمایا کہ یہ رسول خدا ﷺ کے ہیں لیکن یہ رائے تب ہی درست ہو سکتی ہے جب اخراج کے ساتھ ہی یہ بیان ہوا اور ابن طہمان بھی اسی مجلس میں ہوں حالانکہ روایت میں "عن انس" کے الفاظ ہیں جو واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس سے نہیں سنا۔ اور اگر انہوں نے اخراج نعلین کے بعد یہ کلمات حضرت انس سے سنے ہوتے تو وہ بلا واسطہ اسے روایت کرتے۔ درمیان میں حضرت ثابت کو نہ لاتے۔ حضرت ثابت کا درمیان میں لانا واضح کر رہا ہے کہ یہ اخراج نعلین کی مجلس نہ تھی بلکہ دوسری مجلس تھی۔ اسی لیے شیخ عصام نے تشریح حدیث میں بعدیۃ المجلس کہا بعدیۃ الاخراج نہیں کہا اور یہی درست ہے۔

۸:۔ ابن عساکر نے یہی روایت حضرت عیسیٰ بن طہمان سے ان الفاظ میں بیان کی۔

اخرج الینا انس بن مالك نعلین بقبا لین و هما جر دوان لیس علیهما شعر فرأ ینا انهما نعلا النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال وحدثنا ثابت عن انس بن مالك انهما نعلا النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم.

''ہمیں حضرت انس نے دو نعلین دکھائے جن کے دو زمام تھے اور ان دونوں پر بال نہ تھے۔ ہم نے محسوس کیا۔ حضور ﷺ کے نعلین ہیں اور کہا کہ ہمیں ثابت نے حضرت انس کے حوالے سے بتایا کہ یہ دونوں نبی اکرم ﷺ کے نعلین ہیں۔''

۹:۔ شیخ سراج بلقینی کی گفتگو

شیخ سراج بلقینی امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ ہمیں عیسیٰ بن طهمان نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سامنے دو نعلین لائے جن پر دو دو بدریاں تھیں۔

فقال ثابت البنانی هذه نعل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم.

''ثابت بنانی نے بتایا کہ یہ نعلین نبی ﷺ کے ہیں۔''

اسے خود بخاری نے کتاب اللباس میں ''باب قبالان فی نعل'' کے تحت تخریج کیا ہے۔ آگے چل کر سراج بلقبنی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بخاری نے ان پانچ ابواب (باب ما ذکر فی درع النبی ، باب ماذکر فی عصاه ، باب ماذکر فی سیفه، باب ماذکر فی قدحه ، باب ماذکر فی خاتمه) کے تحت تخریج کیا ہے۔

۱۰:۔ بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سامنے ایسے نعلین لائے جن پر بال نہ تھے اور ان پر دو بدریاں تھیں۔

فحد ثنی ثابت البنانی بعد عن انس انهما نعلا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم.

"مجھے بعد میں ثابت بنانی نے حضرت انس کے حوالے سے بتایا کہ یہ حضور کے نعلین ہیں۔"

مذکورہ روایت بخاری بتا رہی ہے کہ روایت نمبر ۹ میں حضرت ثابت بنانی کا جو قول "ھذا نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔ وہ اس موقعہ کا نہیں جب حضرت انس نے نعلین نکالے تھے۔ بلکہ بعد کا ہے۔ چنانچہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ نے حضرت انس سے نہیں سنا بلکہ انہوں نے ثابت سے اور ثابت نے حضرت انس سے سنا ہے۔ البتہ اخراج نعلین، عیسیٰ نے حضرت انس سے بیان کیا ہے۔

حافظ منزیؒ کو مغالطہ ہو گیا کیونکہ انہوں نے "اطراف الحدیث" میں عیسیٰ بن طہمان کے حالات میں یہی حدیث اسی سند سے بیان کر کے کہا ہے۔ یہ تقاضا کر رہی ہے کہ عیسیٰ نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس سے اخراج نعلین بیان کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اخراج نعلین کا تذکرہ حضرت انس سے عیسیٰ کا بلا واسطہ ثابت ہے۔

البتہ اس بات کا بیان کہ "یہ رسول خدا کے نعلین ہیں" ثابت کے واسطے سے ہے۔" صاحب اطراف نے ترجمہ عیسیٰ میں صرف اخراج کا ہی تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ انہیں دونوں کا ذکر کر کے فرق واضح کرنا چاہیے تھا۔

ابن عساکر نے اپنے جزء میں اپنی سند سے اس روایت کو جس طرح بیان کیا ہے وہ بھی ہماری ...... تائید کرتا ہے، اسی طرح شیخ سراج کی یہ گفتگو بھی ہماری اس تنقید کو تقویت دیتی ہے۔ جو ہم نے علامہ ابن حجر کے بعدیت کا معنی بیان کرتے ہوئے کی تھی۔

۱۱:۔ بخاری میں حضرت عبید بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا اے ابو عبد الرحمٰن میں آپ کو ایسے چار عمل کرتے دیکھتا ہوں جو کوئی دوسرا نہیں کرتا فرمایا وہ کون سے ہیں۔ ؟حضرت عبید نے کہا۔

آپ کعبہ کے یمنی جانب ستونوں کو مس کرتے ہیں۔

نعال سبتیہ پہنتے ہیں۔

زرد رنگ پسند کرتے ہیں۔

اہل مکہ طلوع چاند کے وقت حج کا احرام باندھتے ہیں مگر آپ یوم ترویہ کو احرام باندھتے ہیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا :

ارکان کا معاملہ یہ ہے۔

فانی لم ار رسول صلی اللہ علیه وسلم یمس من الا رکان الا الیما نین.

"میں نے رسالت مآب ﷺ کو یمنی جانب کو مس کرتے ہوئے دیکھا ہے"

نعال سبتیہ پہننا اس لیے پسند کرتا ہوں۔

فانی رائیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یلبس النعال لیس فیھا شعر و یتو ضا فیھا .

"میں نے حضور ﷺ کو ایسے نعلین پہنتے ہوئے دیکھا جن پر بال نہ تھے۔ آپ انہی میں وضو کر لیتے۔"

زرد رنگ پسند کرنے کی وجہ یہ ہے۔

رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصبغ بھا .

"میں نے رسول خدا ﷺ کو زرد رنگ استعمال کرتے ہوئے دیکھا"

رہا احرام باندھنے کا مسئلہ

فانی لم ار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یھل حتی تبعث بہ راحلتہ. (البخاری کتاب الوضؤ)

"میں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ اس وقت احرام باندھتے جب آپ کی سواری سفر کے لیے کھڑی ہوتی۔"

۱۲:۔ مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے شمائل میں حضرت عبید بن جریج سے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے عرض کیا آپ نعال سبتیہ ہی پہنتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس النعال التی لیس فیها شعر ويتوضا فيها فانی احب ان البسها.

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے نعلین پہنے دیکھا ہے جن پر بال نہ تھے اور آپ انہی میں وضو فرما لیتے ۔میں بھی انہیں پہننا پسند کرتا ہوں۔"

نوٹ :- اس روایت میں جو عبید بن جریج ہیں یہ مدنی بنو تمیم کے آزاد کردہ غلام اور ثقہ ہیں۔ ان سے بخاری ، مسلم ، ابو داؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نے شمائل میں حدیث روایت کی ہے ۔ ان کے اور عبدالملک بن عبد العزیز بن جریج مکی کے درمیان کوئی رشتہ نہیں بعض لوگوں (جو اس فن میں درک نہیں رکھتے) کا یہ کہنا کہ مذکورہ روایت میں جو عبید بن جریج ہیں یہ عبدالملک بن جریج کے چچا ہیں ہر گز درست نہیں۔ اس بات کی نشاندہی حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی کی ہے ۔ عبید بن جریج نے جو کہا۔" آپ کے اصحاب میں سے کوئی نہیں کرتا" اس سے مراد اصحابِ رسول ﷺ ہیں۔ حافظ فتح الباری میں کہتے ہیں کہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمر کا صرف ان صحابہ سے انفراد ہے جنہیں عبید بن جریج نے دیکھا سبھی سے نہیں۔ مازری کا قول یہ ہے۔

يحتمل ان يكون المراد لا يصنعهن غيرك مجمتعة وان كان يصنع بعضها.

"ممکن ہے یہ مراد ہو کہ آپ کے علاوہ اجتماعی طور پر صحابہ نہیں کرتے تھے اگر چہ ان میں سے بعض پر عمل کرتے تھے۔"

لفظ سبتیہ کی تحقیق

السبتیہ (سین کے نیچے زیر اور یا مشدد) سبت کی طرف منصوب جس کا معنی گائے کا وہ چمڑا جسے کسی بھی شے سے رنگا گیا ہو یا وہ چمڑہ جسے کیکر کے پتوں سے رنگا گیا ہو۔ شیخ عصام کا کہنا یہ ہے کہ سبتیہ میں مصنوع مادہ (مٹیریل) کی طرف نسبت ہے۔ ابو عمر کا قول ہے کہ ہر رنگا ہوا چمڑا سبت ہے۔ بقول ابو زید سبت صرف گائے کے چمڑے کو کہا جاتا ہے خواہ وہ رنگا ہوا ہو یا نہ۔ المحکم میں ہے بعض نے سبت کو گائے کے چمڑے کے ساتھ خاص کیا ہے چاہے وہ رنگا ہوا ہو یا نہ اور ابو زید کا قول بھی یہی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ سبت وہ چمڑا ہے جس پر بال نہ ہوں۔

ازھری کی تہذیب اور دیگر کئی حضرات نے ایسا ہی کہا ہے۔ اس کا نام سبتیہ اس لیے ہے کہ اس سے بال محو کر دیئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے سبت رأسه (اس نے اپنا سر منڈ والیا) اور سبت کا معنی کاٹنا بھی ہے اور اسی سے یوم السبت (ہفتہ کا دن) کیونکہ وہ زمانے کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور منقول ہے اس کا نام سبت اس لیے ہے کہ اس میں تخلیق منقطع ہوئی یعنی یوم جمعہ کو تخلیق مکمل اور جمع ہوئی اس لیے اس کا نام جمعہ ہوا۔ اور ہفتہ کے روز منقطع ہوئی کیونکہ اس سے پہلے جمعہ کو مکمل ہو چکی تھی اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث مسلسل جس میں تشبیک ید (ہاتھ پکڑ کر روایت کرنے کا

تذکرہ) ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ہفتہ کے دن تخلیق فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں اور امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت فرمایا، یاد رہے امام ابن حجر نے شرح ھمزیہ میں دنوں کے بارے میں بڑی نفیس گفتگو کی ہے اور ہم اسے بیان کر رہے ہیں اور امام سہیلی وغیرہ نے اس قول کو ”کہ خلق یوم ہفتہ کو ہوئی“ یہود کی طرف منسوب کیا ہے۔

شرح ہمزیہ میں امام ابن حجر کی گفتگو

امام ابن حجر نے ہمزیہ کی شرح میں اس قول کے تحت کہ ”ہفتہ کا دن مبارک دن ہے“ فرمایا ہفتہ کا دن ہفتے کا آخری دن ہے اور بدھ چوتھا اور یہ بھی کہا گیا کہ ہفتہ پہلا دن ہے اور بدھ پانچواں ہے۔ شیخ کا اس قول کہ ہفتہ آخری دن ہے...... الخ کو لفظ ”قیل“ سے نقل کرنا عجیب ہے۔ حالانکہ اس پر حدیث صحیح وارد ہے۔ اور اسی پر اکثریت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے جیسا کہ روضہ نووی میں ہے کہ :------- امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا :

خلق اللّٰہ التربة یوم السبت و خلق الجبال یوم الاحد وخلق الشجر یوم الاثنین وخلق المکروہ یوم الثلا ثه وخلق النور یوم الاربعاربث فیها الد واب یوم الخمیس وخلق آدم بعد العصر من یوم الجمعة فی آخرالخلق فی آخرالساعة من النهار فیما بین العصر الی اللیل.

ترجمہ :۔ "اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز مٹی کو پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو اتوار اور درختوں کو پیر اور مکروہات منگل کو نور بدھ کو اور جمعرات کو جانوروں کو جبکہ آخر میں حضرت آدم کو جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد اس گھڑی میں پیدا کیا جو عصر اور رات کے درمیان ہے۔"

امام اسنوی ، امام سہیلی اور ابن عساکر نے اس قول کی تصویب کی کہ ہفتہ پہلا دن ہے ایک اور مقام پر امام نوویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلادن اتوار ہے اور فرمایا کہ سوموار کو یوم الاثنین اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دوسرا دن ہے مگر اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ دنوں کے ناموں کی توجیہ میں مناسبت کا قول ضعیف ہے۔ البتہ اتوار کے پہلے دن ہونے پر امام قفال کے قول سے تائید ہوئی ۔ کیونکہ اُنہوں نے کہا کہ حدیث سابق کے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں اور امام علی بن المدینی اور امام بخاری وغیرہ نے اس پر جرح کرتے ہوئے اسے حضرت کعب کا قول قرار دیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے انہی سے سنا لیکن بعض راویوں کو اشتباہ ہوا۔ لہذا اس کو مرفوع بیان کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حفظِ رفع اور عدمِ حفظ میں تردد کی صورت میں حفظ حجت ہوتا ہے ۔ ثقہ راوی کی حدیث صرف ظن کی بنا پر رد نہیں کی جاسکتی ۔ اسی لیے امام مسلم نے ان محدثین کے قول سے اعراض کرتے ہوئے اس حدیث کے مرفوع ہونے پر اعتماد فرمایا اور اسے مسنداً روایت کیا۔ لہذا اس کو مرفوع ماننا اور قبول کرنا ضروری ہے اور ابن عساکر کا ہفتہ کو پہلا دن قرار دینا تو اس کی تائید ابن جریر نے

بھی کی ہے کیونکہ اس عالم کی تخلیق چھ روز میں مکمل ہوئی اور حضرت آدم کو جمعہ کے روز تخلیق کیا گیا۔ یہ تب صحیح ہوگا جب جمعہ بھی ان چھ دنوں میں شامل ہو حالانکہ یہ ثابت نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے تخلیق اشیاء کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تخلیق آدم کو ساتویں دن میں قرار دیا اور وہ جمعہ ہے۔ اور یہ بات ثابت نہیں کہ ان کو آخری دن میں تخلیق فرمایا جبکہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ عالم کو چھ دنوں میں تخلیق فرمایا اور ان کا آخری دن جمعرات ہے اور حضرت آدم کو اس کے بعد تخلیق فرمانے میں اشارہ تھا کہ تمام اشیاء کی تخلیق ان کے فائدے کے لیے ہے۔ اور حدیث سابق جو بحوالہ مسلم مذکور ہوئی وہ اس میں ظاہر ہے اور اس کی مؤید وہ صحیح خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جمعہ کی طرف رہنمائی کی اور یہود و نصاریٰ کو اس سے غافل رکھا۔

کیونکہ یہود کا اعتقاد تھا کہ ہفتہ کا پہلا دن اتوار ہے۔ جمعہ چھٹا دن ہوا تو انہوں نے ہفتہ کو لے لیا جو ساتواں دن بنتا تھا اور نصاریٰ کے اعتقاد کے مطابق پہلا دن سوموار تھا تو انہوں نے اتوار کو لیا اور اس امت کے اعتقاد کے مطابق ہفتہ پہلا دن ہے تو اس لحاظ سے ساتواں آخری دن جمعہ کا ہے۔ اور ایام کے ناموں میں اشتقاق کا کوئی اعتبار نہیں کہ احد کے واحد سے مشتق ہونے کی وجہ سے اتوار کو یوم الاحد کہا جاتا ہے۔ لہذا اتوار پہلادن ہوا۔ کیونکہ ان ناموں کے بارے میں یہ بات نہ تو اللہ نے بتائی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے۔ یہودیوں نے ان ایام کے یہ نام اپنے مذہب

کے مطابق رکھے تو عربوں نے ان سے اسی طریقہ پر قبول کر لیے اور قرآن میں سوائے جمعہ اور ہفتہ کے کوئی نام بھی وارد نہیں اور یہ دونوں اسمائے عدد میں سے نہیں ہیں اور اگر یہ ثابت بھی ہوں تو اس میں کوئی دلیل نہیں تھی کیونکہ عرب والے جمعرات کو الاربعا کہا کرتے تھے اور ایسے ہی حضرت ابن عباسؓ نے اسے اخذ فرمایا اور اس قول میں ہو سکتا ہے کہ وہ منفرد ہوں کہ یوم عاشورہ محرم کا نوواں دن ہے۔ اور اس کا نوواں ان کا آٹھواں دن ہے اور اسی طرح یہ قول کہ ہفتہ کا دن مبارک ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس میں تخلیق کی ابتداء فرمائی جیسا کہ گزرا بخلاف یہود ان کے نزدیک تخلیق کی ابتداء اتوار کو ہوئی۔ اور جمعہ کے دن اس سے فراغت ہوئی جبکہ ہفتہ کا روز آرام کا روز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسی لیے ہفتہ کو ہم چھٹی کرتے ہیں جیسا کہ رب نے اس دن آرام کیا تھا۔ ہم بھی آرام کرتے ہیں۔ یہ ان کی جہالت اور بے وقوفی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد ان الفاظ میں فرمایا۔

وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوب (ہمارے لیے تھکاوٹ نہیں ہے) یعنی اللہ تعالیٰ تھکاوٹ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ تھکاوٹ اسی سے متصور ہوتی ہے جو کہ حاجت اور اسباب میں کسی غیر کا محتاج ہو۔ اور اللہ ان اشیاء سے پاک وبری ہے۔ کیونکہ اس کا فرمان عالی ہے۔

اِنَّمَا اَمْرُنَا لِشَئیٍ اِذَا اَرَدْنَاه اَنْ نَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْن

(یعنی جب ہم کسی شے کو بنانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو حکم کرتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے)

یعنی وہ فوراً موجود ہو جاتی ہے اور اس کے ارادے سے پیچھے نہیں رہتی پس لفظ **کُنْ** یہ ارادہ سے ہی کنایہ ہے۔

(سبتۃ) یہ مغرب میں ایک بہت بڑا شہر ہے جو بحر زقاق پر واقع ہے۔ اور قاضی ابو الفضل عیاض جو "الشفا" اور مشارق الانوار" جیسی بلند پایہ کتب کے مصنف ہیں اسی شہر کے رہنے والے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ سبت کا نام سبت اسی لیے رکھا گیا ہے کہ اس کا مطلب قطع کرنا وکاٹنا ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس شہر کا نام رکھنے میں جو حکمتیں ہیں میں نے اپنی کتاب "ازھار الریاض فی اخبار عیاض" میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ جس سے نفس اور عقل دونوں مطمئن ہو جاتے ہیں اور شیخ ھروی کی کتاب "غریبین" میں ہے کہ نعل کا نام سبتیہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کو دباغت کے ساتھ نرم کر دیا گیا ہے۔ ایک محاورہ ہے۔ "**مطبةٌ سبتةٌ**"

(وہ تر اور نرم ہے)

ابن التین کی کتاب میں داؤدی سے مروی ہے کہ سبتیہ کا لفظ ایک بازار کے نام سبت کی وجہ سے ہے۔ مگر اس پر اعتراض ہو گا کہ پھر سین کے فتح کے ساتھ ہونا چاہیے حالانکہ یہ مردود ہے۔ کیونکہ یہ تو کسرہ کے علاوہ نہیں آیا جیسا کہ ابھی ہم نے پچھلے صفحات میں بیان کیا۔ صاحب المنتہیٰ نے کہا کہ یہ سبت کی طرف منسوب ہے اور سبت وہ بوٹی ہے جس

سے دباغت دی جاتی ہے۔ میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ یہ سبت ہے اور سین کے کسرہ کے ساتھ محفوظ ہے یہ سبت سین کے ضمہ کے ساتھ معروف نہیں اور میں نے قطرب نحوی کی کتاب میں بضم سین سبت دیکھا وہ بوٹی جو خطمی کے مشابہ ہو۔

کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

وارض بحار المد لجون

تری السبت فیھا کرکن الکشیب

(وہ زمین جس میں اندھیرے میں لوگ حیران ہوتے ہیں وہاں تو سبت بوٹی کوٹیلے کی مانند پائے گا) یعنی وہاں ہر چھوٹی چیز بڑی نظر آئیگی۔

سبت کے معانی بیان کرتے ہوئے قطرب نے کہا:

حمدت یوم السبت اذجاء محذی السبت

علی نبات السبت المھمة للمستصعب

(میں نے ہفتہ کے دن کی تعریف کی ہے کیونکہ سبتی جوتے والا آیا، سبت بوٹی پر اور محنتی ہی مشکلات میں کامیاب ہوتا ہے)

اس کے شارح القادری نے لکھا:

حمدت یوم السبت و وقعة فی الزمن

اذاجاء محذی السبت والسبت نعل یمنی

علی نبات السبت نبت بارض المغرب

والمھمة للمستصعب

(میں نے ہفتہ کے دن اس کے وقت میں تعریف کی کیونکہ سبت جوتے والا یعنی یمنی نعل والا آیا۔ اس بوٹی پر جو مغرب میں اُگتی ہے اور مشکل پسند کو ہی منزل ملتی ہے۔)

شارح مغربی نے کہا

والسبت یوم عیداً والسبت نعل حمدا

والسبت نبت وجداً فی معمر او سبب

(سبت سے مراد ہفتہ کا دن یوم عید ہے اور سبت بہت خوبصورت نعل اور سبت بوٹی کا نام بھی ہے جو معمر اور سبب میں آگئی ہے۔)

شیخ عصام کی گفتگو اور اس کا رد

شیخ عصام اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیاق حدیث اس بات پر شاہد ہے کہ سیدنا عبد اللہ ابن عمر اس سوال و جواب کے وقت سبتیہ جوتا پہنے ہوئے نہیں تھے۔ لہذا ان سے اس کے ترک کے بارے میں سوال کیا گیا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ سوال کے وقت ترک، مطلق ترک کا تقاضا نہیں کرتا اور اگر بصورت تنزل مان بھی لیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی عذر کی وجہ سے ترک کیا ہو۔ مثلاً ان کے پاس موجود ہی نہ ہو۔

یا بایں طور بھی کہ یہاں ترک نہیں بلکہ ظاہر متبادر یہی ہے کہ وقت سوال آپ بستر پر بیٹھے ہوئے تھے اور یہ وقت جوتا پہننے کا نہیں ہوتا اور یہ بہت

زیادہ واضح ہے اور آپ کا قول کہ "سبتیہ جوتا پہننے کو پسند کرتا ہوں" بقول شیخ عصام آپ نے واضح کر دیا کہ میں اس لیے پہنتا ہوں کہ یہ بالوں سے خالی ہے نہ کہ خصوصیت کی وجہ سے اور کہا کہ اس سے اس اعتراض کا بھی ازالہ ہو گیا کہ یہ سبتیہ جوتا صرف صاحب حیثیت اور امیر لوگوں کا جوتا ہے۔

شرح میں ہے کہ حدیث بخاری کا سیاق اس بات پر دال ہے کہ آپ سے سوال، صحابہ رسول ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے تھا کیونکہ آپ سے یہی پوچھا گیا کہ تم یہ چار کام کرتے ہو حالانکہ باقی صحابہ نہیں کرتے اور ان چار میں سبتیہ کا پہننا بھی ہے اور بعض علماء نے عصام کے کلام کا رد کیا ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ یہ جوتا صاحب حیثیت اور مالدار لوگ پہنتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ نے اسے تحدیثِ نعمت کے طور پر استعمال کیا اور اس کی اجازت قرآن میں ہے **(فاما بنعمة ربك فحدث)** اور میرے نزدیک اس کی سب سے اچھی توجیہہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی سنت سمجھتے ہوئے محبت کرتے تھے نہ کہ اس وجہ سے کہ جو شیخ عصام نے بیان فرمائی اگرچہ بعض محققین کا بھی یہی خیال ہے اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے میرے والی توجیہہ کی ہے۔ الامام العارف الربانی سید محمد بن یوسف السنوسی صاحب عقائد (عقیدہ اہل التوحید **المخرج من ظلمات الجهل و ربقة التقليد المرغمة انف كل مبتدع عنيد**)ہیں پھر میں نے دیکھا کہ یہی علت علامہ ابن حجر نے اس قول ابن عمرؓ (کہ میں اس کو نبی اکرم ﷺ کی

اقتداء کی وجہ سے پہننا پسند کرتا ہوں) کے تحت بیان کی اور جب حدیث کا سیاق و سباق اس چیز کا مقتضی ہے۔ بلکہ اس میں صاف صراحت ہے تو اب کسی دوسری علت کی طرف دھیان دینے کی حاجت نہیں ہے۔(واللہ اعلم)

اور بعض ائمہ نے فرمایا سائل کا یہ کہنا کہ تمہارے دوست نہیں پہنتے محل نزاع ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ سائل نے ان لوگوں کے حوالے سے کہا جنہیں اس نے دیکھااور اگر ہم تمام صحابہ کے بارے میں جان لیں تو وجہ یہ ہوگی کہ ممکن ہے کہ انہیں اس بارے میں کوئی شی نہ پہنچی ہواور ابن عمر اسے محفوظ کرنے میں ممتاز ہوں۔

مذکورہ صاحب رائے تک وہ بات پہنچی ہی نہیں جسے ہم فتح الباری کے حوالے سے بیان کر چکے یا پھر وہ اس پر واقف تو تھے لیکن انہوں نے اس قول کو پسند نہ کیایا پھر وہ اس قول میں عبد اللہ ابن عمرؓ کو منفرد خیال کرتے تھے اور شاید یہی بات ان کے نزدیک متعین ہو۔

سبتیہ جوتا پہننا جائز ہے

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی مذکورہ روایت نعال سبتیہ کی طہارت پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ اکثر علماء کا قول کہ یہ دباغت شدہ چمڑے سے بنتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ پاک ہو اور اس کی دباغت صرف بالوں کے ازالے کا باعث ہو تو اب اشکال نہ رہا اور یہ بھی

احتمال کہ اس کی طہارت ، دباغت اور دھونے سے ہو جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے جو بھی ہو سبتیہ جو تا ہر حال میں پہننا جائز اور روا ہے۔

محدث اندلس امام حافظ ابو عمر بن عبد البر نے ارشاد فرمایا کہ سوائے مقابر کے اس جوتے کو پہننے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور پھر یہی روایت ابن عمر نے ذکر کی۔

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا کیسا ہے؟

نیز فرمایا کہ ایک جماعت اسے قبرستان میں پہننے کو مکروہ کہتی ہے ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو جو کہ قبرستان میں چل رہا تھا فرمایا اپنے جوتے اتار دو اور ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے۔ اگرچہ قبرستان میں کیوں نہ ہو اور ان کی دلیل آقا ﷺ کا فرمان ہے۔

اذا وضع المیت فی قبرہ انہ یسمع قرع نعالھم

"جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ آدمیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔"

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو فرمایا کہ جوتے اتار دے کیونکہ میت سے قبر میں سوال ہوتا ہے۔ پس جب وہ اس چلنے والے شخص کو دیکھتا ہے تو سوالات کے جوابات دینے سے وہ اس شخص کی طرف مشغول ہو جاتا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے اگر اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو ثابت قدم نہ رکھے اور بعض

علماء نے قبرستان میں جوتے اتارنے کی حکمت یہ بیان کی کہ احتمال ہے کہ اللہ تعالی کے رسول ﷺ نے جوتے اتارنے کا حکم اس لیے دیا ہو کہ اس سے ایذا اور تکلیف ہوتی ہے اور ابن حجر نے فرمایا: قبرستان میں جوتے پہننے کی نہی میت کے اکرام و عزت کے لیے ہے۔

امام عینی نے شرح بخاری کے باب " المیت یسمع خفق النعال" کے تحت فوائد۔ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں قبرستان کے اندر جوتا پہن کر چلنے کا جواز ہے اور اہل ظواہر اسے مکروہ جانتے ہیں اور یہی قول یزید بن زریع وامام احمد بن حنبل وغیرہ کا ہے۔ اور ابن حزم ظاہری نے المحلی میں کہا کہ کسی کے لیے قبرستان میں سبتیہ جوتا (جس پر بال نہ ہوں) پہن کر چلنا جائز نہیں ہے اور اگر اس پر بال ہوں تو پھر جائز ہے اگر دونوں جوتوں میں سے ایک پر ہی بال ہوں اور دوسرے پر نہ ہوں تب بھی جائز ہے۔

المغنی میں ہے کہ -- قبرستان میں آدمی کا جوتا اتار کر جانا مستحب ہے اور اس پر استدلال حدیث بشیر بن الخصاصیۃ سے کیا رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو قبرستان میں جوتے سمیت چلتے دیکھا تو فرمایا کہ افسوس اے جوتے والے اپنے جوتے اتار دے۔(الطحاوی) اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اس سے مکمل طور پر اور امام حاکم نے اسے روایت کرنے کے بعد ابن حزم کی طرح صحیح کہا ہے (الخصاصیہ) حضرت بشیر کی والدہ کا نام ہے اور ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک بشر بنِ نذیر اور

کچھ نے ابن معبد بن شراجیل کہا ہے اس بارے میں جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز ہے اور یہی قول امام حسن بصری، ابن سیرین، نخعی، ثوری، ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور تابعین میں سے اور ان کے بعد کے فقہاء کا ہے۔ حضرت بشیر بن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ نے جوتے اتارنے کا حکم قبور کے احترام کے لیے دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کے چلنے میں تکبر تھا۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے جو قبرستان میں جوتے اتارنے کا حکم فرمایا ہے تو یہ قبرستان میں جوتے سمیت چلنے کی کراہیت ظاہر کرنے کے لیے نہیں بلکہ آپ ﷺ نے ان جوتوں میں ایسی گندگی ملاحظہ فرمائی جو قبرستان کو گندا کردے گی۔ تو تب جوتے اتارنے کا حکم فرمایا۔

امام خطابی نے فرمایا کہ قبرستان میں جوتوں سمیت چلنا امراء اور متکبرین کا کام ہے۔ اس لیے یہ مکروہ ہے اور یہ پسند نہیں ہے۔ بہتر کام یہ ہے کہ قبرستان میں تواضع اور خشوع کی حالت میں جایا جائے۔

امام ابن جوزی نے کہا کہ اس حدیث میں سوائے قبور میں دخول کے واقعہ کوئی خاص حکم نہیں۔ یہ حدیث نہ تو اباحت کا تقاضا کرتی ہے اور نہ ہی تحریم کا بلکہ اس میں جوتے اتارنے کا حکم صرف احترام قبور کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ کیونکہ قبور کے ساتھ ٹیک لگانے اور ان پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس صورت میں ان روایات سے غفلت ہے جن میں ہے کہ میت جوتوں کی آواز سن کر ان کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور فرشتوں کے سوالات کے جواب نہ دینے کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ ہلاک ہوجائے پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ جوتوں کو اتار دو تاکہ صاحب قبر کو تکلیف نہ ہو۔ اس کو ابو عبید ترمذی نے ذکر کیا ہے انتھی اور یہ جو کچھ بیان ہوا ہے اگرچہ اس میں بعض مقامات پر تکرار بھی ہے لیکن ہمارے مطلوب بلکہ اس پر اضافے پر مشتمل ہیں۔

اور سائل کا یہ قول "آپ کو زرد رنگ میں دیکھتا ہوں" احتمال ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہوں یا بال۔ قاضی عیاض نے پہلے کو مختار کہا ہے اور دیگر علماء نے دوسرے کو۔ پہلے معنی پر سنن ابو داؤد کی یہ روایت شاہد ہے کہ آپ ﷺ اپنے کپڑے درس اور زعفران کے ساتھ رنگا کرتے تھے حتیٰ کہ عمامہ شریف بھی، اور دوسرے معنے پر بھی سنن کی روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ اپنی داڑھی مبارک کو زرد خضاب کیا کرتے تھے اور اکثر صحابہؓ اور تابعین زرد رنگ کا خضاب استعمال کرتے۔ شیخ عصام الدین نے حدیث عبداللہ بن عباس جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

علیکم بالبیاض من الثیاب لیلبسھا احیاء کم و کفنوا فیھا مو تا کم فانھا من خیر ثیابکم.

"تم پر سفید کپڑے ضروری ہیں، اپنے زندوں کو یہ پہناؤ اور اپنے مردوں کو ان سے کفن دو۔ کیونکہ تمہارے کپڑوں میں بہتر ہیں۔"

کے تحت کہا کہ آپ نے خیر ثیابکم (تمام کپڑوں سے افضل) نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: من خیر ثیابکم (بہتر کپڑوں میں سے) تاکہ سفید کپڑوں کا زرد کپڑوں پر افضل ہونا لازم نہ آئے اور زرد کی فضیلت تو ظاہر ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا یہ سراسر غلط ہے کیونکہ زرد رنگ میں ہر گز کوئی فضیلت نہیں بلکہ زعفرانی اور زرد رنگ کا حرام ہونا منقول ہے۔ عصام نے حضرت ابن عمرؓ سے جو نقل کیا کہ ان کو زرد رنگ محبوب تھا اس کا جو مفہوم بھی لے لیں اس سے عصام کی رائے ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر ہم اسے صحیح تسلیم بھی کر لیں تو صحابی کا مذہب ٹھہرا جو ہمارے نزدیک حجت نہیں۔

اور ابن حجر کے اس رد کا دو طریقوں سے تعاقب کیا گیا ہے۔

پہلا: یہ ابن حجر کا اپنا کلام نہیں ہے بلکہ ابن عربی کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ زرد لباس کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی۔

دوسرا: حضرت ابن عمر سے جو کچھ منقول ہے اسے ان کا اپنا مذہب قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ جب ان سے زرد رنگ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن شئی احب الیہ من الصفرۃ.

"کہ نبی اکرم ﷺ زرد رنگ سے زیادہ کسی چیز کو پسند نہیں کرتے تھے"

ابو داؤد اور امام حافظ عبد الحق اور دیگر محدثین نے قیس بن تمیمی سے روایت کی :

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم و عليه ثوب اصفر

" میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ پر زرد رنگ کے کپڑے ہیں۔"

اور ظاہر ہے آپ ﷺ افضل چیز ہی پسند فرماتے تھے۔ ہاں شیخ عصام کا کہنا کہ سفید کو اس پر فضیلت نہیں ہے ۔ وہ قابل اعتراض ہے کیونکہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی کو سب رنگوں سے سفید رنگ زیادہ پسند ہے تو یہ ثبوت قطعی ہے کہ یہ رنگ افضل ہے اور زرد اور سبز کے بارے میں تردد ہے مگر ترجیح سبز کو ہو گی۔ اور ابھی بعض حفاظ حدیث سے منقول ہو گا کہ آپ ﷺ کی نعل مبارک زرد تھی۔

جوتوں پر مسح جائز نہیں

ان کا فرمانا کہ آپ ﷺ نعلین میں وضو فرماتے تھے تو اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ ﷺ اپنے قدموں کو نعلین شریفین میں دھوتے تھے۔ اور امام بخاری نے اسی لیے یہ باب قائم کیا۔ باب غسل الرجلين في النعلين ولا يمسح على النعلين ۔ (نعلین میں پاؤں کا دھونا اور ان پر مسح نہ کرنا)

اور حضرت مغیرہؓ سے جوتوں پر مسح کے بارے میں ابو داؤد میں جو مرفوعاً حدیث مروی ہے علماء کی ایک جماعت جس نے اسے ضعیف کہا ہے ان میں عبدالرحمٰن بن مھدی وغیرہ بھی ہیں اور امام ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ابو داؤد اور مستدرک حاکم میں جو روایت ہے۔

فرش علی رجله الیمنی و فیها النعل ثم مسحها بید یه ید فوق القدم وید تحت النعل.

"آپ ﷺ نے دائیں پاؤں پر پانی ڈالا حالانکہ اس پاؤں میں نعل تھی۔ پھر اس پر اس طرح مسح فرمایا کہ ایک ہاتھ نعل کے اوپر اور دوسرا نعل کے نیچے کیا۔

اس میں نعل سے مراد مجازاً قدم ہے ورنہ یہ حدیث شاذ ہے۔ اس کا ایک راوی ہشام بن سعد ہے۔ یہ تو منفرد ہونے کی حالت میں قابل احتجاج نہیں تو جب یہ دیگر ثقات کی مخالفت کر رہا ہو تو پھر کس طرح قابل احتجاج ہوگا۔

علاوہ ازیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ اپنے جوتوں پر مسح کیا کرتے تھے اور نماز ادا کرتے اور حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ وضو کرتے اور آپ کے پاؤں میں جوتے ہوتے۔ اپنے قدموں کے اوپر ہاتھ سے مسح کرتے اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (طحاوی، بزار)

حضرت رفاعہ بن رافع نے روایت کیا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سر اور پاؤں پر مسح فرمایا۔

حدیث ابن عمر کے جواب میں علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ آپ نفلی وضو میں ایسا کرتے نہ کہ واجب وضو میں اور حدیث رفاعہ بن رافع کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں موزوں پر مسح مراد ہے اور امام طحاوی نے جوتوں پر مسح کے عدم جواز پر اجماع سے استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں جب موزے اتنے پھٹ جائیں کہ پاؤں ظاہر ہو جائیں تو ان پر مسح جائز نہیں ہے۔ یہی معاملہ جوتوں کا ہے کیونکہ یہ بھی قدموں کو ڈھانپتے نہیں ہیں۔

ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ امام طحاوی کا استدلال تو صحیح ہے لیکن اس پر منقولہ اجماع محل نظر ہے۔

امام عینی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جمہور کا مذہب ہے اور قلیل لوگوں کی مخالفت اجماع کے لیے نقصان دہ نہیں اور جمہور کے نزدیک اجماع میں تواتر شرط نہیں ہے اور امام طحاوی نے عبد الملک سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عطا سے پوچھا کہ کیا آپ کو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی ایک صحابی سے بات پہنچی ہے کہ کسی نے جوتوں پر مسح کیا ہو۔ فرمایا نہیں۔

نعلین میں نماز پڑھنا

ابن عساکر نے نقل کیا کہ عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک ہمارے پاس نعلین لے کر آئے جن میں دو قبال تھے تو مجھے حضرت ثابت بنانی نے بتایا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین شریفین ہیں (اور یہ حدیث ترمذی وغیرہ کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے)۔

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین مبارک میں نماز ادا فرمائی۔

حضرت سعید بن یزید الازدی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سوال کیا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین میں نماز پڑھی تو آپ نے فرمایا: ہاں'

امام ابوالحسن دار قطنی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت عمر بن حریثؓ سے مروی ہے کہ

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یصلی فی نعلین محضوفتین.

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محضوف نعلین مبارکہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔

امام نسائی اور ترمذی اور حافظ ابو نعیم نے اسے تخریج کیا ہے۔

محضوفتین یہ خصف سے ہے جس کا معنی ایک شئی کو دوسری کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے۔ قاموس میں ہے :

خصف النعل خرزھا (جوتے کو سینا یا باندھنا) اور اس حدیث میں بمعنی پیوند لگانا ہے۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ اگرچہ اس حدیث میں ایک راوی مجہول ہے لیکن یہ دوسرے طریق سے صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نعل مبارکہ کو پیوند لگاتے تھے یعنی ایک حصہ کو دوسرے حصے پر رکھتے تھے تو اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ آپ کی ہر نعل کے دو یا اس زیادہ حصے ہوتے تھے اور بعض شارحین شمائل نے کہا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارکہ میں طاق پر طاق رکھا گیا تھا اور اس میں اس قول کارد ہے کہ آپ کے نعل مبارکہ میں صرف ایک طاق تھا۔ اور عرب اس کو اچھا سمجھتے ہیں اس کو ملوک کا لباس تصور کرتے۔ لیکن ان دونوں روایات میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ آپ کی ایک نعل ایک طاق والی تھی جبکہ دوسری دو طاقوں والی جیسا کہ اس پر روایات دلالت کرتی ہیں اور یہ اچھی تطبیق ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو نعل نہیں تھے بلکہ ایک وقت میں صرف ایک جوڑا تھا۔ علاوہ ازیں علامہ ابن حجر نے حدیث قتادہ کی شرح میں کہا کہ ظاہر یہی ہے کہ آپ کے نعل مبارکہ صرف ایک طاق والے تھے اور یہی ممدوح ہے۔ کیونکہ یہ نرم ہوتے ہیں۔ اور ان کو حکمرانوں کے لیے خاص رکھتے ہیں لیکن اس میں نظر ہے اور اگر اس کو تسلیم کر ہی لیا جائے تو بھی مخصوفتین کے بارے میں آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک طاق والا جوڑا تھا جبکہ دوسرا دو طاق

والا۔ علاوہ ازیں آپ کے اعلیٰ صفات کا تقاضا ہے کہ حکمرانوں کے لباس کی مخالفت کریں۔ لہٰذا یہ چیز آپ کے حق میں قابل مدح کیسے ہو سکتی ہے؟

امام احمد نے حضرت ابن الشخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے کہا رأیت نعل نبیکم صلی الله علیه وسلم محضوفة (کہ میں نے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارکہ دیکھی جو کہ پیوند لگی ہوتی تھی۔)

جوتوں میں نماز پڑھنے کے جواز اور عدم جواز پر بحث

حدیث عمرو بن حریث میں جوتوں میں نماز پڑھنے کا جواز ہے اگر وہ پاک و صاف ہوں اور اکمال میں ہے کہ جوتوں میں نماز کی رخصت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا ہے جبکہ یہ علم ہو کہ جوتوں میں نجاست نہیں۔

بخاری۔ مسلم۔ احمد اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم یصلی فی نعلیه.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتوں میں نماز پڑھی۔

شیخ ابی نے کہا اگرچہ یہ جائز ہے لیکن آج کل اس پر عمل نہ کیا جائے بالخصوص جامع مسجد میں کیونکہ عوام کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے اس سے بڑے مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں اور پھر ایسے موقع پر پیش آنے والے

واقعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ جوتے پہن کر مسجد میں داخل ہونے والے کو لوگوں نے قتل کر دیا۔

اور وہ حکایت ھداج کبیر افریقی عرب کی ہے کہ وہ جب جامع زیتونیہ میں جوتے سمیت داخل ہوا تو لوگوں نے کہا کہ جوتا اتار دو تو وہ کہنے لگا کہ میں تو سلطان کے دربار میں جوتے سمیت جاتا ہوں تو یہاں کیوں اتار دوں؟

شیخ ابی نے یہ بھی فرمایا کہ عوام چلتے وقت جوتوں کا خاص خیال نہیں رکھتے اور گندگی سے پرہیز نہیں کرتے۔ اس لیے جب مسجد میں داخل ہوں تو جوتا کسی شئی میں چھپا کر داخل ہوں۔ اور "باب البول فی المسجد" کے تحت شیخ ابو محمد الزدادی کے حوالے سے اس عمل کے ناپسند ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے شیخ صالح ابو علی القروی کو بغیر جوتے چھپائے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو منع کیا اور فرمایا:

انکم ایها الرهط ائمة تقتدی بکم فلاتفعل

تم ائمہ و پیشوا ہو لوگ تمہاری اقتدا کرتے ہیں لہٰذا ایسا نہ کیا کرو۔

مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے خارج ہونے کا بہترین طریقہ

امام ابو عبداللہ بن الحاج المالکی العبدری الفاسی نزیل و مدفون مصر کی کتاب المدخل میں مسجد کی طرف آنے کی فضیلت میں لکھا ہے کہ جب

آدمی مسجد میں داخل ہو تو سنت کے مطابق جوتا اتار کر بائیں ہاتھ میں پکڑے تاکہ وہ اس بدعت سے بچ جائے جس میں آج کل کے بعض نام نہاد علماء گرفتار ہیں کہ ان میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جوتے کو دائیں ہاتھ میں اور اگر کوئی کتاب ان کے پاس ہو تو اس کو بائیں ہاتھ میں پکڑتے ہیں۔ پس جب سنت کے چاہنے والے ہی اس سے جاہل ہوں تو پھر دیگر حضرات کا کیا حال ہوگا؟ اور ان مکروہات میں سے اللہ کے گھر میں داخل ہوتے وقت سنت کی مخالفت ہے اور اس میں بدعت کا ارتکاب۔ پس ان مکروہات سے وہ عبادت شروع کر رہا ہے اور اس میں سے لوگوں کی اقتداء ہے کہ لوگ اس کی دیکھا دیکھی ایسا کریں گے اور اس میں شگون ہے اور سب سے بڑا کام کتاب کو بائیں ہاتھ میں پکڑنا ہے اور مسجد میں جاتے ہوئے سنت کی نیت کرے اور جوتے کو قبلہ رخ نہ رکھے اور نہ اپنے پیچھے کیونکہ جو شخص اس کے پیچھے ہوگا اس کو تکلیف ہوگی اور نہ ہی دائیں طرف کیونکہ سنت ہے کہ بائیں سے دائیں پاکیزگی کے لئے ہے۔

ابو داؤد میں صراحت کے ساتھ اس کے بارے میں نہی وارد ہے۔ اور بخاری و مسلم میں اس سے کم درجہ پر نہی ہے اور وہ تھوک ہے حالانکہ وہ پاک ہے تو جوتے کا کیا حال ہوگا۔ جو راستہ کی گندگی سے کم ہی محفوظ ہوتا ہے لہذا اسے نماز پڑھتے ہوئے اپنی بائیں طرف رکھے۔ اگر بائیں طرف کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اپنے بائیں طرف بھی نہ رکھے کیونکہ اب اس شخص کے دائیں طرف ہوگا۔ اور اگر اس کو اپنے سامنے رکھتا ہے تو

جب سجدہ کرے گا تو وہ اس کی ٹھوڑی اور گھٹنوں کے درمیان آئے گا تو اس کو نماز میں ہلانے جلانے سے باز رہے تو اس لیے مستحب یہ ہے کہ کوئی کپڑا یا تھیلا وغیرہ ہو جس میں جوتا ڈال کر رکھا جائے۔

جوتا کہاں رکھا جائے؟

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی۔

الزم نعليك قدميك فان خلعتهما فاجعلهما بين رجليك ولا يجعلهما عن يمينك ولا عن يمين صاحبك ولا وراءك فتوذى من خلفك

ترجمہ : جوتے اپنے پاؤں میں رکھو اور جب انکو اتارو تو دونوں قدموں کے درمیان رکھو اور نہ اپنے دائیں طرف اور نہ ہی اپنے کسی ساتھی کے دائیں طرف رکھو اور نہ ہی اپنے پیچھے رکھو جو تمہارے پیچھے شخص ہے اس کو تکلیف ہو گی۔

ابن الحاج نے جو کچھ کہا اس میں اس کے کچھ حصہ کی تائید ہے۔

امام ابو زرعہ عراقی سے جب پوچھا گیا کہ مستعمل جوتے پہن کر آدمی مسجد میں داخل ہو سکتا ہے جبکہ ان میں گندگی بھی نہ ہو تو کیا یہ احترام مسجد کی وجہ سے مکروہ ہو گا یا نہیں اور کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں جوتوں سمیت نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ تو انھوں نے فرمایا اگر تو معلوم ہو کہ جوتوں میں گندگی ہر گز نہیں اور وہ پاک و صاف ہیں تو پھر ان کے ساتھ

مسجد میں جانا مکروہ نہیں اور اگر اس میں گندگی ہے تو اس کے ساتھ مسجد میں جانا حرام ہے جبکہ وہ نجاست تر ہو یا پھر وہ مسجد میں گیلی جگہ پر چل رہا ہو یا اگر وہ ننگے پاؤں ہو لیکن چلنے کے ساتھ جوتوں کی گندگی اتر کر مسجد میں گرے گی تو ان صورتوں میں مسجد میں چلنا حرام ہے اور اگر دونوں میں تری نہیں یا گندگی مسجد میں نہ گرے تو پھر ایسی حالت میں چلنا حرام نہیں ہوگا اور اس کا مکروہ ہونا محلِ نظر ہے کیونکہ کراہت کے لئے دلیل درکار ہے۔ یہ محض ظن و قیاس سے لاگو نہیں ہوتا اور مسجد کے لیے اگرچہ احترام و حرمت ہے لیکن یہ مسجد کے احترام کے منافی نہیں اور اگر نجاست کا صرف ظن ہو تو پھر غالب کی طرف رجوع ہوگا۔ نجاست کا ظن غالب ہے تو حکم نجاست پر اور اگر غالب گمان طہارت کا ہے تو پھر حکم طہارت پر ہوگا۔ نجاست تر ہو یا آدمی تر جگہ پر چلے اور اس کے جوتوں سے گندگی مسجد میں گرے تو اب اگرچہ نجاست خفیفہ نہیں مگر کراہت ضرور ہے۔ یہ تمام حکم اس وقت ہے جبکہ گندگی کا صرف احتمال ہو اور اگر یقین ہو تو پھر مسجد میں یہ عمل قطعاً حرام ہوگا۔ اور باقی رہا حضور علیہ السلام کا جوتوں میں نماز پڑھنا تو ظاہر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی جیساکہ بخاری و مسلم میں حضرت سعید بن یزید ابی سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتوں سمیت نماز پڑھی؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں۔ اس سے ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ یہ آپ کا معمول تھا۔ سنن ابی داؤد، صحیح

ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو آپؐ نے اپنی بائیں طرف جوتا اتارا۔ واضح بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابہ کرام کے ساتھ نماز زیادہ تر مسجد میں ہوتی تھی اور پھر کچھ آگے چل کر ابو زرعہ نے فرمایا کہ میرے والد ماجدؒ نے شرح ترمذی میں کہا کہ صحابہ و تابعین کا جوتے سمیت نماز پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے یا مباح یا کہ مکروہ اور پھر والد گرامی نے اس پر بڑی شرح وبسط سے کلام فرمایا۔ اور کہا کہ ترجیح اس قول کو ہے کہ ان کا اتارنا اور پہننا برابر ہے جبکہ تحقیق یا ظن غالب ہو کہ وہ پاک و صاف ہے۔ (اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا بقیہ حصہ یوں ہے۔) جب صحابہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے جوتے اتار دیے تو انہوں نے بھی جوتے اتار دیے۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے۔ عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو جبرائیل نے خبر دی تھی کہ میرے جوتوں میں پسو کا خون لگا ہوا تھا اور بعض شوافع نے فرمایا کہ یہاں نہایت ہی تھوڑا خون تھا اور وہ معاف تھا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست سے کامل طہارت کے پیشِ نظر جوتا اتار دیا اور بعض متاخرینِ مالکیہ نے کہا کہ یہاں کثیر خون پر محمول

کرنے میں کوئی امر مانع نہیں اس میں امام سحنون اور اس جماعت کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ اگر نماز میں نجاست یاد آجائے اور اسے جدا کر دینا ممکن ہو تو اسے جدا کر کے نماز کو جاری رکھا جائے۔

جوتے کو خود گانٹھنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نعل مبارک کو خود گانٹھ لیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر میں معمول کیا تھا تو فرمایا آپ ایک کامل انسان تھے۔ اپنے کپڑوں کی صفائی کرتے۔ بکری کا دودھ دوہتے۔ اپنے کام خود کرتے اور امام احمد اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ اپنے کپڑے سیتے اور اپنے نعل مبارک کو خود گانٹھ لیتے اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے اور دیگر اشخاص کی طرح اپنے گھر کے کام کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے گھر کا زیادہ تر کام کپڑے سینے کا ہوتا تھا۔

ابن عساکر نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يركب الحمار و يخصف النعل و يرقع الثوب و يلبس الصوف و يقول من رغب عن شى فليس منى.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سواری فرماتے اور اپنے نعل کو گانٹھ لیتے اون کے کپڑے پہنتے اور فرماتے جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اس میں تواضع کی تعلیم، تکبر کا ترک اور آدمی کا اپنا اور اپنے اہلِ خانہ کا کام خود کرنے کی رغبت دلائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے امیر المومنین!

ان سرك ان تلحق بصاحبيك فاخصف النعل واقصر الامل وكل دون الشبع.

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنے بزرگوں (حضور علیہ السلام اور حضرت ابوبکر) کے ساتھ ملاقات ہو تو جوتا خود گانٹھو، امیدیں کم کرلو اور سیر ہو کر نہ کھاؤ۔

آپ نے فرمایا: اے علی!

ذودني كلامات غير هذه — مجھے ان کے علاوہ بھی زادِ سفر عطا کرو۔

اور اس حدیث کو حافظ عراقی نے الفیتہ السیرۃ میں یوں نظم کیا۔

يخصف نعله يرقع ثوبه — يحلب شاته و لن يعيبه

يخدم في مهنة اهله — كما يقطع بالسكين لحما قدما

(جوتا گانٹھ لیتے ہیں، کپڑا سی لیتے ہیں، بکری دوھ لیتے ہیں اور گھر میں اہل کے ساتھ ہاتھ بٹانے میں کبھی عار محسوس نہ فرمایا اور خشک گوشت کو چھری سے کاٹ کر استعمال فرماتے)

آپ کے جسم کی نظافت

سابقہ اور حدیث ام حرام سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے سر سے جوئیں تلاش فرمایا کرتے تھے اور فتح الباری میں اس کی تصریح ہے کہ "تفلی راسہ" کا معنی جوئیں نکالنا ہے۔ لیکن ابن سبع اور بعض دیگر شارحین شفا نے تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں جوئیں نہیں پڑتی تھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں۔ اور جوئیں گندگی اور بدبو سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ انور اس سے پاک ہے۔ اور وہ اکثر طور پر پسینے سے پیدا ہوتی ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک پسینہ بلاشبہ پاک اور خوشبو دار تھا۔

اور جس نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک میں جوئیں تھیں، اس نے آپ کی بے ادبی کی ہے اور حدیث "تفلی رأسہ" کے بارے میں علماء نے یہ کہا ہے کہ تلاش کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعتاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں جوئیں ہوں کیونکہ یہ تعلیم امت کے لیے بھی ہو سکتا ہے یا جو--- میل وغیرہ وہاں ہو اس کا دور کرنا مراد ہے۔

قلت لفظ الوسخ وسخ فینبغی ازالتہ.	میں کہتا ہوں آپ کے بارے میں لفظ "وسخ" نہایت ہی غلط ہے۔ لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے۔

اور بعض نے یہ بھی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس میں جوئیں تو ہوتی تھیں مگر آپؐ کو تکلیف نہیں دیتی تھیں اور انہیں چمٹنے کی وجہ تکلیف نہ تھی بلکہ نظافت تھی۔ اور بعض نے یہ ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس سے سوائے طیب وپاک چیز کے کوئی چیز خارج نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے میلے نہیں ہوتے تھے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس میں جوئیں پڑتی تھیں اور علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مچھر کاٹتا تھا۔ اور امام الدلجی نے صاحب شفا کے اس قول کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوئیں تلاش کرتے تھے کے تحت لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتکریم کے سبب جوئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہیں دیتی تھیں۔

علامہ ابن اقبرس کہتے ہیں کہ "یفلی ثوبہ" کا پہلا حرف مفتوح اور دوسرا ساکن ہے۔ فلی یفلی جیسے رمی یرمی اور بعض نے نقل کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھی تھی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتکریم کی خاطر جوئیں آپ کو تکلیف دیتی تھیں اور اس قول کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوئیں تکلیف نہیں دیتی تھیں" میں دو معانی کا احتمال ہے۔ اول یہ ہے کہ جوئیں بالکل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں ہوتی ہی نہیں تھیں۔ دوم یہ کہ ہونے کے باوجود

تکلیف نہیں دیتی تھیں اور اگر پہلا احتمال تسلیم کیا جائے تو پھر مصنف کی ذکر کردہ روایت اور روایت ام حرام کے درمیان تطبیق ضروری ہے۔ اور میں یہ کہتا ہوں یہ بات محل نظر ہے کیونکہ اگر یہ روایت ثابت ہے تو پھر بہر طور دوسرا احتمال ہی ہوگا کیونکہ ان کے الفاظ **ولم یکن القمل یوزیه** ہیں۔ اور اگر پہلا معنی مراد ہوتا تو الفاظ یوں ہوتے کہ **لم یکن الذباب یعلو ثوبه ولا القمل مدنه** خصوصاً جبکہ اس کے خلاف صحیح طریق سے ثابت ہو چکا ہے تو اب احتمال اول کی گنجائش ہی نہیں رہی اور پھر دوسرے احتمال میں بھی بحث ہے کیونکہ اس میں تکلیف کی نہی کی گئی ہے۔ جبکہ یہی تکلیف دینا ان کی غذا ہے جو کہ ان کے لیے اللہ نے بدن میں پیدا فرمائی اور جب غذا نہیں ہوگی تو حیوان زندہ نہیں رہ سکے گا (تو ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس میں جوئیں ہوتی ہی نہیں تھیں) اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کا وجود ایک مدت تک ہو تو یہ اس کا متقاضی نہیں ہے کہ یہ اس کے متعلق ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں بھی تکلیف کے سوا کچھ نہیں ہے اور نفس کو تکلیف دیکھنے میں ہے جو مکروہ ہے اور یک گونہ تکلیف ہے۔

اور علامہ ابن اقبرس کا یہ کہنا کہ کچھ لوگوں نے اِسے نقل کیا ہے تو ان کا اشارہ اس طرف ہے جو شفاء الصدور اور تاریخ ابن النجار میں سنداً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بیان ہوا ہے۔

کان لایقع الذباب علی جسده ولا ثیابه اصلاً. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اور کپڑوں پر ہرگز مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔

موزے پہننے کی ممانعت

اور وہ حدیث جس میں فرمایا گیا اذتخففت امتی بالخفاف ذات المناقب الرجال والنساء وخصفو انعالھم تخلی اللّٰہ عنھم۔ یہ الجامع الصغیر میں مذکور ہے اور حدیث پر علامہ محدث عصر سید الشیخ عبدالرؤف المناوی الشافعی نے الجامع الصغیر کی شرح میں بہت اچھا کلام فرمایا میں نے ان سے قاہرہ میں ان کے گھر ملاقات کی اور وہ میرے ہاں بھی تشریف لائے۔ اس شرح میں تمام شروحات کو اکٹھا کردیا ہے اور یہ شرح الجامح الصغیر کے لیے ایسی ہی ہے جیسی کہ جسم کے لیے روح۔ ان کا کلام یہ ہے ازا تخففت امتی بالخفاف ذات المناقب یعنی جب میری امت رنگین یا سفید زینت والے موزے یا ایسے موزے جن کے اوپر زینت کے طور پر کوکے ہوں گے۔ قاموس میں نقب الخف کا معنی موزے کو پیوند لگانا ہے۔ (للرجال والنساء) مرد وعورت زینت کرنے میں برابر ہیں (خصفو انعالھم) قاعدہ کے مطابق خصفت ہونا چاہیے تھا لیکن مذکر کو غلبہ دیا گیا کیونکہ وہ اصل ہے۔ اس حدیث نے نشاندہی کر دی ہے کہ اس بدعت میں مرد اور عورت دونوں مشترک ہوں گے۔ تخلی اللّٰہ عنھم (اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی حفاظت کو ترک کردے گا) اور جس سے حفاظت کا ذمہ اٹھائے

وہ ہلاک ہو گا۔ اور خصفت کا اصل معنی جوتے کو پیوند لگانا' سینا اور گانٹھنا وغیرہ ہے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ ایسے موزے پہننے سے منع کیا جارہا ہے کہ جن کو رنگ دے کر زینت اور تکبر کے لیے استعمال کیا جائے۔

امام راغب نے کہا کہ **الاخصف والخصیف الا برق من الطعام** یعنی خصف اور خصیف وہ سبز کھانا ہوتا ہے جو دودھ وغیرہ سے کھجور کی بنی ہوئی ٹوکری میں بنایا جاتا ہے اور اس میں اس کی رنگت ظاہر ہو جاتی ہے۔ المیزان میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ چار خصلتیں آل قارون کی خصلتوں میں سے ہیں--- رنگین موزے پہننا' سرخ لباس پہننا' تلوار کے میان کو تکبر کی وجہ سے لٹکانا اور تکبر کی وجہ سے اپنے خادم کے چہرے کو نہ دیکھنا--- ممکن ہے حدیث مذکورہ میں ایسے موزوں کے استعمال سے منع کیا گیا ہو اور اس میں مزین موزے پہننے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ وبال اور مصیبت ہے۔ اور جو موزے اس سے خالی ہوں وہ پہننے مباح بلکہ مندوب ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد موزے تھے۔ اور آپؐ کے صحابہؓ موزے سفر و حضر میں پہنتے تھے۔

ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ میں انگاروں یا تلوار کی دھار پر چلوں یا آگ کا جوتا پہنوں یہ میرے لیے زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں قبر کے اوپر چلوں اور میرے لیے قبرستان اور بازار میں رفع حاجت کرنا ایک جیسا ہے۔

ابو داؤد نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ :

اذا وطی احد کم بنعله الاذٰی فان التراب له طهور
جب کسی کے جوتے کو گندگی لگ جائے تو مٹی سے وہ پاک ہو جاتا ہے

دار قطنی نے الافراد میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اپنے جوتوں کو مساجد کے دروازے پر نگہداشت کرو۔ (خوب صاف کرو)۔ حلیہ میں بھی یہ روایت ہے۔

الحافی احق یصدر الطریق من المتنعل.
ننگے پاؤں والا جوتے والے سے راستے میں چلنے کا زیادہ حق دار ہے۔

طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان فرمایا کہ جو تہبند نہ پائے اس کے لیے پاجامہ اور جو جوتے نہ پائے اس کے لیے موزے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ تمام احادیث اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین پاک کے متعلق نہیں ہیں لیکن ان میں کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور پائی جاتی ہے۔

ابن عساکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین پہننے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا

دعنی انعلك يا رسول الله صلی الله علیه وسلم فترکه	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نعلین پہنانے دیجئے۔
فلما فرغ قال اللهم انه اراد رضائی فارض عنه	آپؐ نے چھوڑ دیا۔ جب وہ شخص فارغ ہو گیا تو اللہ کے محبوبؐ نے فرمایا اے اللہ اس شخص نے میری خوشی چاہی تو بھی اس سے خوش ہو جا۔

اس حدیث میں بکیر بن محمد متفرد ہے۔ لہٰذا یہ حدیث غریب ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم تھے تو اچانک اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور واپس تشریف لانے میں دیر کی۔ ہم گھبرا گئے کہ ہمارے آقا کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ پس ہم گھبراہٹ میں کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے پریشان ہونے والا میں تھا۔ پس میں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرنے نکل کھڑا ہوا۔ حتیٰ کہ بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا اور اس کا دروازہ ڈھونڈنا شروع کیا تو اس کا کوئی دروازہ میں نے نہ پایا حتیٰ کہ میں نے ایک چھوٹی سی نالی دیکھی جو کہ باغ میں جاتی تھی تو سکڑ کر اس نالی کے ذریعے اندر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ابوہریرہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ۔ آپ ؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا، آپ ہمارے درمیان تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور واپسی میں دیر لگائی۔ ہم گھبراگئے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ پس ہم پریشانی کی حالت میں اٹھے اور سب سے پہلے میں ہی پریشان ہونے والا تھا۔ میں اس دیوار کے قریب پہنچا اور لومڑی کی طرح سکڑ کر اندر داخل ہوا۔ باقی حضرات میرے پیچھے ہی ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی نعلین شریفین عطا کرتے ہوئے فرمایا اے ابوہریرہ یہ میرے نعلین لیتے جاؤ اور اس دیوار کے باہر جو بھی تجھے سچے دل سے لاالہ الااللہ کہتے ہوئے ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو تو مجھے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے اور کہا اے ابوہریرہ یہ نعلین کیسے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور مجھے عطا فرما کر آپ ؐ نے بھیجا ہے کہ جو بھی خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں چت گر گیا۔ اور فرمایا کہ واپس لوٹ چلو۔ میں واپس حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوٹ گیا اور روتے ہوئے عرض گزار ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پیچھے آرہے تھے۔ اور مجھ پر آپ کی دہشت طاری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تجھے کیا ہوا؟ عرض کیا مجھے حضرت عمر رضی اللہ

۱۔ مذکورہ راوی چونکہ ثقہ ہے۔ اس لیے اس کا متفرد ہونا حدیث کیلئے مضر نہیں ہے۔ (رضوی غفرلہ')

عنہ ملے اور میں نے ان کو وہ خبر سنائی جو کہ آپؐ نے ارشاد فرمائی تھی تو انہوں نے میرے سینے پر مارا جس سے میں گر گیا اور مجھے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر کس چیز نے تجھے اس پر ابھارا ہے تو حضرت عمر نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوہریرہ کو نعلین شریفین عطا فرما کر بھیجا تھا کہ جو بھی سچے دل سے لا الہ الا اللّٰہ کہتا ہوا ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ و توکل کر کے عمل چھوڑ دیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دیں (یعنی لوگوں کو یہ مت بتلائیں)۔

نوٹ: بعض اہلِ لغت نے فرمایا کہ جب کوئی شخص روتا ہوا آئے اور اس کی آنکھوں میں آنسو نہ ہوں تو اسے "اجھش" کہا جاتا ہے اور اگر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوں تو "اغرورقت" کہا جاتا ہے اگر اس پر رقت طاری ہو' آنسو بہہ رہے ہوں اور ساتھ بلند آواز--- بھی ہو تو اس کو "نوحہ" کہتے ہیں اور اگر آنسو ہوں اور ساتھ چیخ و پکار بھی ہو تو اس کو "بکا" کہتے ہیں۔

فائدہ: میرے خیال میں اس بات کو بھی موافقات عمر میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس کو کسی نے آپ کی موافقات میں ذکر نہیں کیا۔

پھر ایک مدت کے بعد میں علامہ ابن حجر کے اس کلام سے آگاہ ہوا جو انہوں نے باب من خص بالعلم قوماً دون قومٍ میں حدیث معاذ کے تحت فرمایا ہے اور وہ متقاضی ہے کہ اس کو موافقات میں شمار کیا جائے۔

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم اذن لمعاذ فی التبشیر فلقیہ عمر فقال لا تعجل ثم دخل فقال یا نبی اللّٰہ انت افضل رأیاً ان الناس اذا سمعواذٰلك اتكلوا علیھا قال فرد.

ترجمہ : (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو بشارت دینے کی اجازت مرحمت فرمائی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے معاذ جلدی نہ کر پھر حضورؐ کے پاس جاؤ اور عرض کرو آپ بہتر جانتے ہیں کہ لوگ اس کو سن کر توکل کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو روک دیا۔)

اس کے تحت ابن حجر نے لکھا کہ یہ موافقات عمر میں سے ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے باب کے آخر میں حدیث ابوہریرہ جو کہ مسلم میں ہے کے تحت فرمایا: حضرت معاذ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر توکل کرلیں گے۔ حضرت ابوہریرہ کے قصہ کے بعد ہے تو یہ نہی مصلحتاً ہے نہ کہ تحریم

کے لیے اور حدیث معاذ کے الفاظ یہ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا **مامن احد شهد ان لا اله الا الله صدقا من قبله الا حرمه الله على النار** جو کوئی بھی سچے دل سے **لا اله الا الله** کہہ دے تو اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جائے گی۔

وحی اور حضرت عمر کی رائے میں مطابقت

اور موافقات میں ایک حدیث وہ ہے جس کو امام بخاری نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔

قال عمر و افقت ربی فی ثلاث مواضع: قلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم لواتخذت من مقام ابراهیم مصلی فنزلت و اتخذ و امن مقام ابراهیم مصلی و آیته الحجاب اجتمع نساء النبی صلی الله علیه وسلم فی الغیرة علیه فقلت لهن عسی ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجاً خیراً منکن فنزلت هذه اللایه.

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے ساتھ تین مقامات پر موافقت فرمائی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش آپ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنا لو تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى**۔ اور میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ اپنی ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرماتے کہ وہ اجتناب فرمائیں ہر نیک وبد کے ساتھ کلام کرنے سے تو آیت حجاب نازل ہوئی اور ازواج مطہرات شوہر پر غیرت کرتی ہوئی اکٹھی ہوئیں تو میں نے ان سب سے کہا

کہ قریب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سب کو طلاق دے دیں اور آپ کا رب آپ کو تم سے اچھی ازواج عطا فرما دے:

تو انہی الفاظ کے ساتھ آیت کریمہ نازل ہو گئی۔

امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں ہشیم اور حجاج سے پہلی' امام نسائی نے حمید سے پہلی اور دوسری موافقت نقل فرمائی۔ اور ابن ماجہ نے ہشیم سے پہلی موافقت اور امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں عمرو بن عون سے اور کتاب التفسیر میں بھی انہی سے نقل فرمائی اور کتاب...... التفسیر میں عن یحیٰی بن حمید سے حجاب کا قصہ بیان فرمایا۔ اور موافقات عمر میں سے بدر کے قیدیوں کا معاملہ بھی ہے کہ ان کی رائے عدم فدیہ کی تھی تو آیۂ کریمہ نازل ہوئی: ماکان لنبی ان یکون **لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض**۔ اور انہی موافقات میں سے منافقین پر جنازہ سے منع کرنا ہے۔ **ولا تصل علی احد منھم**۔ اور یہ دونوں موافقات بخاری میں مروی ہیں اور موافقات عمر میں سے شراب کی حرمت کا معاملہ بھی ہے۔

ابوداؤد طیالسی نے حماد بن سلمہ کے طریق سے حضرت انس ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا میرے رب نے چار مقامات پر میری موافقت فرمائی۔ اس میں تین وہی ہیں جو بخاری کے حوالہ سے گزریں اور ایک یہ ہے کہ جب آیہ کریمہ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃٍ من طین الی قولہ تعالیٰ ثم انشاہ خلقا آخر نازل ہوئی تو میں نے کہا تبارک اللہ احسن الخالقین تو یہ الفاظ اِسی طرح قرآن میں نازل ہو گئے۔

اور انہی میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل شدہ الفاظ ہیں کہ جب آپ پر واقعہ افک میں الزام لگایا گیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کا نکاح آپ سے کس نے کیا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ کا رب آپ سے دھوکہ کرے گا؟ **سبحنك هذا بهتان عظيم**۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ اسی طرح قرآن میں نازل فرمادیے۔ اسے محبّ الطبری نے احکام میں بیان کیا۔

موافقاتِ عمرؓ کی کل تعداد:

امام ابوبکر ابن العربی نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی کل موافقاتِ قرآنیہ گیارہ ہیں۔ اور امام عینی نے حدیث نزول آیۂ حجاب کی شرح میں موافقات کا ذکر یوں کیا ہے۔

اول: آیتہ الحجاب

دوم: عسیٰ ربه ان طلقکن.

سوم: واتخذوا من مقام ابراهیم مصلّی.

چہارم: بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔

پنجم: منافقین (عبداللہ بن ابی) پر نماز پڑھنے سے ممانعت (اور یہ دونوں صحیح مسلم میں مروی ہیں۔

ششم : سورۃ المومنون کی آیت لقد خلقنا الانسان من سلالة من طین۔

ہفتم : تحریم الخمر

ہشتم : من کان عدو اللّٰه و ملئکته۔ (اسے زمخشری نے ذکر کیا)

اور ابو بکر بن العربی نے کہا کہ کتاب الکبیر میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ اللہ نے تلاوت اور معنی کے لحاظ سے گیارہ مقامات پر موافقت فرمائی اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا مانزل بالناس امرقط فقا لوا فیه وقال عمر فیه الانزل القرآن علی نحوما قال عمر۔ (جب بھی لوگوں اور حضرت عمرؓ کے درمیان اختلاف ہوا تو حضرت عمر نے جس کام میں جو کچھ بھی کہا انہی کے مطابق قرآن نازل ہوا۔)

علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمر کی موافقات بالقرآن بہت زیادہ ہیں اور ہم جن پر بذریعہ نقل واقف ہوئے ہیں ان کی تعداد پندرہ ہے۔ حافظ ابن الشحنہ نے ان موافقات کو یوں نظم کیا ہے۔

لقد و افق الفاروق من محکم الذکر ☆ نمانامن الآ یات صفت الی عشر

قیام حجاب مع عی رابه ولا ☆ تصل وفی ان الصفا وفداء بلدر

عداوة جبریل وحل النساء فی ☆ لیال شهر الصوم مع حرمة الخمر

نساؤ کم حرث وحکم کلالة ☆ ولا تسالو اخوف الا جابة بالشر

تبارك فی التخلیق کا دوا لیفتنوا ☆ ثلا ثة استبذ ان مملوك اوجر

و فی آیـة للومنین و فی فلا ☆ و ربك فانظر ماتدا الحبر من فخر

حضرت فاروق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام نے آٹھ آیات سے دس آیات تک موافقت کی :- حکم حجاب

اور عسیٰ ربہ ولا تصلی اور ان الصفا' بدر کے قیدیوں کے بارے میں اور آیۂ کریمہ عداوۃ جبریل اور ماہِ رمضان کی راتوں میں عورتوں کے پاس جانے کی حلت اور شراب کی حرمت بھی۔ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اور کلالہ کے بارے میں۔ آپ سے سوال اس لیے نہ کرنا کہیں شے حرام نہ ہو جائے۔

تبارك الله احسن الخالقين اور کا دوا لیفتنوا۔ تین اوقات میں مملوک اور آزاد کا اجازت لینا اور آیۃ المؤمنین میں اور آیۃ فلا وربک میں

امام سیوطی اور موافقاتِ عمر :

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے موافقات عمر کو نظم کیا اور اس کا نام ''اقطاف الثمر فی موافقاتِ عمر رکھا''۔

يا سائيلى والحادثات تكثر ☆ عن تدى و افق فيه عمر

ومارى انزل فى الكتاب ☆ موافقا لرأبه الصواب

خذما سألت مِنه فِى ايات ☆ منظومة كامن من شتات

فقى المقام و اسارى بدر ☆ و آيتى تضمر و ستر

و ذكر جبريل لا هل الغدر ☆ و آيتين انزلا فِى الخمر

و آية الصيام فى حل الرفت ☆ وقوله نساءكم حرت سبت

و قوله لا يومنون حتى ☆ بحكوك إذ تقتل افتى

و آية فِيها لبدر ادبه ☆ ولا تصل آية فِى التوبة

و آیـة فی النور هذا بهتان ☆ و آیـة فیها الا میتذان
و فی ختام آیـة للمؤمنین ☆ تبارك اللّٰه یحفظ المتقین
وللّٰه من صفات السابقین ☆ و فی سواه آیـة المنافقین
وعددو امن خاك نسخ. الرسم ☆ لآ یـة قد انزلت فی الرجم
وقال قوم هو في النوراة قد ☆ نبهه كعب علیه فسجد
و في الا ذان الذكر اللرسول ☆ رایته في خبر موصول
وفی القرآن جاء بالتحقیق ☆ ماهومن موافق الصدیق
كفوله هو الذی یصلی ☆ علیكم اعظم به من فضل
وقوله فی آیـة المجادلة ☆ لا تجد الا یـة فی اطة
نظمت ما رأیته منقولا ☆ والحمد للّٰه علی ما اولی

اے مجھ سے سوال کرنیوالے ایسے بہت سے حادثات و واقعات ہیں جن میں حضرت عمر کی موافقت ہوئی اور کتاب اللہ میں آیات آپ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں جو تونے مجھ سے سوال کیا اس کا جواب شعروں میں منظوم جو کہ آٹھ مختلف جگھوں میں بکھری ہوئی ہیں اور آیۃ حجاب اور بدر کے قیدیوں میں آیت تظاہر اور ستر اور یہاں حضرت جبرائیل سے دشمنی کا ذکر تھا اور دو آیات شراب کی حرمت میں نازل ہوئیں۔ اور ماہ صیام کی راتوں میں بیویوں سے ہم بستری کرنا اور آیۃ کریمہ نساءُ کم حرث لکم اور آیۃ کریمہ لا یومنون حتی یحكموك میں جب کہ آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اور منافقین پر نماز پڑھنے سے منع کرنے پر

جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے۔ اور سورۂ نور میں آیت کریمہ هذا بهتان عظيم اور اس میں آیت استیذان (اجازت سے کسی کے گھر جانا) اور آیت مومنین کا آخر یعنی تبارک اللہ احسن الخالقین اور صفات سابقین کا ایک حصہ اور آیت المنافقین میں اسی طرح ان میں آیت رجم بھی ہے جس کی تلاوت منسوخ ہوچکی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ آیت توراۃ میں موجود ہے۔ اس پر حضرت ابی بن کعب نے تنبیہ کی اور اذان میں ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ میں نے اسے حدیث متصل دیکھا۔ بلاشبہ قرآن میں ایسی ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی موافقت میں بھی آیات نازل ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان هو الذی یصلی علیکم۔ یہ بھی بہت بڑا فضل ہے۔ اور آیت مجادلہ---- اور میں نے منقول کو نظم کر دیا اور اس پر اللہ کی ہی حمد ہے اور وہی اس کا حقدار ہے۔

ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت :

امام ترمذی نے باب ماجاء فی کراهته المشی بنعل واحد کے تحت حضرت ابوہریرۃ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا یمشی احد کم فی نعل واحد لینعلهما جمیعاً او ینخلهما جمیعاً (تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے یا تو دونوں پہنے یا پھر دونوں اتار دے)۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں باب الرخصہ بھی ہے۔ جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ربما مشی صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم فی نعل واحدة

بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جوتا پہن کر چلتے تھے۔

قاسم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک جوتے میں چلتی تھیں۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ اصح ہے اور اسی طرح سفیان الثوری وغیرہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے موقوفاً بیان کیا۔ یہی اصح ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نھی ان یمشی الرجل فی نعل واحدة او خف واحد.

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوتا یا ایک موزہ پہن کر چلنے سے منع فرمایا۔"

بخاری نے الادب المفرد میں نسائی نے حضرت ابو ہریرہ اور طبرانی نے حضرت شداد بن اوس سے مرفوعاً روایت کیا۔

اذا انقطع شسع احد کم فلا یمشی فی الاخری حتی یصلحھا

جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو جب تک اس کو صحیح نہ کرلے اس وقت تک دوسرے جوتے میں نہ چلے۔

شمائل ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوتے میں چلنے سے منع فرمایا۔ تو دونوں جوتے پہن لے یا دونوں اتار دے۔

قولہ ''فی نعل واحدۃ'' یہ مونث استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا کوئی اشکال نہیں ہے اور مذکر بھی مروی ہے۔ اور اس کا بیان ابتدائے کتاب میں گزر چکا ہے۔ اور بعض نے ''لا یمشی'' کو خبر واقع موقع نہی پر حمل کیا ہے ناکہ مطلق نہی پر کیونکہ فعل مرفوع ہے اور اِس پر محمول کرنے کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں لایمشی کی بجائے لایمشین (بالنون الموکمدہ) وارد ہوا ہے اور عصام نے یہ کہتے ہوئے اس کے عکس کہا ہے کہ بعض نسخوں میں لایمشی کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ لایمشین کو بصورتِ خبر نہی کے موقع میں حمل کیا جائے ناکہ نہی پر۔

علامہ ابنِ حجر قول اول کی طرف مائل ہیں کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ دوسری روایت میں تمشی یہ خبر بامعنی نہی ہے اور نہی کی علت میں فرمایا کہ یہ مکروہ ہے کہ اس میں مثلہ ہے اور یہ وقار کے خلاف ہے اور اس طرح چلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور اس طرح لوگوں کے اس کو مذاق کرکے گناہ میں واقع ہونے کا احتمال ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ لوگوں کو گناہوں میں پڑنے سے بچانے کی کوشش کریں۔ اس لیے آپ نے فرمایا: نماز میں جب وضو فاسد ہو جائے تو نمازی اپنے ناک پر ہاتھ رکھ کر نماز سے واپس لوٹ جائے تاکہ دوسرے لوگ گمان کریں کہ اس کی نکسیر پھوٹ پڑی ہے تاکہ وہ اس کو مذاق کرکے گناہ گار نہ ہوں۔ علامہ ابن العربی نے فرمایا (ایک جوتے میں چلنے سے اس لیے منع فرمایا کہ یہ شیاطین کا چلنا ہے اور ان کے

علاوہ دیگر علماء نے فرمایا کہ اس طرح چلنے میں مشقت اور تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہ حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ جوتے والا پاؤں دوسرے پاؤں سے اونچا ہوگا اور اس طرح پھسل جانے کا خطرہ ہوگا۔ لیکن یہ سام اس وقت ہے جب ضرورت نہ ہو۔ ورنہ کراہت نہ ہوگی اور اس پر وہ روایت شاہد ہے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات ایک جوتے میں چلے۔ اور موزہ اور مداس جوتے کی ہی مثل ہیں۔ اس کی تفصیل امام ابو سلیمان الخطابی کی معالم السنن میں ہے۔

صاحب سبل الہدیٰ والرشاد نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وارد ہے کہ آپ ایک جوتے میں بعض اوقات چلے۔ جبکہ اس سے منع بھی فرمایا ہے تو یہ چلنا صرف بیان جواز یا پھر ضرورت کے تحت ہوگا۔

ابن عبدالبر نے التمہید میں فرمایا: بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارکہ کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو جب تک اس کو صحیح نہ فرماتے ایک ہی نعل مبارک میں چلتے۔

طبرانی کی روایت جس کی سند کو امام ہیثمی نے حسن کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انقطع شسع نعله' مشى فى نعل واحدة والاخرى فى يده -حتى يجد شسعا.

جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعل مبارک
کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو آپ ایک نعل میں چلتے اور جب تک
اس کی اصلاح نہ فرمالیتے دوسرا جوتا آپ کے ہاتھ میں
ہوتا۔

اور وہ حدیث کہ تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے جب تک دوسرے کی اصلاح نہ کرلے تو بعض محدثین نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کا مفہوم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس صورت کے علاوہ جواز کا اذن ہے۔ بلکہ یہ تو اغلب کا بیان ہے یا یہ مفہوم موافق کے اعتبار سے ادنیٰ پر اعلیٰ کے لیے تنبیہ ہے۔ کیونکہ جب حاجت کے باوجود منع ہے تو عدم حاجت کے وقت منع بطریق اولیٰ ہے۔ اور پھر یہ معنی ترمذی کی اس روایت کے متعارض نہیں ہے کہ آپ بعض اوقات ایک نعل میں چلتے تھے۔ کیونکہ وہاں نہی کا محل غیر ضرورت ہے۔ جیسا کہ ابن حجر کے کلام سے صریحاً گزرا ہے۔ اور علامہ ابن حجر نے اپنی دوسری کتاب میں فرمایا ہے کہ نہی اس شخص کے لیے صحیح ہے کہ جس کا تسمہ ٹوٹ جائے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نعل میں چلنا صرف بیان جواز کے لیے ہے۔ اور ہم نے وہ حدیث پہلے ذکر کردی ہے جس کی طرف علامہ ابن حجر نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ ایک جوتے میں چلنے سے نہی سے مراد یہ ہے کہ آدمی اس پر ہمیشگی کرے۔ اور اگر کسی کا جوتا ٹوٹ جائے تو وہ اگر مجبوری کی حالت میں ایک دو قدم ایک جوتے میں چلے تو یہ

مکروہ اور ممنوع نہیں ہوگا۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت میں قلیل کام کی اجازت ہے۔ کثیر کی نہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ نماز میں عمل قلیل تو معاف ہے۔ جبکہ عمل کثیر معاف نہیں ہے۔ اور حافظ القسطلانی نے شرح شمائل ترمذی میں فرمایا کہ حدیث نبی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی ایک نعل میں نہیں چلے۔ اور اس میں جامع ترمذی کی حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے اور وہ جو بعض احادیث میں وارد ہے کہ ایک انصاری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اے ان سے بہتر جو کہ ایک جوتے میں چلتے ہیں تو وہ اس قبیل سے نہیں ہے۔ جیسا کہ حافظ زین العراقی نے فرمایا کہ یہاں فرد سے مراد ایک جوتا نہیں بلکہ ایسا جوتا مراد ہے جس پر پیوند نہ ہو۔ جس کا ایک طاق ہو۔ اور عرب ایسے جوتے کو اچھا تصور کرتے ہیں۔ تو جس نے ان کے درمیان تعارض بیان کیا یہ اس کا وہم ہے۔ اور حدیث میں چلنے کا ذکر ہے تو اب ایک جوتے میں کھڑا ہونا اور بیٹھنا منع نہیں ہے جیسا کہ بعض اسلاف نے فرمایا اور زیادہ تر علماء اس طرف ہیں کہ ہر حالت میں مکروہ ہے۔ تاکہ دونوں پاؤں میں اعتدال رہے۔ اور وہ جو بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ ایک جوتے میں چلتے تھے تو یہ کسی عذر یا ضرورت کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گزرا۔ اور امام ابن سیرین کا قول کہ اس میں کوئی حرج نہیں تو بہت سارے علماء نے فرمایا کہ اس کی

تردید صریح سنت سے ہوتی ہے۔ اور نہی کی علت ابھی گزری ہے اور امام بیہقی نے فرمایا کہ نہی کی وجہ یہ ہے کہ اس میں قباحت و شہرت اور لوگوں کی نظریں اس طرف اٹھیں گی جو منع ہے۔ ایسے لباس سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ مثلہ ہے۔ امام خطابی نے بھی یہی فرمایا:

امام نووی نے فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ دونوں جوتے اکٹھے پہننے مندوب ہیں واجب نہیں ہیں۔ لیکن ہم ابن حزم کے قول کے مطابق منع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حلال نہیں ہے۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں حلال سے مراد دونوں طرفوں کا برابر ہونا ہے۔

اہل ظواہر کی مخالفت اجماع سے مانع نہیں:

امام نووی کئی مقامات پر اجماع کا حکم کرتے ہیں۔ جبکہ اہل ظواہر اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ تو اس میں علامہ ابن حجر نے ان کی طرف سے عذر پیش کیا کہ امام نووی کے نزدیک اہل ظواہر کی مخالفت کا اعتبار نہیں یا پھر امام نووی ان کے اختلاف سے واقف نہیں ہوتے۔ اور جامع ترمذی کے آخر میں شارب الخمر پر چوتھی مرتبہ قتل کرنے کے بارے میں جو حدیث ہے اس پر عمل نہ ہونے پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں اہل ظواہر کا اختلاف ہے۔ تو یہ اسی بناء پر ہے کہ اہل ظواہر کا اختلاف اجماع کے قادح نہیں ہے۔

اور جو نووی نے شارب الخمر کے قتل پر اجماع نقل کیا ہے تو یہ قول باطل ہے۔ کیونکہ صحابہ اور ان کے بعد والوں کا اجماع اس کے مخالف ہے اور حدیث وارد شدہ منسوخ ہے۔ یا اس حدیث کی وجہ سے نہیں ہے کہ کسی مسلمان کا قتل کرنا حلال نہیں سوائے تین چیزوں کے اور یا اجماع اس کے منسوخ ہونے پر دال ہے۔ آپ نے دیکھا کہ امام نووی اہل ظواہر کی مخالفت پر آگاہ ہونے کے باوجود اعتبار نہیں کرتے۔ علاوہ ازیں کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی ناسخ حدیث جابر اور قبیصہ بن ذوہیب ہے۔

اِنه صلی اللّٰہ علیه وسلم بعد امره بقتل منْ شرب فی الرابعة اتی برجل من شرب فیها فضربه ولم یقتله

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کرنے کے بعد آپ کے پاس ایسا شخص لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی۔ تو آپؐ نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ درے مارے۔

اور فقہاء محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ اہل ظواہر کو اختلاف و اجماع میں کوئی حیثیت نہیں دی جائے گی۔ اور یہ قول امام اسفرائنی، امام جوینی، ابوبکر الرازی اور ابن ابی ہریرۃ کا ہے اور امام ابن الصلاح نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ داود ظاہری کو اجماع و اختلاف میں گنا جائے گا یا کہ نہیں۔ اس میں ہمارا اور دوسروں کا اختلاف ہے۔ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ قیاس کے منکر اور اس کی نفی کرنے والا شخص اجتہاد کی

منزل کو نہیں پا سکتا۔ اور جب تو جان گیا جو ہم نے بیان کیا تو یقیناً تیرے لیے ظاہر ہو گیا کہ امام ابن حجر کا پہلا اعتزار ہی صحیح ہے کہ امام نووی اہل ظواہر کے اختلاف کا اعتبار نہیں کرتے۔

اور ابن حجر کا دوسرا قول کہ شاید نووی اہل ظواہر کے اختلاف پر آگاہ نہ ہو سکے محل نظر ہے (یعنی امام نووی نے اختلاف اہل ظواہر کو جانتے ہوئے اس کا اعتبار نہیں کیا) ابن قتیبہ نے ان کی اتباع میں امام بغوی اور امام خطابی نے کہا کہ ایک آستین سے بازو باہر رکھنا اور دوسرے کو داخل رکھنا یہ بھی منع ہے۔ اور اسی طرح ایک کندھے کے اوپر چادر ڈالنا منع ہے۔ اور علامہ ابن حجر نے اس کا تعقب کیا ہے کہ یہ دونوں کام شریر اور خبیث لوگوں کی عادات میں سے ہیں۔ جبکہ علماء نے تصریح کی۔ پس ان میں کراہت کی وجہ نہیں ہے۔

اور یہ گفتگو نماز کے علاوہ ہے۔ جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو اس میں دوسرا عمل تو مطلقاً مکروہ ہے۔ اور پہلا تو ایسے شخص کے لیے جو اس میں خلل انداز نہیں ہوتا مکروہ نہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر یہ کام بلاشک مکروہ اور وہ بھی تحریمی ہے۔ اور شیخ عصام نے فرمایا کہ یہ نہی اس صورت کو بھی شامل ہو گی جب کوئی ایک جوتا اور ایک موزہ پہن کر چلے تو ابن حجر نے اس کارد کرتے ہوئے کہا کہ سابقہ تمام علل کہ ایک پاؤں کا ممتاز ہونا اور اس میں چلنا شیطان کی چال ہے اور مثلہ اور دشواری ہے' واضح کر رہے ہیں کہ بظاہر اس میں کوئی چیز بھی کراہت کی مقتضی نہیں ہے۔

اور اس پر تعقب یہ کیا گیا ہے کہ سابقہ علل میں یہ بھی تو ہے کہ وقار کے مخالف ہے۔ اور ایک جوتے کا اتار کر چلنے سے ایک پاؤں دوسرے سے اونچا ہوگا۔ اور اس سے پھسلنے کا خوف رہے گا اور یہ تمام چیزیں اس کی کراہت پر دلالت کررہی ہیں جو الحاق کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان لینعلھما۔ اس میں ضمیر قدمین کی طرف راجع ہے۔ اگرچہ ان کا ذکر نہیں البتہ دلالت سیاق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "حتی تورات بالحجاب" میں سورج کا لفظاً ذکر نہیں مگر دلالتہً ہے۔

امام نووی نے اس کا بالضم ضبط فرمایا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ النعل الدابة۔ جبکہ اس کو نعل لگوائے جائیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے :

ان غسان تنعل خیلھا.

اہل غسان اپنے گھوڑوں کو نعل پہناتے ہیں۔

دیگر حضرات نے اس کو بفتح الیاء اور بفتح العین پڑھا ہے جیسا فَرِحَ اور کہا جاتا ہے نعل و انتعل یعنی اس نے جوتا پہنایا پھر نعل مَنَعَ کی طرح بامعنی انعَلَ ہے۔

جیسا کہ قاموس میں ہے اور امام زین الدین العراقی نے امام نوویؒ کارد کیا ہے کہ اہل لغت نے نعل کو بفتح العین اور بکسر العین پڑھا ہے۔ یعنی نَعَلَ نَعِلَ یعنی انتعل ای لبس النعل لیکن اہل لغت نے یہ بھی کہا ہے انعل

رجله البسها النعل۔ اور امام ابن حجر نے فرمایا: حاصل یہ ہے کہ (لینعلهما) میں ضمیر اگر قدمین کی طرف لوٹتی ہے تو اس کو بالفتح اور بالضم دونوں اور اگر نعلین کی طرف ہے تو پھر فتح ہی ہوگا۔ امام زین الدین العراقی نے شرح ترمذی میں فرمایا اظہر یہیٰ ہے "قوله لیحفهما" احفاء سے۔ یہ بغیر جوتوں یا موزوں کے ننگے پاؤں کو کہتے ہیں۔ اسی سے الحفاء ہے۔ جس کا معنی جوتے اور موزے کے بغیر چلنے کے ہیں۔ تو اس وقت یہ مجازاً متعدی ہوگا اور اصل میں لیحف بهما تھا پس جار کو اختصار کی خاطر حذف کر دیا گیا۔ یا متعدی کو متضمن ہے تو اس صورت میں حذف نہیں ہوگا۔

شیخ عصام الدین نے احفا اور حفا کا ذکر کرنے کے بعد کہا یہ مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں متعدی ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے البتہ حذف وایصال کی صورت ہو سکتی ہے۔ لیحف بها جمیعا اور بعض نسخوں میں لیحفهما کی جگہ لیخلعها (دونوں کو اکٹھے اتارو) ہے۔ تو اس صورت میں ضمیر نعلین کی طرف ہوگی نا کہ قدمین کی طرف۔

اور میں کہتا ہوں کہ قدمین کی طرف راجع کرنا بھی درست ہو سکتا ہے۔ یعنی یہاں مضاف حذف مان لیا جائے۔ فلیخلع نعلیهما۔

ابو داؤد نے مراسیل میں ایک صحابی سے روایت کیا:

اذا وجد احد کم عقرباً و هو یصلی فلیقتلها بنعله الیسریٰ

تم میں سے جب کوئی نماز کی حالت میں بچھو دیکھے تو اس کو اپنے بائیں جوتے سے مار دے۔

ترمذی میں حضرت جابر سے مروی ہے :

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھٰی ان یاکل یعنی الرجل بشمالہ اویمشی فی نعل واحدۃ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا یہ کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتے میں چلے۔

(ای الرجل) یہ راوی کا کلام ہے اور شیخ عصام نے کہا کہ مرد کا ذکر اصل اور اشرف ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں عورت بھی مرد ہی کی مثل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں رجل سے بطور مجاز شخص ہے تو یہ بچے پر بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اس کے افراد میں سے ہے اور الفاظ بخاری میں اس پر دلالت بھی ہے۔

وقولہ بشمالہ (بایاں ہاتھ) پس بائیں ہاتھ کے ساتھ بغیر کسی ضرورت کے کھانا مکروہ ہے۔ مالکیہ کی ایک جماعت کے نزدیک یہ کراہت تنزیہہ ہے اور شوافع نے اس کو حلال قرار دیا ہے۔ بعض مالکیہ' حنابلہ اور بعض شوافع نے اس کو حرام کہا ہے اور اس پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ جو مسلم میں ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رائی رجلاً یأکل بشمالہ فقال لہ کل بمینیک فقال لا استطیع فقال لا ستطعت فما دفعھا الی فیہ بعد ذلک.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں
ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس
نے کہا میں طاقت نہیں رکھتا فرمایا تو طاقت نہ رکھے تو
اس کے بعد وہ شخص کبھی بھی اپنے دائیں ہاتھ کو منہ تک
نہ لیجا سکا۔

اور مجھے مصری حنابلہ نے بتایا ہے کہ حنابلہ کے نزدیک معروف کراہیت ہے تحریم نہیں۔ علاوہ ازیں حدیث مسلم سے حرمت پر استدلال کو بعض ائمہ نے پسند بھی نہیں کیا۔ وقولہ (**اویمشی فی نعل واحدۃ**) یہاں لفظ "او" تقسیم کے لیے ہے شک کے لیے نہیں۔ یعنی ان دونوں کاموں سے علیحدہ علیحدہ منع فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے **ولا تطع منهم اثماً او كفوراً**۔ شیخ عصام نے فرمایا کہ جس نے لفظ "او" کو شک کے لیے قرار دیا اس کا قول کمزور ہے کیونکہ اس سے حضرت جابر کی روایت جس میں اس سے منع فرمایا گیا ہے بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شک سے حکم ثابت نہیں ہوتا تو اس قول کی طرف قطعاً التفات نہیں کرنا چاہیے اور یہاں لفظ "او" واؤ کے معنی میں بھی نہیں۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ اس کو واؤ کے معنی میں لیا جائے تو بھی فاسد ہوگا۔ کیونکہ اس سے یہ ابہام پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں اس وقت منع ہوں گے جب اکٹھے ہوں گے حالانکہ یہ ایسے نہیں ہے۔

جوتا پہننے کا مسنون طریقہ :

ابن الشیخ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں :

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اذالبس نعلیہ بدأ بالیمنیٰ و اذا خلع خلع الیسریٰ۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعلین پہنتے تو دائیں پاؤں سے شروع فرماتے اور جب اتارتے تو بائیں پاؤں سے اتارتے۔

ترمذی میں باب ماجاء بای رجل یبدأ اذا انتعل کے تحت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال اذا انتعل احدکم فلیبداء بالیمین و اذا انتزع فلیبداء بالشمال فلتکن الیمنیٰ اولھما تنعل و آخرھا تنزع۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی جوتا پہنے تو دائیں پاؤں سے شروع کرے اور جب کوئی اتارے تو بائیں پاؤں کا پہلے اتارے۔ پس دائیں پاؤں کو جوتا پہننے میں اول رکھو اور اتارنے میں آخر میں۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شمائل ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب بھی کوئی جوتا پہنے تو دائیں پاؤں سے شروع کرے اور اتارتے ہوئے بائیں پاؤں سے شروع کرے۔ پس جوتا پہننے میں دائیں کو پہلے اور اتارنے میں دائیں کو آخر میں رکھو اور آپ کا یہ ارشاد "فلیبداء بالیمین" سے دائیں جانب اور "بالشمال" سے جانب یسار مراد ہے اور اس کی علت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ پہننا آدمی کی عزت وتکریم سے ہے اور اتارنا تنقیص اور اہانت کے باب سے ہے تو جو کام بھی عزت وتکریم والا ہو اس کو دائیں جانب سے شروع کرنا چاہیے۔ اور اسی سے ہے ہر وہ شے جس سے زیب وزینت مقصد ہو۔ مگر اس میں گندگی کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو۔ اس کو تو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے اور اتارنے میں تنقیص اور اہانت ہے اور یہ کمال کی ضد ہے تو اس کے لیے بائیں طرف کو پہلے کرنا چاہیے۔ مثلاً مسجد سے نکلنا اور بیت الخلاء میں داخل ہونا' بازار جانا اور استنجاء کے لیے پتھروں کا استعمال' شرمگاہ کا چھونا' ناک صاف کرنا اور اس طرح گندی کسی بھی چیز کو چھونا وغیرہ' کپڑا' موزہ' شلوار یہ سب جوتا پہننے کی طرح ہے۔

امام ابن حجر نے اس کارد کیا ہے کہ یہ حکم ارشادی ہے۔ شرعی نہیں۔ یہ بات بالکل باطل ہے۔ اور سنت اور ائمہ کے کلام کے خلاف اور بعض نے اس کلام پر یوں تعاقب کیا ہے۔

اس بارے میں حکیم ترمذی کا یہ قول بہتر ہے کہ عام اشیاء کا دایاں اللہ کو محبوب ہے۔ اہل جنت قیامت کے دن عرش کی دائیں طرف ہوں

گے اور سعادت مندوں کو دائیں ہاتھ میں ان کا نامہ اعمال دیا جائے گا۔ نیکیاں میزان کے دائیں پلڑے میں رکھی جائیں گی تو جب دائیں کو تقدیم کا حق ہے تو پھر اتارنے میں اس کو آخر میں رکھا جائے گا تاکہ اسے حق حاصل رہے۔ اور علامہ ابن حجر نے کہا ارشاد نبوی "و آخرھا تنزع" میں مستقل فائدہ ہے۔ کیونکہ دونوں کو مقدم کرنے کے حکم میں یہ تقاضا نہیں کہ اتارنے میں ضرور اس کو مؤخر کرے کیونکہ دونوں کو اکٹھا جوتے سے نکالا جاسکتا ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ یہ کلمہ تاکید کے لیے ہے۔ اس میں اگرچہ فائدہ نہیں۔ لیکن یہ ان کا وہم ہے۔ اسی طرح مذکورہ معنی کے علاوہ ایسا معنی کرنا سوائے تکلف کے کچھ نہیں۔ اگرچہ جو اس کو تاکید سے خارج کرے اور یہ علامہ عصام پر تعریض ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تاکیدی حکم ہوسکتا ہے کیونکہ نفوس آسان کام کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یا پھر دائیں کو مقدم کرنا لوگوں کی عادت میں سے ہے۔ گویا کہ بائیں کی تقدیم کو چھوڑنا ضروری ہے اور علامہ ابن حجر نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طہارت میں دائیں کی تقدیم کو پسند کرتے اور جب بالوں میں کنگھی کرتے تو بھی دائیں طرف سے شروع فرماتے اور جب نعلین پہنتے تب بھی دائیں کو مقدم کرتے گویا کہ راوی کو باقی حدیث یاد نہیں رہی جیسا کہ مکمل طور پر یہ حدیث بخاری ومسلم میں ہے۔ کہ ہر معاملے میں دائیں کو مقدم فرماتے۔

امام بخاری نے کتاب الوضو' باب الصلوٰۃ' باب اطعمہ اور باب اللباس میں' مسلم نے باب الطہارہ میں' امام ابو داؤد نے باب اللباس میں' اور ترمذی نے باب الصلوٰۃ کے آخر میں ذکر کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور شمائل میں' نسائی نے باب الطہارۃ میں اور باب الزینۃ میں ابن ماجہ نے باب الطہارۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے جس کا معنی یہ ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے:

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعجبہ التیمن فی تنعلہ و ترجلہ وطھورہ و فی شانہ کلہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں کو پسند فرماتے تھے۔ نعلین پہننے میں' طہارت میں' کنگھی کرنے میں اور اپنے ہر کام میں۔

اسی طرح اسے امام احمد نے بھی روایت کیا اور بخاری نے اکثر وفی شانہ کلہ میں واؤ کو ساقط کر دیا۔

لفظ "التیمن" مشترک ہے اس کے معنی دائیں سے شروع کرنا' کسی شے کو دائیں سے استعمال کرنا تبرک اور دائیں کا قصد کرنے کے ہیں لیکن یہاں قرینہ موجود ہے کہ یہاں اس سے مراد پہلا معنی ہے۔

ترمذی کی روایت میں ما استطاع (جو استطاعت رکھتا ہو) کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح بخاری کے باب الصلوٰۃ میں ہے "یعنی جب تک وہ دائیں کی

تقدیم پر قادر ہے" کے الفاظ واضح کررہے ہیں کہ اگر دائیں کو کوئی عارضہ لاحق ہو تو پھر بائیں سے شروع کرنے میں کوئی کراہت نہیں اگرچہ وہ تکریم وعزت کا فعل ہی کیوں نہ ہو۔

امام ابن حجر نے فتح الباری میں اسے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث میں یہ فائدہ ہے کہ دائیں پر مداومت کرے جب تک کوئی مانع نہ ہو۔ گویا علامہ ابن حجر نے شیخ عصام پر تعرض کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ ما استطاع سے مراد دائیں کے اختیار کرنے میں تاکید ہے اور اس کے ترک نہ کرنے میں مبالغہ ہے جیسا کہ عرف عام ہے اور یہ وارد نہیں ہوا کہ آپ نے ضرورۃً یا عدم قدرت کی وجہ سے یا ارادۃً اس کو ترک کیا ہو اور یہ تمام کلام اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ ما استطاع میں ما مصدریہ ظرفیہ ہے جیسا کہ ایسے مقامات پر شائع ہے اور بعض حضرات نے اس کو یہاں موصولہ ہونا بھی جائز رکھا ہے۔

الفاظِ حدیث "كان يعجبه التيمن" سے مراد امور شریفہ ہیں جیساکہ آرہا ہے۔ فتح الباری میں کہا کہ اس کی حکمت یہ بیان ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ دائیں کو اس لیے پسند فرماتے کہ اس میں نیک فالی ہے کیونکہ اصحاب الیمین جنت والوں کو کہتے ہیں۔ اور حکیم ترمذی کا کلام اس سلسلہ میں گزر چکا ہے۔

وقولہ فی تنعلہ (نعل پہننے میں) ترجلہ (بالوں میں کنگھی کرنے میں اور بالوں میں تیل لگانے میں اس کو صاحب فتح الباری نے بیان کیا اور علامہ

عینی نے اس پر تعاقب کیا کہ یہ لفظ ترجل تیل لگانے پر دال نہیں کیونکہ کسی اہل لغت نے اس کا یہ معنی بیان نہیں کیا اور ترجّل سے مراد بالوں کو سنوارنا ہے وہ چاہے سر کے ہوں یا داڑھی کے اور المرجل، (بکسر المیم) ہے کنگھی اور اسی طرح المسرح (بکسر المیم) جیسا کہ غریبین میں بیان کیا گیا اور نھایہ (ابن الاثیر) کی عبارت ابن حجر کے کلام کو تقویت دیتی ہے کہ بالوں کے سنوارنے اور ان کو خوبصورت بنانے کو الترجل والترجیل کہتے ہیں۔ اور زمخشری نے کہا رجل الشعر کا معنی آدمی کا اپنے بالوں کو کنگھی کرنا ہے اور المصباح میں ہے کہ یہ لفظ بالوں کے کنگھی کرنے کے بارے میں آتا ہے خواہ بال آدمی کے اپنے ہوں اور یا کسی اور کے، اور لفظ ترجلت اس وقت آتا ہے جبکہ اپنے بالوں میں کنگھی کی جائے اور المشارق میں ہے کہ رجل الشعر سے مراد آدمی کا اپنے بالوں میں کنگھی کرنا اور ان کو کھولنا ہے اور یہ تمام گفتگو علامہ عینی کی تائید کررہی ہے۔ اور المشارق میں جوہری سے ہے کہ الترجیل سے مراد بالوں کا ترکرنا پھر کنگھی کرنا شاید ابن حجر نے یہ کلام دیکھا مگر دوسروں نے یہ کلام نہ دیکھا۔ صحاح اور مختار الصحاح میں ترجیل الشعر کا معنی گھنگریالے بال بنانا اور ان میں کنگھی کرنا اور ان کو کھول کر لٹکانا لکھا ہے۔

ابن حجر نے کہا کہ یہ کنگھی وغیرہ کرنا نظافت کے باب سے ہے اور حدیث ابو داؤد میں ہے:

من کان لہ شعر فلیکرمہ۔

جب کسی کے بال ہوں پس وہ ان کا اکرام کرے۔

اور وہ حدیث جس میں اس سے نہی وارد ہے تو اس میں مبالغہ سے (ہروقت کنگھی کرنا) نہی فرمائی گئی ہے۔

علاوہ ازیں کبھی یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ لفظ ترجیل کی تیل لگانے پر دلالت التزاماً ہے جو مسلمہ نہیں لیکن امام زین الدین العراقی نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور وہ شمائل ترمذی میں ہے۔

بالوں کو ہروقت کنگھی کرنے کی ممانعت :

حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے :

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الترجيل الا غباً۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرروز کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر یہ کہ چھوڑ کر کی جائے۔

یعنی کبھی کی جائے اور کبھی نہ کی جائے۔ اور غب غین مکسورہ ہے اور اس کا اصل اونٹ کا ایک دن پانی پروارد ہونا اور ایک دن نہ ہونا ہے پھر یہ لفظ ہر اس کام کے لیے استعمال ہونے لگا جو کبھی کیا جائے اور کبھی چھوڑ دیا جائے۔ یا ایک دن کیا جائے اور ایک دن ترک کر دیا جائے۔ تو اس نہی سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت بالوں کو آدمی کنگھی ہی نہ کرتا رہے۔ کیونکہ یہ زیب و زیبائش میں مبالغہ ہے اور یہ عورتوں کا کام ہے۔

ابن العربی نے فرمایا:

موالاته تصنع و ترکه تدنس و اغبابه سنة۔

ہمہ وقت کنگھی کرنا تصنع ہے اور اسے بالکل ترک کر دینا
گندگی اور کبھی کرنا کبھی ترک کرنا سنت ہے۔

ایک صحابی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقفہ کے ساتھ بالوں میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔ یعنی آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ کنگھی کرنے میں مبالغے سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ ایک دن کنگھی کرتے اور کسی دن چھوڑ دیتے۔

اور یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس میں ایک شخص مجہول ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ علامہ عصام نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص مجہول نہیں بلکہ معروف ہے کیونکہ ہمیں یہ علم ہو گیا کہ یہ اصحاب رسول میں سے ہے اور صحابی کا نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں ہے۔

اور امام ترمذی نے الترجیل پر لفظ الترجل کو فوقیت دی ہے کیونکہ اس کا زیادہ استعمال ہے اور بعض حضرات کا یہ قول کہ الترجیل مشترک ہے یعنی کنگھی کرنا اور بالوں کو گھنگریالے بنانے میں امام عصام نے اس کا رد کیا ہے کیونکہ ابواب حدیث سے ان کا مترادف ہونا معلوم ہوتا ہے اور لفظ الترجل خود بھی کنگھی کرنے اور آدمی کے پیدل چلنے میں مشترک ہے۔

فائدہ :

بالوں کو لٹکانے اور ان میں کنگھی کرنے کو ترجیل اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں بالوں کا جڑوں سے انزال اور ارسال ہے اور یہ امام راغب کے اس قول سے اخذ کیا گیا ہے کہ "ترجل الرجل" اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ سواری سے نیچے اترے یا جب سورج دیواروں سے نیچے اترے تو کہا جاتا ہے کہ ترجل النھار اور رجل شعرہ گویا اس نے اپنے بال پاؤں کی طرف نیچے کیے۔

حافظ ابوزرعہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی شریف کی نظافت اور اس میں کنگھی کرنے میں کسی دوسرے شخص سے مدد نہیں لیتے تھے۔ بلکہ بذات خود اپنے ہاتھ سے داڑھی شریف کی ستھرائی وغیرہ فرماتے تھے بخلاف سربالخصوص اس کے پچھلے حصہ کے اس میں بعض اوقات ازواج مطہرات سے مدد لیتے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ وسلم يكثر الدهن رأسه وتسريح لحيته ويكثر القناع كان ثوبه ثوب زيات۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اقدس میں تیل کثرت سے لگایا کرتے تھے اور داڑھی میں کنگھی فرمایا کرتے اور اپنے سر اقدس پر عمامہ وغیرہ کو' تیل سے بچانے کے لیے کپڑا رکھا کرتے تھے۔ اور آپ کا نیچے والا کپڑا خوب چکنا ہو جاتا تھا۔

الدھن :

بالفتح (تیل کا استعمال کرنا) اور الدھن (بالضم) وہ تیل وغیرہ جو لگایا جاتا ہے اس کی جمع دھان ادھن بروزن افتعل تیل کی مالش کرنا (المصباح) اور تسریح لحیتہ کا عطف دھن پر ہے۔ رأس پر نہیں جیسا کہ بعض حضرات کو وہم ہوا۔

"یکثر القناع" یہاں مضاف حذف ہے اور رجال کی طرح ہے اور یہ وہ کپڑا ہے جو کہ آدمی تیل لگانے کے بعد سر پر رکھتا ہے۔ تاکہ عمامہ وغیرہ تیل سے بچا رہے--- "کان ثوبہ" میں یہی کپڑا مراد ہے۔

"ثوب زیات" تیل بیچنے والا یا تیل بنانے والا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے بیان کیا ہے لیکن اکثر احادیث کے سیاق کی جس چیز پر دلالت ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر قمیض کا وہ حصہ مراد ہے جو کہ گردن سے بڑھا ہوا ہوتا ہے کیونکہ اس پر تیل کثرت کی وجہ سے لگ جاتا ہے اور اس روایت کو ابن سعد نے طبقات میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

یکثر القناع حتی یری حاشیۃ ثوبہ کا نہ ثوب زیات۔

آپ اکثر طور پر عمامہ کے نیچے کپڑا رکھتے حتی کہ کپڑے کا کنارہ خوب چکنا دکھائی دیتا۔

علامہ ابن حجر نے اِس روایت پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے بالوں کو خوب تیل لگاتے پس جو حصہ کپڑوں کا آپ کے سر کے ساتھ لگتا تھا وہ تیل سے شرابور ہو جاتا تھا۔

امام زین العراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے شواہد ہیں۔

ا۔ ان شواہد میں سے ایک روایت خلیعات میں مروی ہے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يكثر دهن راسه و تسريح لحيةٍ بالماء۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر اقدس میں تیل لگایا کرتے اور پانی کے ساتھ اپنی داڑھی کو سنوارتے۔

۲۔ دوسری روایت میں امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوسعید سے بیان فرمایا:

كان لايفارق مصلاه سواكه ومشطه و كان يكثر تسريح لحيتهٖ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصلیٰ مسواک اور کنگھی سے خالی نہیں ہوتا اور آپ اکثر لحیہ مبارک میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔

اس روایت کی اسناد ضعیف ہیں اور یہاں کثرت سے تیل لگانے سے مراد یہ ہے کہ کبھی لگاتے کبھی چھوڑ دیتے اس کی دلیل حدیث سابق ہے جس میں کنگھی کرنے میں مبالغہ سے نہی فرمائی گئی ہے۔ اس سے امام جزری کا یہ قول بھی واضح ہو گیا کہ ربیع بن صبیح کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے

زیادہ کپڑوں کو صاف رکھتے تھے اور ہئیت کی اعتبار سے حسین ترین تھے اور آپؐ نے فرمایا اپنے کپڑوں کو بہتر بناؤ تاکہ تم لوگوں میں محبوب بن جاؤ۔ اور کسی کے کپڑے آپ میلے دیکھتے تو فرماتے کیا تمہارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس سے ان کو دھولیں۔

یاد رہے کہ بعض اوقات آپ کے کپڑوں (قمیض) کے حاشیہ یعنی کالر وغیرہ پر تیل لگ جاتا تھا جسے آپ دھو ڈالتے اور پھر اس روایت میں ربیع بن صبیح منفرد بھی نہیں ہے بلکہ اس کے تابع اور بھی ہیں۔ ابن سعد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يكثر التقنع بثوب

حتى كان ثوبه ثوب زيات او دهان۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر سر بندباندھتے تھے

یہاں تک کہ آپ کا کپڑا تیل سے تر ہوتا تھا۔

راوی حدیث ربیع بن صبیح :

راوی حدیث ربیع بن صبیح عابد زاہد شخص تھے لیکن جیسا کہ امام نسائی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔ دار قطنی اور امام احمد نے کہا کہ منکرالحدیث ہے لہذا مذکورہ حدیث معلول ہے۔ بلکہ امام جزری نے تو اسے تصحیح المصابیح وغیرہ میں منکر روایات میں شمار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ عراقی نے اس کے ضعف پر جزم کیا اور شرح العصام میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ

جو شیخ جزری نے تصحیح المصابیح میں ذکر کیا ہے کہ ربیع بن صبیح عابد آدمی تھا لیکن ضعیف الحدیث ہے اور اس کے لیے مناکیر ہیں اور انہی احادیث میں سے یہ حدیث ہے :

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر دهن راسه

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات اپنے سراقدس میں تیل لگایا کرتے تھے۔

اگرچہ شارح نے اس پر تعاقب کیا کہ یہ حدیث ضعیف اور ناقابلِ قبول ہے کیونکہ یہ روایت منکر ہے۔ مگر امام بغوی نے اس کو المصابیح اور شرح السنۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کو ضعیف نہیں کہا اور ترمذی نے نوادر الاصول میں اس کو بغیر تضعیف کے بیان کیا ہے۔

اس سند میں ابان جو یزید کا والد ہے اکثر نحویوں اور محدثین کے نزدیک سحاب کے وزن پر غیر منصرف ہے بعض نے اسے منصرف کہتے ہوئے مبالغہ کیا اور کہا کہ جس نے اس کو غیر منصرف مانا وہ گدھا ہے اور بعض نے اس کے الٹ کہا اور کہا کہ جو اسے منصرف کہتا ہے وہ گدھا ہے اور ابن خطیب الدھشہ نے اپنی کتاب "تحفة الادب فی مشكل الاسماء والنسب" میں کہا اہل لغت کے ہاں ابان کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کی دو وجہیں لکھی ہیں۔ جنہیں امام نووی نے نقل کیا ہے اور منصرف ماننے میں ابن مالک نے خطا کی۔ ابوہریرۃ کے قول "بعثت ابان" میں اور اس بارے میں ہم نے کچھ کلام تہذیب المطالع میں کیا ہے اور اس کے لیے

شرح تنقیح القرانی کا مطالعہ کیجئے۔ انہوں نے دونوں وجہوں پر سیر حاصل کلام فرمانے کے بعد غیر منصرف کو راجح مانا ہے۔ "وطهوره" کرمانی نے طاکو بالفتح پڑھنے سے منع کیا ہے جبکہ امام عینی، امام عصام، امام ابن حجر وغیرہ نے اس کو جائز رکھا اور یہی حق ہے اور امام ابو داؤد نے مسلم بن ابراہیم عن شعبہ سے وسواکہ (مسواک) کا لفظ بھی اضافہ کیا ہے اور لفظ "فی شانه كله" امام تقی الدین نے فرمایا کہ یہ عام مخصوص البعض ہے کیونکہ بیت الخلاء میں داخل ہونا یا مسجد سے باہر آنا وغیرہ میں آپ بائیں قدم پہلے رکھتے۔

امام ابن حجر نے فرمایا لفظ "كله" شان کی تاکید ہے جو تعمیم پر دال ہے کیونکہ تاکید مجاز کا تصور رفع کر دیتی ہے ممکن ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ حقیقت شان یہ ہے کہ وہ کام مقصود ہو اور جس میں بایاں مستحب ہے وہ افعال مقصودہ میں سے نہیں ہوتا۔ بلکہ یا تو وہ متروک ہوگا یا پھر غیر مقصود اور یہ تمام کلام تب ہے جبکہ واؤ کا اثبات کیا جائے

اور اگر واؤ کو ساقط کر دیا جائے اور اس طرح پڑھا جائے (فی شانه كله) تو پھر یہ "يعجبه" کے متعلق ہوگا نہ کہ التيمن کے۔ ترجمہ یہ ہوگا کہ آپ پسند فرماتے تھے ہر کام میں کہ اسے دائیں سے شروع فرمائیں یعنی اس کو سفر وحضر فراغت و مشغولیت میں کبھی بھی ترک نہیں فرماتے۔ اور کرمانی نے اسے مانا مگر امام عینی نے اس پر اعتراض کیا کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ ہر حال میں صرف مذکورہ بالا تین اشیاء میں ہی دائیں کی تقدیم کو پسند فرماتے تھے۔ حالانکہ آپ ہر حال میں تمام کاموں میں دائیں کو ہی پسند

فرماتے تھے۔ اس حدیث میں شان کو مؤکد کیا گیا ہے اور یہاں لفظ شان حال کے معنی میں ہے یعنی ہر حالت میں آپ دائیں کو فضیلت دیتے تھے۔

صاحب فتح الباری نے کہا کہ "شانه كله" سے مراد یہ ہے کہ آپ تمام کاموں کو دائیں سے شروع فرماتے۔ کپڑے پہنتے ہوئے، شلوار، موزہ پہنتے ہوئے، مسجد میں داخل ہوتے وقت اور امام کے دائیں طرف نماز ادا کرنا اور مسجد کے دائیں طرف نماز پڑھنا، کھانے پینے، حجامت کروانے، ناخن اتروانے، مونچھیں کاٹنے، بغل کے بال اکھاڑنے، سر منڈوانے، بیت الخلاء سے نکلنے—— یعنی ہر کام دائیں سے شروع کرتے سوائے ان کاموں کے کہ جن میں بائیں کی تقدیم پر دلیل ہے۔ مثلاً بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، ناک صاف کرنا، استنجا کرنا، کپڑے اور شلوار اتارنا وغیرہ۔ ان تمام کاموں میں بایاں کی تقدیم مستحب ہے کیونکہ ان کا تعلق بابِ ازالہ سے ہے۔

امام نووی نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہے کہ وہ کام جو عزت و تکریم میں سے ہے وہ تو دائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے ورنہ بائیں ہاتھ سے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ سر منڈوانا ازالہ میں سے ہے پس اس کو بائیں ہاتھ سے شروع کرنا چاہیے کیونکہ اس سے زینت حاصل کی جاتی ہے اور اس میں دائیں سے شروع کرنا ثابت بھی ہے۔

امام طیبیؒ نے فرمایا "فی شانه كله" یہ "فی تنعله" اعادہ عامل کے ساتھ بدل کے طور پر ہے گویا کہ تنعل پاؤں کے متعلق ہے اور کنگھی کرنا سر سے متعلق ہے۔ رہی طہارت تو یہ تو تمام عبادات کے دروازے کی چابی

ہے۔ گویا فی شانہ کلہ کے ذریعے تمام اعضاء کا ذکر کر دیا گیا تو بدل الکل من الکل ہے۔

پھر امام ابن حجر نے کہا کہ مسلم کی روایت میں "فی شانه کله" کے کلمات فی تنعله سے پہلے ہیں تو یہ بدل البعض من الکل ہوا۔ اسی طرح برماوی نے بھی کہا۔ لیکن علامہ عینی نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ امام طیبّی کا کلام بخاری کی روایت پر نہیں بلکہ مسلم کی روایت پر ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں :

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم یحب التیمن فی شانه کله فی تنعله و ترجله۔

فتح الباری باب الوضوء میں کہا کہ یہ جو کچھ بھی گزرا یہ ظاہر سیاق و سباق کے مطابق تھا جو کہ یہاں وارد ہوا لیکن مصنف (امام بخاری) نے باب الاطعمہ میں عبداللہ بن مبارک عن شعبہ سے بیان فرمایا کہ اشعث اپنے شیخ سے کبھی تو اس روایت کو اختصار سے بیان کرتا ہے اور فقط اتنا ہی کہتا ہے "فی شانه کله" اور کبھی اس کے ساتھ "فی تنعله" بھی بیان کر دیتا۔

اور امام اسماعیلی نے غندر عن شعبہ عن عائشہ سے اسی طرح بیان کیا کہ کبھی تو اجمالاً بیان کیا اور کبھی تفصیلاً پس اصل حدیث یہ ہے جس میں تنعل کے الفاظ ہیں اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام مسلم نے ابوالاحوص اور ابن ماجہ نے ابن عبید اور وہ دونوں اشعث سے "فی شانه کله" کے بغیر بیان کرتے ہیں اگر یہ روایت فی شانه کله کے الفاظ پر ہی ختم ہو تو یہ روایت بامعنی ہو گی۔

امام نووی نے فرمایا وضو میں دائیں کی تقدیم پر علماء کا اجماع ہے اور مخالف کے خلاف یہ مذکورہ حدیث سند ہے کہ اس نے فضیلت فوت کر دی۔ البتہ وضو ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا یہاں علماء سے مراد علماء اہلسنت ہیں کیونکہ شیعہ تو اسے واجب کہتے ہیں اور علماء شیعہ میں سے شیخ مرتضیٰ نے یہ غلطی کی ہے کہ انہوں نے اس کی نسبت امام شافعی کی طرف کی۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہا کہ وہ ترتیب مانتے ہیں جو تقدیم کو لازم ہے لیکن یہ بات وہ ہاتھوں کے بارے میں نہیں کہتے اور نہ ہی پاؤں کے بارے میں کیونکہ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ایک ہی عضو ہیں کیونکہ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو قرآن میں ایک ہی لفظ میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ان پر پانی کے مستعمل ہونے میں مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب پانی ایک سے دوسرے ہاتھ پر منتقل کر دیا جائے گا جبکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک پانی عضو کے ساتھ ہے مستعمل نہیں ہوگا۔

عمرانی نے "البیان" میں کہا کہ وجوب کا قول شیعہ فقہا کا ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ شیعہ حضرات سے اس میں تصحیف واقع ہوئی ہے اور امام رافعی کے کلام سے گمان ہوتا ہے کہ امام احمد بھی وجوب کے قائل ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ امام موفق ابن قدامہ حنبلی نے "المغنی" میں فرمایا کہ اس کے عدم وجوب میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اور مذکورہ حدیث [illegible]نت کرتی ہے کہ دائیں کو بائیں طرف پر شرف حاصل

ہے۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا ہے کہ امام کے اور مسجد میں دائیں جانب نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اسی طرح کھانے پینے میں دایاں ہاتھ بہتر ہے۔ جبکہ بائیں سے کھانا منع کیا گیا ہے۔

دو اہم فوائد

مسجد حرام میں سب سے افضل، مقامِ ابراہیم ہے :

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے :

خیر المسجد الحرام المقام ثم میا من المسجد

مسجد حرام میں سب سے افضل جگہ مقام ابراہیم اور مسجد کا دایاں حصہ ہے۔

اور حضرت سعید بن مسیّب مسجد کی دائیں جانب نماز پڑھتے تھے۔

امام حسن بصری اور امام ابن سیرین سے بھی اسی طرح مروی ہے امام ابو الشیخ نے ''الثواب'' میں حضرت ابو ہریرۃ سے مرفوعاً روایت کیا :

الرحمة تنزل علی الامام ثم علی من عن یمینہٖ الاول فالاول

اللہ کی رحمت پہلے امام پر نازل ہوتی ہے اور اس کے بعد اس پر جو امام کی دائیں طرف پہلا شخص ہوتا ہے پھر اس کے ساتھ والے پر۔

طواف کرنے والے کا کعبہ کو بائیں طرف رکھنے کی حکمت :

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ جب ہر مقام پر دائیں طرف سے شروع ہونا مطلوب و پسندیدہ ہے تو پھر کعبہ کا طواف کرنے والا کعبہ کو اپنی بائیں طرف کیوں کرتا ہے۔ لوگوں نے متعدد جوابات دیے ہیں۔

۱۔ شیخ ابو عبداللہ محمد بن رشید الفہری المغربی نے اپنے سفرنامہ "ملاء العيبه بما جمع بطول الغيبه فى الوجه الوجيه الى الحرمين مكة وطيبة" میں بیان فرمایا کہ کعبہ معظّمہ' امام اور طواف کرنے والا مقتدی کی مثل ہے اور مقتدی اگر اکیلا ہو تو وہ امام کی دائیں طرف ہی کھڑا ہوتا ہے نہ کہ بائیں طرف تو اب امام مقتدی کی بائیں طرف ہوا۔

۲۔ امام قرافی نے فرمایا کہ کعبہ کی دونوں اطراف انسان کی دونوں طرفوں یعنی دائیں اور بائیں کی مثل ہیں۔ حجر اسود کعبہ کی دائیں طرف اور کعبہ کا دروازہ کعبہ کا چہرہ ہے۔ اگر طواف کرنے والا کعبہ کو اپنی بائیں جانب کے بجائے دائیں طرف کرے تو کعبہ کے چہرے سے اعراض لازم آتا ہے اور جب اسے اپنی بائیں جانب رکھے گا تو کعبہ کے چہرے کی طرف توجہ ہوگی اور چہرے سے اعراض ادب کے خلاف ہوتا ہے۔ اور بیت اللہ کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔

۳۔ اور یہ تو زبان زد خاص و عام ہے کہ دل بائیں طرف ہوتا ہے تو اس مناسبت سے کعبہ کے ساتھ طواف کرنے والے کی اس جانب کا متصل ہونا مناسب ہے۔

۴۔ اس بارے میں میں نے نہایت ہی نفیس کلام امام شاطبیؒ کی کتاب "الاشادات والانادات" میں دیکھا اور اسے انہوں نے قریب گزرے ہوئے شیخ الخطیب الاستاذ ابو عبداللہ محمد بن مرزوق التلمسانی کی طرف منسوب کیا ہے۔ شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ ہمیں خبر دی الاستاد ابو عبداللہ البلنسی نے انہیں الاستاد الخطیب ابو عبداللہ محمد بن مرزوق نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سوال کیا جبکہ ہم طواف کعبہ کررہے تھے کہ طواف کے وقت کعبہ کو بائیں جانب کیوں کیا جاتا ہے؟ جبکہ دائیں جانب افضل ہے تو آپ نے فوراً جواب دیا دل انسان کی بائیں طرف ہی تو ہوتا ہے پس اس جانب کو کعبہ کی طرف کر دیا تاکہ یہ توجہ میں زیادہ قریب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَيْهِمْ۔

پس لوگوں کے دل بنا جو اس کی طرف مائل ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ اہل طب کے نزدیک دل کا حقیقی مقام سینہ کے درمیان ہے نہ کہ دائیں طرف اور نہ ہی بائیں طرف اور پھر اس کے سر کو دائیں طرف معمولی سا مائل کر دیا گیا ہے یا پھر بائیں طرف مائل کر دیا

گیا ہے۔ اس پر خاموشی ہوگئی۔ پھر میں یہ مسئلہ طبیب عارف ابو عبداللہ الشقوری کے پاس لے گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ تو نے استاد سے کہا وہ حق ہے مگر میرے نزدیک اس کی دو حکمتیں ہیں۔

۱۔ دائیں جانب کا بائیں پر قوی ہونا مسلم ہے اور کعبہ کا طواف گول چکر کی صورت میں ہوتا ہے تو جانب قوی کو دور ہونا چاہیے اور کمزور کو قریب لہٰذا دائیں کو قوی ہونے کی وجہ سے دور اور بائیں کو کمزور ہونے کی وجہ سے قریب رکھا گیا ہے۔

۲۔ قلب کی جانب محل روح سے متصل ہے جو کہ منبع ہے اور اسی سے بڑی شریان الابھر سارے جسم کی طرف جاری ہوتی ہے اور اسی طرح پر نبض کی حرکت بھی بائیں طرف شمار کی جاتی ہے اور جسم میں سب سے زیادہ مکرم چیز روح ہے پس اس کو کعبہ معظّمہ کے سامنے رکھ دیا تاکہ جو مکرم اور اشرف ہے وہ کعبہ کے سامنے ہو جائے۔ اور یہ گفتگو نہایت ہی احسن ہے۔

امام شقوری کا پہلا جواب مولانا عصام الدین کی تعلیل کی تائید کرتا ہے کہ جوتا پہنتے ہوئے دائیں سے شروع کریں اور اتارتے ہوئے بائیں طرف سے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے تعاقب کیا تھا لیکن وہ امعانِ نظر اور تامل کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔

بعض ائمہ مالکیہ کے طہارت میں دائیں کی بائیں پر تقدیم کے حکم میں کلام کو دیکھا کہ یہ ہاتھوں اور پاؤں میں ہے کیونکہ دائیں میں حسی قوت ہے لہٰذا اس کو شرعی فضیلت بنا دیا گیا اور تقدیم یہ ہے جس کے لیے

فضیلت ہے بخلاف کانوں اور رخسار کے کہ ان میں اختصاص نہیں ہے اور میں نے مغرب میں ایک کتاب دیکھی جس کے مؤلف کو میں نہیں جانتا اس میں مذکورہ بات کے خلاف لکھتے ہوئے کہا کہ انسان کے ہر وہ دو اعضاء جو کہ ایک جیسے ہیں ان میں دایاں فضیلت والا ہے مگر آنکھ کے سوا کیونکہ بائیں آنکھ دائیں سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ لیکن یہ مناسب بات نہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت شداد بن اوس اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خالفوا الیہود فانھم لا یصلون فی نعالھم ولا خفافھم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہود کی مخالفت کرو وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

اسے امام بیہقی نے سنن میں اور امام حاکم نے شداد سے اسی طرح مرفوعاً روایت کیا اور ابن حبان نے صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ "خالفوا الیہود والنصاری" روایت کیا۔ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **خذوا زینتکم عند کل مسجد** کی تفسیر میں فرمایا:

صلوا فی نعالکم جوتوں میں نماز پڑھو

امام طبرانی نے کبیر میں حضرت شداد بن اوس سے مرفوعاً بیان فرمایا:

صلوا فی نعالکم ولا تشبھوا بالیہود۔

جوتوں میں نماز پڑھو اور یہود کی مشابہت نہ کرو

علامہ ابن حجر وغیرہ نے اپنی بعض کتب میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے کچھ بزرگوں کے پاس سے گزرے جن کی داڑھیاں سفید تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے انصار ان کو سرخ یا زرد خضاب کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو پاجامے پہنتے ہیں، تہبند نہیں باندھتے تو فرمایا کہ تم پاجامے بھی پہنو اور تہبند بھی۔ ابن حجر نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس میں ایک ثقہ راوی ہے پر کلام کیا گیا ہے۔ لیکن یہ مضر نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں جس کی سند ضعیف ہے کہ مشرک پاجامے پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے تو آپ نے فرمایا کہ پاجامے پہنو اور تہبند بھی۔ عرض کی گئی کہ وہ ننگے رہتے ہیں جوتے نہیں پہنتے تو آپ نے فرمایا تم ننگے بھی رہو اور جوتے بھی پہنو اور شیطان کے دوستوں کی جہاں تک ہو سکے مخالفت کرو۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت مروی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انتعلوا و تحففوا و خالفوا اهل الكتاب

جوتے اور موزے پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب اللباس میں امام مسلم، امام نسائی، ترمذی نے کتاب الصلوٰۃ میں ابو مسلمہ سعید بن یزید الازدی سے روایت کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین سمیت نماز ادا فرمائی ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں۔ اور

ا۔ جوتوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں تحقیق حضرت علامہ زاہد الکوثری نے فرمائی لہذا آپ کا رسالہ کشف الرودس ولبس النعال فی الصلوٰۃ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

امام بخاری نے اس پر باب باندھا باب الصلوٰۃ فی النعال (جوتوں میں نماز ادا کرنا)، امام ابن بطال وغیرہ نے فرمایا یہ اس صورت پر محمول ہے جب ان کے ساتھ کسی قسم کی نجاست نہ ہو۔ امام ابن دقیق العید نے فرمایا کہ یہ صرف رخصت ہے مستحبات میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ نماز کے مطلوب میں داخل نہیں۔ اگرچہ جوتا پہننا زینت میں سے ہے مگر اس کا ہر وقت زمین کے ساتھ لگنا جس میں بہت ساری نجاستیں ہوتی ہیں۔ اس کی متعارض ہے اور جب تحسین کی مصلحت کی رعائت اور ازالہ نجاست کی رعایت میں تعارض پیدا ہو جائے تو پھر دوسری کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ یہ دفع المفاسد کے باب میں سے ہے اور دوسرا یہ کہ یہ تمام مصالح کا جمع کرنا ہے اور اس کو سوائے کسی واضح دلیل کے رد نہیں کیا جاسکتا۔[1]

اور امام حجر نے فرمایا کہ یہ جو وارد ہوا ہے یہ استحباب کو چاہتا ہے۔ پھر ابو داؤد و حاکم کی سابقہ روایت ذکر کی ہے جس میں یہود کی مخالفت کا حکم ہے۔ تو آپ یہود کی مخالفت کی وجہ سے مستحب ہوگا۔

اور جس نے جوتوں میں نماز پڑھنا زینت میں سے کہا ہے تو اس نے اس کو مذکورہ بالا آیت : خذوا زینتکم (الآیہ) کی تفسیر سے اخذ کیا ہے تو یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے۔ اس کو امام ابن عدی نے کامل میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ابوہریرۃ سے اور امام عقیلی نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

اور ابوداؤد نے حضرت عمر وبن شعیب سے، انہوں نے اپنے باپ اور انہوں نے دادا سے روایت کی:

رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی حافیاً و متنعلاً۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ننگے پاؤں اور جوتے سمیت نماز پڑھتے دیکھا۔

اور یہ بلا کراہت جواز پر دلالت کر رہی ہے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں بعض حضرات سے نقل فرمایا کہ جوتے سمیت نماز بہتر ہے۔

اور مسجد میں جوتے سمیت چلنے کا جواز حدیث سے مستنبط ہے اور اس کے متعلق پچھلے صفحات میں گفتگو گزر چکی ہے۔

ابن ابی خثیمہ نے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

اقمت عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نصف شھر فرایتہ یصلی وعلیہ نعلان متقا بلان.

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نصف ماہ تک قیام کیا۔ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاک وصاف جوتوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

کان لنعل رسول اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم قبالان وابی بکر وعمر رضی اللّٰہ عنھما و اول من عقد عقداً واحداً عثمان رضی اللّٰہ عنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے دو زمام تھے اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے نعلین کے بھی دو زمام تھے اور جس نے سب سے پہلے

جوتے کو ایک زمام سے باندھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

اسے امام طبرانی نے ثقہ راویوں سے اور بزار نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا۔

امام ابن حجر نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک زمام کے ساتھ جوتا پہننا جائز ہے۔ اگرچہ آپ سے پہلے دو زمام والے جوتے تھے اور ایک زمام والا جوتا مکروہ نہیں ہے۔

نعلین مقدس کے دو زمام :

امام نسائی نے حضرت عمرو بن اوس سے روایت کیا :

كان لنعل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآلهٖ وسلم قبالان و نعل ابى بكر قبالان۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نعلین کے دو زمام تھے۔

اور ابن شاذان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

كانت نعل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآلهٖ وسلم بزما مين و اول من شسع عثمان۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کے دو زمام تھے اور سب سے پہلے جس نے ایک زمام والا جوتا پہنا وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن عساکر اور ابوالحسن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کے دو زمام تھے اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت ہے۔

حارث بن اسامہ نے زیاد سے روایت کیا کہ ہم ایک بزرگ کے پاس گئے جنھیں مہاجر کہا جاتا تھا اور میرے جوتے کے دو زمام تھے اور میں نے اس کو اس کی شہرت کی وجہ سے پہننا ترک کر دیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ میں نے اس کی شہرت کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا:

لا تترك فان نعل رسول الله عليه وسلم كانت هكذا۔

ایسا مت کرو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین ایسے ہی (دو زمام والے) تھے۔

ابو الحسن بن الضحاک نے عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کی دو زمام تھیں اور اس کے دو تسمے تھے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے قوی سند کے ساتھ روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو زمام تھے۔

ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین پاک دو زماموں والی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

تتمہ اول

زرد رنگ کی فضیلت :

بعض حفاظ حدیث نے صراحت کی ہے :

ان نعله صلى الله عليه وسلم كانت صفراء

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین زرد رنگ کی تھیں۔

رہا معاملہ اس حدیث کا جس میں ہے :

من لبس نعلا اصفر قل همه

جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا اس کے غم کم ہو جائیں گے۔

تو ابن ابی حاتم نے کہا یہ حدیث موضوع ہے۔ (واللہ اعلم)

تاہم صاحب المطامح اور دیگر حضرات نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے زرد رنگ کے جوتے پہن کر کوئی کام شروع کیا تو اس کا وہ کام پورا ہوگا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کی حاجت زرد رنگ کے چمڑے کے ذریعے حل ہوئی تھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زرد رنگ کا جوتا استعمال کیا جائے۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ زرد خضاب پسندیدہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رنگ کی تعریف ''تسر الناظرین'' الفاظ کے ساتھ فرمائی ہے۔

اور ابن حجر ہیثمی نے اسی معنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسی سند سے کہ جس میں مجہول راوی ہیں بیان کیا کہ :

ان من لبس نعلاً صفراً لم یزل یری مسروراً مادام لا بسھا۔

جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا تو جب تک وہ اس جوتے کو پہنے رہے گا' مسرور و خوش رہے گا۔

اور بعض ائمہ نے کامل طور پر اس قسم کے سوال جواب پر گفتگو کی ہے' میں اس میں سے کچھ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس میں فوائد ہیں اور اس سوال کی صورت یوں ہے کہ امام ابوبکر نقاش نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے تحت : **بَقَرَة صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِیْنَ** کہا کہ اس میں مثال کیا ہے ؟

حضرت عطا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا وہ خوش و خرم رہے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک سے ثابت ہے۔

امام ابوبکر نقاش نے کہا کہ میں نے اس سند کے راوی ابو عذرا کے بارے میں ابو عبدالرحمٰن کسائی سے مصر میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ غیر معروف ہے اور یہ حدیث اسی سے مروی ہے۔

ابوبکر نقاش نے اپنی تفسیر میں کہا کہ میرا گمان ہے کہ ابوالعذرہ۔ فضل بن الربیع الاسدی ہے اور امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا :

فضل بن ربیع عن ابن جریج عن عطا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال :

من لبس نعلاً صفراء لم یزل ینظر فی سرور ثم قراء

بَقَرَة صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ

جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا وہ ہمیشہ خوشی و مسرت دیکھے گا۔

پھر یہ آیت کریمہ پڑھی "بَقَرَة صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ"

امام عقیلی نے کہا کہ اس حدیث کا متابع کوئی نہیں۔

زبیر بن عوام و ابن بکار اور یحیٰی بن کثیر نے کہا کہ :

ایاکم و لبس النعال السود فانها تورث الهم۔

کالے جوتے پہننے سے بچو کیونکہ یہ غم پیدا کرتے ہیں۔

اور ابن زبیر نے کہا کہ ان سے نسیان کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

عبدالعزیز بن خطاب نے حسین بن علی الفہری سے انہوں نے فضل بن الربیع سے انہوں نے ابن جریج عن عطا عن ابن عباس سے روایت کی :

من لبس نعلا صفراء لم یزل ینظر فی سرور مادام لا بسها۔

جس نے زرد رنگ کے جوتے پہنے وہ جب تک ان کو پاؤں میں رکھے گا خوشی و مسرت دیکھے گا۔

اور پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

بَقَرَة صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ

اور یہ جو امام عقیلی سے گزرا ہے کہ اس کی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے۔ تو اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ زرد جوتا پہننا جائز ہے اور بالخصوص جبکہ حضرت زبیر اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور امام یحییٰ بن ابی کثیر اور مصر و شام کے قضاۃ حضرات وغیرہم بلکہ تمام جہان والے اسے پہنتے تھے۔

اور ابن جوزی کا تلبیس ابلیس میں یہ کہنا کہ ان کا پہننا مکروہ ہے تو یہ غیر قاضیوں کے لیے ہے۔ ابن جوزی کے کلام کی مراد اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔

ظاہر یہی ہے کہ زرد جوتے پہننے سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول بَقَرَة صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ سے دلیل صحیح نہیں کیونکہ اس آیت میں ضمیر گائے کی طرف ہے نہ کہ جوتوں کی طرف۔

رہا اس دلیل کا بطلان تو مستدل نے زرد رنگت کو خوشی کی علت بنایا ہے کہ زرد رنگ سے دل خوشی حاصل کرتا ہے اور یہ زرد رنگ کے جوتے میں بھی ہے اور اس علت کا ایک اور طریقے سے رد کیا جاسکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس گائے کو کسی اور رنگ میں پیدا کرتا وہ دیکھنے والوں کو ویسی ہی بھلی اور خوبصورت معلوم ہوتی۔ تو معلوم ہوا کہ دیکھنے والوں کو لذت کا

حاصل ہونا اس رنگ سے نہیں بلکہ مطلقاً گائے کے دیکھنے سے ہے تو اس دلیل کے بطلان کے بعد اس پر حکم کرنا اچھا نہیں اور امام سخاوی کی مقاصد الحسنہ میں ہے۔

من لبس نعلا صفراء قل همه۔

جس نے زرد جوتا پہنا اس کے غم کم ہوں گے۔

اس کو عقیلی، طبرانی اور خطیب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا لیکن قل همه کی جگہ یہ الفاظ ہیں:

لم یزل مسرور امادام لا بسها۔

جب تک زرد رنگ کے جوتے پہنے گا خوش رہے گا۔

ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث موضوع ہے اور زمخشری نے کشاف میں اس کو حضرت علی سے روایت کیا ہے۔

اور زرد رنگ کے خضاب کے بارے میں ہم پیچھے مفصل بیان کر آئے ہیں۔

تتمہ ثانیہ

نعلین مبارک کس چمڑے کی تھیں؟

ابوالشیخ نے حضرات ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

ان نعله عليه السلام كانت من جلود البقر۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارک گائے کے چمڑے کی تھیں۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے گائے کے چمڑے کی نعلین پہنی ہوئی تھیں۔

اور حارث بن اسامہ نے حمید سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں نے اعرابی سے سنا اس نے کہا:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم و عليه نعلان من بقر

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے گائے کے چمڑے کی نعلین پہنی ہوئی تھیں۔

تتمہ ثالثہ

نعلین مبارکہ کی ہیئت :

امام حافظ عراقی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارکہ مخصرہ اور ملسنہ تھی۔ اس کو امام ابوالشیخ نے یزید بن ابی زیاد کی سند سے بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کی زیارت کی وہ ملسنہ اور مخصرہ تھی۔

اور ابن سعد نے طبقات میں ہشام بن عروہ سے روایت کیا کہ میں نے نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا وہ مخصرہ، معقبہ اور ملسنہ تھی۔ اس کے دو زمام تھے۔

المخصرہ :

وہ نعل جس کی کمر پتلی ہو یا وہ نعل جن کے پہلو کو اس طرح کاٹ دیا جائے کہ وہ باریک ہو جائیں۔

الملسن :

من النعال۔ صحاح وغیرہ میں ہے کہ ملسنہ وہ جوتا ہے جو زبان کی طرح لمبا اور نرم ہو اور نہایہ میں ہے کہ وہ جوتا جس کا اگلا حصہ زبان کی طرح نوکدار ہو۔ اور ابوالحسن بن ضحاک نے اسماعیل بن امیہ سے روایت کی :

كانت نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم مخصرة معقبة لها قبالان۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک مخصرہ تھی اور اس کے دو زمام تھے۔

ابوالشیخ نے ثابت بن یزید سے روایت کی کہ مجھے اس شخص نے خبر دی کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارک دیکھے ہوئے تھے کہ:

لها قبالان معقبين.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین میں دو زمام تھے۔ اور ایڑیاں چوڑی تھیں۔

ابن سعد نے حضرت جابر سے روایت کی کہ محمد بن علی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین پاک میرے لیے نکالی:

فارانی معقبة مثل الحصرمية لها قبالان۔

میں نے دیکھا کہ ان کی ایڑیاں چوڑی، کمر پتلی اور دو زمام تھے۔

مسدد نے معتمر سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین دیکھیں جو

معقبة لها قبالان۔

جن کی ایڑی چوڑی اور دو زمام تھے۔

ابن عساکر نے روایت کی ہمام سے کہ ہشام بن عروہ نے صلت بن دینار کی نعلین دیکھیں۔ اس کے دو زمام تھے۔ تو ہشام نے کہا:

عندنا نعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم معقبة مخصره ملسنة۔	ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین ہیں جن کی ایڑی چوڑی، کمر پتلی اور اگلا حصہ نوک دار ہے۔

حافظ عراقی نے فرمایا کہ یزید بن ابی زیادہ کی حدیث میں عقب کا ذکر نہیں ہے اور ہشام بن عروہ نے کہا کہ اس نعل کا عقب تھا تو ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد نے مطلق عقب نہیں کہا بلکہ انہوں نے کہا کہ اس کا علیحدہ عقب نہیں تھا لیکن ہشام نے کہا ہے کہ اس نعل کا عقب اس کے ساتھ تھا جس سے تسمے باندھے جاتے تھے۔ یا پھر اس کا پچھلا حصہ اس کے ساتھ ہی تھا۔

اس میں کوئی تعارض نہیں جیسا کہ آگے ساتویں تتمہ میں بیان ہوگا۔

تتمہ رابعہ :

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعلین پہنا کرتے تھے اور بعض اوقات ننگے پاؤں بھی چلتے۔ بالخصوص جب عبادت کے لیے جاتے تھے تو اضعاً اور زیادتی ثواب کی نیت سے جیسا کہ حافظ عراقی نے الفیۃ ایسرۃ میں بیان فرمایا ہے۔

یمشی مع المسلمین والارمله　　　فی حالة من غیر مانفه

(آپ مسلمانوں اور بے سہارا لوگوں کے ساتھ ہر حال میں چلنا پسند کرتے تھے)

یردف خلفه علی الحمار　　　علی اکاف غیر ذی استکبار

(اپنے پیچھے سواری پر کسی کو سوار فرما لیتے اور بغیر کسی تکلف کے پلان پر ہی بیٹھ جاتے)

یمشی بلا نعل ولا خف الی　　　عیادة المریض حوله الملاء

(اپنے صحابہ کے ساتھ جب عیادت مریض کے لیے جاتے تو بعض اوقات ننگے پاؤں ہوتے)

اور ابن الاعرابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت کیا:

کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی حافیا و متنعلا　　　رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعلین سمیت اور بغیر نعلین کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

اور یہ روایت ابو داؤد کے حوالہ سے پہلے گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کریں اور اس کے یہی مذکورہ الفاظ تھے۔

اور پیچھے یہ حدیث بھی گزری کہ موزے اور جوتے پہنو اور جہاں تک ہو سکے شیطان کے دوستوں کی مخالفت کرو۔ اور یہ روایت ضعیف ہے جیسا ہم نے اس جگہ بیان کر دیا تھا۔

اور ایک ضعیف حدیث میں ہے جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ابن ابی حداد سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

تمعددوا واخشوشنوا و استقبلوا وامشوا حفاة

معد بن عدنان کی طرح سختیاں جھیلو قبلہ رخ رہا کرو اور ننگے پاؤں چلو۔

امام ابن حجر نے فرمایا۔ تمعددوا یعنی اپنی زندگی سختی و غربت، کھانے پینے اور پہننے میں معد بن عدنان کی طرح گذارو۔

واستقبلوا:

اور قبلہ رخ رہو تو قبلہ کیطرف منہ کر کے بیٹھنا مستحب ہے۔ اگرچہ آدمی نماز میں نہ ہو۔

وامشوا حفاة:

علامہ ابن حجر نے کہا یہ لفظ اور اس جیسے دیگر الفاظ جو کہ دوسری احادیث میں آئے ہیں جن میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں چلنا بہتر ہے تو یہ الفاظ علی الاطلاق نہیں ہیں۔ ہاں علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ صحابہ کرام وضو فرماتے اور اس کے بعد گیلے ننگے پاؤں مسجد کی طرف جاتے۔

اور اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تو یہ تواضع کے لیے اور پاؤں کو گندگی سے محفوظ رہنے کا امکان ہو پھر تو یہ سنت ہے وگرنہ نہیں۔

اور اس کی تائید ہمارے علماء کا یہ قول ہے کہ کعبہ شریف کی حدود میں ننگے پاؤں داخل ہونا سنت ہے اگر پاؤں گندگی سے آلودہ نہ ہوں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہوتے اور بعض اوقات اس کے اوپر کپڑا (کاٹھی) ڈال کر۔ اونٹ اور خچر پر بھی اسی طرح اور بعض اوقات نعلین سمیت چلتے اور کبھی بغیر نعلین کے اور کبھی بغیر چادر کے اور کبھی چادر سمیت چلتے۔

اور ایک ضعیف حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: البذاذة من الایمان شکستہ حال ہونا ایمان میں سے ہے اور اس کی شاہد ایک صحیح حدیث ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

من ترك اللباس تواضعًا لِلّٰه وهو يقدر عليه دعاه اللّٰه يوم القيامة على رؤس الاشهاد حتى يخيره من اي حلل الجنة شاء يلبسها۔	جس نے اللہ کے سامنے عاجزی اور تواضع کرتے ہوئے لباس ترک کردیا حالانکہ وہ اس پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز اعلانیہ اختیار دے گا کہ جنت کے جس حلے کو تو چاہے زیب تن کرلے۔

اور یہ حدیث حسن ہے۔

اور ایک اور حدیث حسن میں وارد ہے:

ان اللّٰه تعالٰی يحب ان يرى اثر نعمته على عبده۔	اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔

اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث میں اظہار تواضع ہے جبکہ دوسرے میں اظہار نعمت ہے۔

افضل عمل کون سا ہے؟

اور اگر کہا جائے کہ ان دونوں میں افضل عمل کون سا ہے ؟

تو میں کہوں گا کہ بعض اوقات ایک افضل ہوتا ہے اور بعض اوقات دوسرا۔ کہ کہیں تواضع کا اظہار پسندیدہ ہوتا ہے اور کبھی اظہار نعمت و شکر۔

اور شرح شمائل ترمذی میں کہا (کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا جیسا کہ گذرا کپڑوں کی سادگی اور ہیئت میں سادگی ہونی چاہیے۔ یہ عمل اس چیز کے منافی نہیں کہ اظہارِ نعمت کے طور پر لباس اچھا پہنے جب کہ متاخرین صوفیاء اور سلف صالحین نے اس پر عمل بھی کیا ہے کیونکہ جب ائمہ اسلاف نے لوگوں کو زینت اور اچھے کپڑے پہن کر فخر وغرور کرتے دیکھا تو انھوں نے ان کپڑوں کو حقارت سے دیکھا جن کو حق تعالیٰ بھی حقیر جانتا ہے جس کو غافل لوگوں نے عظمت دی ہے۔ اور اب ان کے دل سخت ہوگئے اور وہ اس کے اصل معانی بھول گئے اور اب انہوں نے اس لباس کو دنیا کمانے کے لیے استعمال کرنا شروع کردیا ہے۔ اس لیے اب حکم الٹ ہوگیا۔

لہٰذا اب ان کی مخالفت اسلاف کی اتباع ہو گی۔ یہی وجہ ہے عارف باللہ سیدی ابوالحسن شاذلی قدس اللہ سرہ العزیز نے اس بوسیدہ کپڑے پہننے

والے کو جس نے آپ کے اچھے کپڑوں پر اعتراض کیا تھا فرمایا الحمدللہ لیکن تیری یہ کیا حالت ہے کہ تو دنیا مانگتا پھرتا ہے۔

اس کی مؤید یہ صحیح حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰه جميل يحب الجمال و فی روایة نظيف يحب النظافة	بیشک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اور دوسری روایت ہے کہ نظیف ہے اور نظافت کو پسند کرتا ہے۔

حضرت مالک بن عوف سے اصحاب سنن نے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا۔ نسائی کی روایت کے مطابق مجھ پر پرانا کپڑا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ فرمایا کون سا مال؟ عرض کیا ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے بصورت اولاد او ربکریاں دی ہیں۔ فرمایا پس اس کی نعمت کو استعمال کرکے اضافہ کرو اور سنن میں ہے:

ان اللّٰه يحب ان يرٰى اثر نعمته على عبده۔	اللہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

اور وہ اس کی نعمت پر جمال باطن کی صورت میں شکریہ ادا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے لباس تقویٰ کو خیر فرمایا اور جس طرح اللہ تعالیٰ قول و فعل

اور صورت میں جمال کو پسند کرتا ہے۔ اسی طرح ان میں قباحت کو ناپسند کرتا ہے اور اس مقام پر دو طرح کے لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔

ایک وہ قوم جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ اس کا خالق ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس نے ہر چیز کو خوبصورت اور اچھا تخلیق فرمایا انہوں نے بے شمار احکام خداوندی کو معطل کرتے ہوئے حدود وغیرہ کو ختم کر دیا اور دوسرا گروہ جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے صورت کی خوبصورتی اور حسن کی مذمت فرمائی ہے۔ منافقین کے بارے میں فرمایا:

واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم	اور جب تو ان کی طرف دیکھے تو تجھ کو ان کے اجسام اچھے لگیں۔

اور مسلم میں روایت ہے:

ان اللّٰه لا ينظر الى صوركم و اقوالكم و انما ينظر الى قلوبكم و اعمالكم	اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور باتوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ریشم اور سونا دونوں کا پہننا حرام فرمایا ہے جبکہ وہ زینت اور خوبصورتی میں سے ہیں اور حدیث شریف میں فرمایا کہ:

البذاذة من الایمان   شکستہ حال ہونا ایمان میں سے ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے لباس اور کھانے میں اسراف کی مذمت فرمائی۔ حالانکہ یہ بھی جمال میں سے ہے۔

اعتدال کی راہ

جمال اس صورت میں محمود وپسندیدہ ہوگا جبکہ وہ شریعت کی اطاعت و فرمانبرداری پر معاون ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف وفود کے لیے قیمتی لباس پہنتے اسی طرح جہاد کے لیے جنگ کے ہتھیار پہنا کرتے۔ ریشم اور گھوڑا استعمال کرتے کیونکہ یہ سب دین کی نصرت کے لیے تھے اور یہ محمود ہیں لیکن وہ جمال مذموم ہوگا جو دنیا اور تکبر کے لیے کیا جائے اور جو ان دونوں سے خالی ہو وہ ان دونوں مقصدوں سے خالی ہوگا اور حدیث البذاذہ من الایمان کو امام احمد نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

تکبر کب ہوگا؟

مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة من کبر فقال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبه حسنة ونعله حسنة

جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا تو ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ

فقال ان اللّٰه تعالیٰ جمیل یحب الجمال الکبر بطرالحق وغمط الناس	ہر کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کا جوتا اچھا ہو تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کے مقابل ہونا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ لفظ جمیل حدیث صحیح میں وارد ہے اور اسی طرح الاسماء الحسنٰی کی حدیث میں بھی آیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں کلام ہے اور مختار مذہب یہ ہے کہ جمیل کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور بعض علماء نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔

وقوله غمط الناس:

مسلم کے نسخوں میں ط کے ساتھ آیا ہے جیسا کہ ابوداؤد میں بھی اور بعض نے صاد کے ساتھ غمص الناس نقل کیا ہے جیسا کہ امام ترمذی وغیرہ نے لیکن دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے (کسی کو حقیر جاننا) اور وہ روایت کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے' جمال کو پسند فرماتا ہے' سخی ہے اور سخاوت کو پسند فرماتا ہے' نظیف ہے نظافت کو پسند فرماتا ہے تو اسے امام ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور حدیث کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور بندہ پر اپنی نعمت کا اثر

دیکھنا پسند فرماتا ہے اور شدت اور سختی کو ناپسند فرماتا ہے تو اس کو بیہقی نے ابو سعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور حدیث میں یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب کو پسند فرماتا ہے' نظیف ہے اور نظافت کو پسند فرماتا ہے' کریم ہے کرم کو پسند فرماتا ہے' جواد ہے اور جود کو پسند فرماتا ہے۔ پس اپنے اردگرد کو صاف رکھو اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ خطیب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بیان کیا ہے:

ان الاسلام نظیف فنظفوا فانہ لا یدخل الجنۃ الا نظیف.	اسلام نظیف ہے پس اپنے آپ کو پاکیزہ رکھو۔ کیونکہ پاکیزہ کے علاوہ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا

۵۔ بیٹھ کر بات کرتے ہوئے جوتا اتارنا:

امام بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے

ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اذا جلس یتحدث یخلع نعلیہ۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیٹھ کر بات فرمانے لگتے تو نعلین اتار لیتے۔

اور امام بزار نے حضرت انس سے مرفوع روایت بیان فرمائی:

اذا جلستم فاخلعو انعالکم فتستریح اقدامکم۔	جب تم بیٹھنے لگو تو جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے پاؤں کی

(بزار ۳ص ۳۶۷ کشف الاستار) راحت کا سبب ہے۔

۶۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود صاحب النعلین ہیں

اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین، بستر اور مسواک اٹھانے والے تھے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعلین پہناتے تھے جب آپ کھڑے ہوتے اور جب آپ بیٹھتے تو آپ کی نعلین مبارکہ کو اپنی آستینوں میں محفوظ کر لیتے:

محمد بن یحییٰ حضرت قاسم سے بیان کرتے ہیں:

كان عبدالله بن مسعود رضى الله عنه يقوم اذا جلس رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم ينزع نعليه من رجليه ويد خلها فى زراعيه فاذا تام البسه اياهما ويمشى بالعصا امامه حتى يدخل الحجرة۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود کھڑے ہوجاتے اور آپ کے نعلین مبارک پاؤں سے اتارتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے تو نعلین پہناتے اور آپ کے ساتھ

عصا پکڑ کر چلتے یہاں تک کہ
آپؐ حجرہ مبارک میں داخل ہو
جاتے

اور ایک جماعت جن میں ابن سعد بھی ہیں نے روایت کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفش بر دار اور دیگر اشیاء سنبھالنے اور اٹھانے والے تھے اور ابن حجر نے اس حدیث "الیس منکم صاحب النعلین" کلام کرتے ہوئے کہا' یہاں صاحب النعلین سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود ہی ہیں کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ وقت خدمت میں لگے رہتے تھے۔ حقیقتاً صاحب النعلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں چونکہ انہیں اٹھانے کا شرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملتا تھا اس لیے مجازاً ان کو صاحب النعلین کہا جاتا ہے۔

۷۔ امام احمد نے زہد اور امام ابوالقاسم بن عساکر نے زیاد بن سعد سے روایت کیا۔

كان النبى صلى الله عليه و آله وسلم يكره ان يطلع من نعليه شى عن قدميه	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو ناپسند فرماتے کہ پاؤں کا کوئی حصہ جوتے سے باہر رہے۔

۸۔ حدیث ضعیف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

امرت بالنعلین و الخاتم۔	حکم دیا گیا ہے کہ میں نعلین اور انگوٹھی پہنوں۔

اسے شیرازی نے "القاب" میں ابن عدی نے کامل میں خطیب نے تاریخ بغداد اور ضیاء المقدسی نے حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

۹- اوفا میں حضرت عائشہؓ کی سند سے روایت ہے:

قالت مارفع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم قط غدالعشاء والعشاء لغداء ولا اتخذ من شئ زوجین ولا قمیصین ولا ردائین ولا ازارین ولا زوجین من النعال	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی صبح کا کھانا وغیرہ رات کے لیے اور رات کا کھانا صبح کے لیے نہیں رکھا اور نہ ہی کسی چیز کا جوڑا رکھا۔ نہ تو دو چادریں نہ دو تہبند اور نہ ہی دو جوڑے نعلین کے ایک وقت میں رکھے۔

اور بعض ائمہ نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ابن حجر الھیثمی کا کلام بھی اسی کا مؤید ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی موزے اور نعلین کے جوڑے تھے اور متعدد لوگوں سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمعہ کے لیے دو کپڑے تھے اور دوسرے جمعہ تک ان کو لپیٹ کر رکھتے تھے۔

اور یہ روایت اس کے معارض اور مخالف ہے کہ آپ کے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا ہوتا تھا۔ اور اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ اکثر اوقات کا معاملہ ہے یا پھر نفی کرنے والے نے اپنے علم کے مطابق نفی کی ہے تو پھر یہ کسی دوسرے کی روایت جس میں زیادہ کپڑے ہونے کا اثبات ہے منافی ہے اور طبرانی کی حدیث کپڑا لپیٹنے کے مندوب ہونے پر صریح ہے۔

اطو واثیا بکم ترجع الیها اروا حها	اپنے کپڑے لپٹیو تا کہ ان کی جان میں جان آئے۔

اور بعض شوافع نے تصریح کی ہے کہ کپڑے کو لپیٹ کر رکھنا مندوب ہے۔ اور حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی نے روایت طبرانی ان الفاظ میں ذکر کی ہے۔

اطو واثیا بکم ترجع الیها اروا حها فان الشیطان اذا وجد ثوباً مطویا لم یلبسه و اذا وجد ثوباً منشورًا لبسه	اپنے کپڑوں کو لپیٹ کر رکھو اتارنے کے بعد اور پہننے سے پہلے تا کہ ان کی جان میں جان آئے۔ بیشک شیطان لپیٹے ہوئے کپڑے دیکھتا ہے تو ان کو نہیں پہنتا جب کھلے ہوئے کپڑے دیکھتا ہے تو ان کو پہنتا ہے۔

اور الھیثمی نے کہا کہ اس میں فلاں راوی وضاع ہے تو یہ حدیث موضوع ہے یا پھر سخت ضعیف ہے اور ایسی احادیث سے سنت ثابت نہیں ہوتی۔

۱۰۔ امام طبرانی نے حضرت ضیاعہ بنت زبیر سے روایت کی:

كان لرسول الله صلى الله عليه و آله وسلم نعل يقال لها مخصرة۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نعل مبارک تھی جس کا نام مخصرہ تھا۔

۱۱۔ امام طبرانی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

قال حمل رسول الله صلى الله عليه وسلم نعله بالسبابة من يده اليسرى۔	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نعلین کو بائیں ہاتھ کی سبابہ سے اٹھاتے تھے۔

۱۲۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء میں سے صاحب النعلین بھی ہے۔ اور آپ کا یہ وصف انجیل میں ہے اور اسی میں صاحب المدرعہ والعمامہ کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔ مدرعہ کا مطلب صاحب تاج و تلوار ہے اور دوسروں نے کہا کہ اس کا معنی صاحب نعلین ہی ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۱۳۔ کھڑے ہو کر جوتا پہننا:

جوتا پہننے کے بارے میں جو وارد ہے لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان ینعل الرجل قائماً۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے کھڑے جوتا پہننے سے منع فرمایا

میرا خیال تھا کہ یہ روایت سنن ابی داؤد میں ہے پھر میں نے سنن ابو داؤد کی طرف مراجعت کی تو اس میں تھی۔

امام ترمذی نے باب باندھا ہے **باب ماجاء فی کراھة ان ینتعل الرجل و ھو قائم** (باب اس بارے میں کہ کھڑے ہو کر جوتا پہننا منع ہے) اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان یتنعل الرجل قائماً۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا

اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس روایت کو عبداللہ بن عمرو الرقی نے معمر عن قتادہ عن انس سے روایت کیا اور یہ دونوں احادیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں اور حارث بن بنھان محدثینؒ کے نزدیک ثقہ حافظ نہیں ہے اور قتادہ کی روایت حضرت انس سے کی اصل ہم نہیں جانتے۔ حضرت انس سے روایت ہے:

نهى رسول الله صلى الله عليه و آلهٖ وسلم ان يتنعل الرجل وهو قائم۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر جوتا پہنے۔

امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ امام محمد بن اسماعیل (بخاری) نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ہی معمر عن عمار بن ابی عمار عن ابی ہریرۃ والی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی حدیث کو ضیاء المقدسی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

امام ابو سلیمانی الخطابی نے معالم السنن میں فرمایا شاید کھڑے ہو کر منع اس لیے کیا گیا ہے کہ بیٹھ کر جوتے پہننا آسان ہے۔ بہت دفعہ کھڑے ہو کر پہننے کی صورت میں جوتا الٹا ہو جاتا ہے۔ اس لیے بیٹھنے کی تلقین کی اور اس میں ہاتھ سے مدد لینا بھی آسان ہے۔ (واللہ اعلم)

اور ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت کیا:

كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم يتنعل قاعداً وقائماً.	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے اور بیٹھ کر دونوں طریقوں سے نعلین پہنتے۔

احادیث میں تعارض نہیں کیونکہ یہ بیان جواز کے لیے ہوگا یا بمطابق شرح السنۃ کے اس لیے ہوگا کہ کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے نہی ایسے جوتے کے لیے ہوگی جس میں ہاتھ کی مدد درکار ہو اور جو جوتا ہاتھ کی مدد کے بغیر پہنا جا سکے اس میں کھڑے ہو کر پہننے سے ممانعت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

۱۴۔ کھانا کھاتے وقت جوتا اتارنا

ارشاد نبوی ہے :

اخلعو انعالکم عند الطعام فانها سنة جميلة۔	کھانا کھاتے وقت جوتے اتارلیا کرو کیونکہ یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔

اسے امام حاکم نے مستدرک میں مرفوعاً روایت کیا اور مستدرک اور طبرانی نے اوسط میں اور ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان فرمایا:

اذا اكلتم الطعام فاخلعوا نعالكم فانه اروح الاقداكم	جب تم کھانا کھانے لگو تو اپنے جوتے اتارلیا کرو کیونکہ یہ تمہارے قدموں کے لیے راحت کا سبب ہے۔

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ جب کھانا رکھا جائے تو جوتے اتارلیا کرو کیونکہ یہ تمہارے قدموں کے لیے آرام دہ ہے۔ اور دارمی نے بھی حضرت انس سے روایت کیا۔

اذا قرب احدکم الی طعامه وفی رجله نعلان فلينزع نعليه فانه اروح للقدمين۔	تم میں سے جب کوئی کھانے کے قریب آئے اور اس کے پاؤں میں جوتے ہوں تو چاہیے کہ وہ انہیں اتارے کیونکہ یہ قدموں کے لیے آرام دہ ہے۔

یہ الفاظ بزار کے ہیں۔

۱۵۔ چیز خریدتے وقت عمدہ اور نئی خریدنا۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذآ اشتریت نعلاً فا ستجدھا واذا اشتریت ثوبًا فا ستجدھا

کہ جب تم جوتا خریدو تو نیا اور معیاری جوتا خریدو اور جب کپڑا خریدو تو نیا اور اچھا کپڑا خریدو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

واذا اشتریت دابة --- فاستفرھما و اذا کانت عندك کریمة قومٍ فاکرمھا۔

جب تم جانور خریدو تو عمدہ جانور چھانٹ کر خریدواور جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔

۱۶۔ کارِ خیر کی طرف ننگے پاؤں چلنا

امام طبرانی نے المعجم الاوسط اور خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تاریخ بغداد میں روایت کیا:

اذا تسارعتم الی الخیر فامشوا حفاۃ فان اللّٰہ یضاعف اجرہ من المتنعل۔

جب کارخیر کی طرف جلدی ہو تو ننگے پاؤں چل پڑو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب جوتے پہننے والوں سے زیادہ عطا فرمائے گا۔

تلی کے بڑھنے کا علاج

حافظ ابن جوزی نے فرمایا کہ جو شخص جوتا پہننے میں دائیں پاؤں کو اول اور اتارنے میں بائیں کو اول رکھے گا اس سے وہ تلی بڑھنے کے مرض سے امن میں رہے گا اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے کہا کہ سورۃ الممتحنہ لکھ کر اگر تلی بڑھنے والا مریض دھو کر پی لے تو اسے اس مرض سے شفا ہو جائے گی۔

موزوں پر مسح :

الخف (موزہ) اس کی جمع کتاب کے وزن پر خفاف ہے اور خف البعیر کی جمع اخفاف ہے جیسا کہ قفل کی جمع اقفال۔ صحیح روایت کے مطابق حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ثابت ہے اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔ امام ترمذی شمائل میں باب ماجاء فی خف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحت دو حدیثیں لائے ہیں۔

ا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ان النجاشی اھدی للنبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم خفین اسودین ساذ جین فلبسھما	کہ نجاشی نے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں تحفۃ دو سیاہ رنگ کے موزے بھیجے

ثمہ توضاء مسح علیھما

تو انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہن کر وضو فرمایا اور ان پر مسح کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اھدی دحیه للنبی صلی اللّٰه علیه و آلہٖ وسلم خفین فلبسھما وقال اسرائیل عن جابر عن عامر وجبة فلبسھما حتی تخرقا لا یدری النبی صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم اذ کاھما ام لا۔

حضرت دحیہ کلبی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو موزے تحفۃً پیش کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پہنا اور اسرائیل جابر سے اور جابر عامر سے روایت کرتے ہیں کہ موزوں کے ساتھ جبہ بھی تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہنا یہاں تک کہ وہ دونوں بوسیدہ ہوکر پھٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ یہ دونوں مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح جانور کی کھال کے۔

طبرانی نے حضرت دحیہ سے روایت کیا کہ :

اهديت لرسول الله صلى الله عليه وآلهٖ وسلم جبة صوف وخفين فلبسهما حتى تخرقا ولهم يسأل اذ كيان ام لا ۔

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر اونی جبہ اور دو موزے پیش کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں کو پہنا حتیٰ کہ وہ دونوں پھٹ گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ مذبوح جانور کی کھال کے ہیں یا غیر مذبوح کی کھال کے۔

اس کی سند کے تمام راوی ماسوائے عنبسہ بن سعید کے ثقہ ہیں۔ ابن ابی شیبہ وحارث بن ابی اسامہ و دارقطنی نے الافراد میں اور امام احمد ابو داؤد و ترمذی نے سنن میں حسن کہا اور ابن سعد و ابو الشیخ نے عبداللہ بن الخطیب عن ابیہ سے روایت کی کہ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دو سیاہ رنگ کے سادہ موزے تحفتہً بھیجے۔ پس آپ-- (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان دونوں کو پہنا اور ان پر بوقت وضو مسح کیا۔

اب ہم روایت شمائلِ ترمذی کے متعلق کچھ گفتگو کرتے ہیں :

تحقیق نجاشی :

نجاشی نون کے نیچے زیر--- اور یہی زیادہ فصیح ہے۔(القاموس) لیکن نون پر فتحہ پڑھنا---- فصیح ہے اور یہی زبان زدِ خاص و عام ہے۔ اور اس کے آخر میں (ی) مخففہ اور مشددہ دونوں طریقوں سے ہے لیکن محففہ زیادہ فصیح ہے جیسا کہ المغرب نے ثقہ علماء سے بیان کیا اور اسی کو امام فارابی نے اختیار کیا۔ اور صاحب التکملہ نے تشدید کے ساتھ لکھا ہے۔ امام هروی سے دونوں طریقے مروی ہیں۔ العصام نے کہا کہ نجاشی بکسر نون بمعنی نافذ کرنے کے ہیں۔ گویا کہ ان کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ ان کا حکم نافذ ہوا۔ اس کی آخری (ی) مخففہ یای نسبتی نہیں بلکہ اصلی ہے اور جیم پر شد پڑھنا غلط ہے۔ جیسا کہ امام عینی اور دیگر کئی علماء نے لکھا اور نجاشی کا نام ''اصحمۃ'' صاد کے ساتھ ہے اور سین کے ساتھ تحریف ہے۔ جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا۔ اس کے بعد (حا) اور اس کے بعد میم ہے۔ بعض نے ''حا'' سے پہلے ''میم'' کو لکھا ہے۔ یعنی اصمحہ ---- اور یہ حبشہ کے بادشاہ تھے۔ بعض نے ان کا نام مکحول بن صیصہ لکھا ہے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کو صحابہ میں شمار کیا گیا۔ لیکن بعض حضرات ان کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے اور یہ اختلاف صحابی کی تعریف پر مبنی ہے۔ اور مذہب محققین یہ ہے کہ یہ صحابی نہیں کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں (لیکن اس مسئلہ کی تفصیل کا یہ

موقع نہیں۔ یہ نبوت کے ساتویں سال ایمان لائے جیسا کہ امام مغلطائی نے بیان فرمایا اور نویں سال ان کی وفات ہو گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی اور نماز جنازہ پڑھی اور صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز میں شرکت کی۔

اور امام عینی نے کہا اصحمہ کے الف پر فتحہ اور صاد ساکن ہے۔ عربی میں اس کا معنی عطیہ ہے اور پھر کہا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یزید سے صحمہ یعنی بغیر الف کے اور اسمٰعیلی نے کہا کہ عبدالصمد کی روایت میں اصخمہ ہے۔ الف اور خا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اور کرمانی نے نقل کیا کہ بعض نسخوں میں محمد بن سنان کی روایت میں یہ نام اصحبہ ہے۔ یعنی میم کے بدلے با ہے۔ اور المحب الطبری نے اپنی کتاب الاحکام میں کہا کہ نجاشی تشدید الیا اور تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور تخفیف صحیح ہے۔ اور لغات کی صحیح ترین کتب جن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے' میں یا مخففه ہی ہے۔ امام نووی نے اسماء مبہمہ بحرف الجیم کے تحت یہ نام اصحمہ لکھ کر بیان کیا کہ امام بخاری نے اس کا نام سلیمہ (بضم السین) نقل فرمایا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام حازم ہے۔

وقوله اهدی الاهداء سے ہے اور یہ لام اور الیٰ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور یہاں اس کا معنی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ ارسال کیا۔

ساذجین' ذال پر فتحہ یا کسرہ اور ان دونوں کے امام عصام نے تین معانی ذکر کیے ہیں۔

اوّل بغیر نقش و نگار کے یعنی سادہ دوم بالوں سے خالی جیسا کہ نعلین کی صفت میں پیچھے گزر چکا ہے اور یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ دونوں معانی مختلف دیگر حضرات سے بھی مروی ہے سوم کہ جو کسی دوسرے رنگ سے نہ رنگا گیا ہو۔ اور امام ابن حجر نے بھی انہی تینوں احتمالات کا اتباع کیا ہے۔ بقول ان کے یہ معنی ان کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا۔ حافظ ابوزرعہ نے کہا کہ ان دونوں کی سیاہی کو کسی اور رنگ کے ساتھ اختلاط نہیں کیا گیا تھا اور کہا کہ یہ لفظ عرف عام میں اکثر ایسے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اور میں نے کتب لغت میں اس کو اسی معنی میں نہیں پایا اور نہ ہی مصنفین غریب الحدیث نے اس لفظ کو اپنی تصنیفات میں لکھا ہے اور یہ جو امام عصام نے کہا کہ تیسرا معنی میرا ہی بیان کردہ اور کسی کا نہیں حالانکہ یہ وہی معنی ہے جیسے ان سے پہلے حافظ ابو زرعہ نے بیان کیا شاید عصام اس کے کلام پر مطلع نہ ہوئے ہوں۔ ورنہ اس معنی کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے۔

فلبسھا: اس میں فا تفریعیہ ہے یا تعقیب کے لیے یعنی ملنے کے بعد فوراً انکو پہن لیا جیسا کہ فاضل العصام نے اشارہ کیا ہے اور ابن حجر نے یہ کہتے ہوئے انکی اتباع کی ہے کہ ہدیہ وصول کرنے والے کو چاہئے کہ ہدیہ وصول ہونے کے بعد اس میں تصرف کرے' اسے استعمال میں لائے کیونکہ اس میں ہدیہ بھیجنے والے کے لیے تالیف قلب ہے اور یہ تب ہے جب اس میں ہدیہ بھیجنے والے کی تالیف قلب وغیرہ ہو ورنہ نہیں اور بعض علماء نے اس پر

اعتراض کرتے ہوئے اس کو صرف تالیف قلب کے ساتھ مقید کرنے پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے پہنچنے کے فورًا بعد ہدیہ میں ایسا تصرف چاہیے جس سے قبولیت کا اظہار ہو اور اگر اس کے استعمال کا موقع ہو تو تب استعمال میں لانا جائز ہے۔ اور یہ ہدیہ بھیجنے والے اور جس کو بھیجا جا رہا ہے ان دونوں کے درمیان پیار و محبت کی دلیل ہے۔اس میں تالیف کے علاوہ بھی فوائد ہو سکتے ہیں۔ مثلاً دینے والے کی اصلاح، اس کے دل کی شکستگی کو دور کرنا۔ اس کے شر کا دفع کرنا۔ اس لیے قبول کرنا کہ لوگوں کی مشکلات میں اس سے سفارش کی جا سکے یا اس کے علاوہ کئی مقاصد ہو سکتے ہیں۔

غور و فکر کے بعد اب معلوم ہو چکا کہ ابن حجر کا سابقہ اعتراض ساقط ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ معلوم ہوا ہدیہ قبول کر لینا چاہیے اگرچہ وہ اہل کتاب کی جانب سے ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نجاشی نے موزوں کا ہدیہ جب بھیجا تھا تو وہ اس وقت کافر تھا۔ جیسا کہ ابن العربی نے بیان کیا اور زین الدین العراقی نے نقل کرنے کے بعد اسے قائم رکھا۔اور بعض علماء کا خیال ہے کہ کفار سے ہدیہ قبول کرنا عدم قبول کا ناسخ ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا جیسا کہ عصام اور ابن حجر نے بیان فرمایا کہ قبول ہدیہ میں یہ لفظ کہ ''میں نے قبول کیا۔'' کہنا ضروری نہیں بلکہ بھیجنا اور رکھ لینا کافی ہے۔

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ اشیاء مجہولہ میں طہارت ہوتی ہے اور اس سے موزوں پر مسح کا جواز بھی ثابت ہو رہا ہے۔ بخاری و مسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ :

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تو ضا و مسح علی خفیہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

اور یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت جریر آخر میں ایمان لانے والے صحابہ میں سے ہیں۔ ------- اور اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح ثابت و معمول بہا ہے۔ اور اس پر ہر شخص کا اجماع ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے اور جو بعض ائمہ سے اس کے خلاف مروی ہے جیسا کہ امام مالک سے تو یہ مؤول ہے اور موزوں پر مسح اسی (۸۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور احادیث مسح متواتر ہیں اور بعض علماء احناف نے کہا کہ موزوں پر مسح کے انکار پر کفر کا خوف ہے۔ اور حدیث شریف میں لفظ "فلبسھما" سے مراد موزے اور جبہ ہیں۔ ابن حجر نے اسے کذا قیل (جیسا کہ کہا گیا) کہا اور (از کھما ام لا) سے معلوم ہوتا ہے کہ فلبسھما سے مراد صرف دونوں موزے ہیں مگر یہ کہ جبہ کو بھی شامل نقوش کی وجہ سے کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ گمان کہ پھٹنا صرف موزوں کے ساتھ خاص ہے جبہ کے لیے نہیں۔ عجیب ہے شاید اسی عارضہ کی وجہ سے عصام نے کہا کہ جس نے فلبسھما کا مرجع موزے اور جبہ دونوں کو قرار دیا اس نے نہایت ہی بعید قول کیا۔

(اذ کاھما) علامہ ابن حجر نے کہا کہ شرعی ذبح مراد ہے اور یہ ترکیب عام استعمال ہوتی ہے جیسا کہ اقائم الزید ان یعنی هل هما من مذبوح ام لا۔ (کیا وہ دونوں موزے مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا کہ نہیں) اور صحابی کا روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار آپ کی تصریح کی وجہ سے ہے یا صحابی نے اس قرینہ سے اخذ کیا ہے کہ آپ نے ان موزوں کے بارے میں یہ سوال نہیں فرمایا۔ بہر حال اس حدیث سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ اشیاء مجھولہ میں اصلاً طہارت ہے اور یہی اصل مذہب ہے۔ اور جس نے اسے رد کیا ہم نے اس کا رد شرح الباب میں کر دیا ہے۔ اور جس کا یہ گمان ہے کہ اس حدیث سے یہ واضح دلیل ملتی ہے کہ رنگی ہوئی کھال طاہر ہے تو یہ بات تب ثابت ہوگی جب رنگا ہوا ہونا ثابت ہو جائے۔ حالانکہ حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ حافظ عراقی نے کہا کہ اس میں ثبوت ہے کہ نہایت پرانا کپڑا اور پرانا جوتا پہننا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں تواضع ہے۔ اور

فان المصطفى لم یزل یلبس الخفین حتى تحزقا۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ موزے اس وقت تک استعمال فرماتے کہ وہ پھٹ جاتے۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیه وآلـہٖ وسلم قال لعائشه رضی اللہ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ

عنهما لا تستخلقی ثوبًا حتی ترقعیه

عنھا سے فرمایا کہ کپڑے کو پیوند لگانے سے پہلے پرانا نہ سمجھو۔

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں بسند جید اور حافظ الدمیری نے حیاۃ الحیوان میں حرف حا کے تحت سانپ کا ذکر کرتے ہوئے اس کو صحیح کہا۔ اور اس کی سند میں حسّام بن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا اور کہا کہ انشاء اللہ یہ صحیح حدیث ہے۔

ایک عظیم معجزہ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

دعا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم بخفیه لیلبسهما فلبس احد هما ثم جاء غراب فاحتمل الاخری فرمی به فخرجت منه حية فقال من كان يؤمن باللّٰه واليوم الاٰخر فلا يلبس خفيه حتی ينفضهما وهذا من علامات نبوته صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزے منگوائے تاکہ ان کو پہنیں۔ ابھی آپ نے ایک موزہ ہی پہنا تھا کہ ایک کوا آیا۔ اس نے دوسرے موزے کو اٹھا کر پھینک دیا۔ اس میں سے ایک سانپ نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا

ہے وہ اس وقت تک موزے نہ پہنے جب تک ان کو جھاڑ نہ لے۔ یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔

بغیر جھاڑے موزہ پہننا منع ہے

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآلهٖ وسلم اذا اراد الحاجة البعد فى المشى فانطلق ذات يوم لحاجته ثم توضاء ولبس احد خفيه فجاء طائر اخضر فاخذ الخف الاخر فارتفع به ثم القاه فخرج منه اسود سالخ فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآلهٖ وسلم هذا كرامة اكرمنى اللّٰه بها --- اللّٰهم انى اعوذبك من شرمن يمشى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رفع حاجت کے لیے جاتے تو دور تشریف لے جاتے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے پھر وضو فرمایا ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور وہ دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور اس کو الٹا پھینک دیا اور اس میں سے سیاہ کینچلی والا سانپ نکلا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

علی بطنه ومن شرمن یمشی علی رجلین ومن یمشی علی اربع۔

فرمایا۔ یہ وہ فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔
پھر آپ نے یہ دعا پڑھی---
اے اللہ مجھے پیٹ کے بل رینگنے والے جانور کے شر سے پناہ دے اور دو پائے اور چار پایوں کے شر سے پناہ دے۔

امام بیہقی نے ''الدعوات الکبیر'' میں بسند عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رفع حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو دور جاتے۔ ایک دن آپ تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھے اور اپنے موزے اتار دیے۔ اور پھر جب موزے پہننے لگے تو آپ نے ایک موزہ پہنا تو ایک پرندہ دوسرے موزے کو لے کر اڑ گیا۔ اور فضا میں جاکر اس کو الٹ دیا۔ اس میں سے ایک سیاہ سانپ گر پڑا۔ تو اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ میری فضیلت ہے مجھے اللہ نے اس کے ساتھ مکرم فرمایا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا پڑھی۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں دو پائے اور چوپائے کے شر سے اور پیٹ پر رینگنے والے موذی جانور سے۔

اسی لیے امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ کوئی بھی شخص سفر و حضر میں موزے پہننے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ ان کو جھاڑ کر صاف کرے اور جو کچھ ان میں ہے اس کو باہر نکال دے تاکہ سانپ بچھو یا کانٹے وغیرہ کی تکلیف سے بچ جائے اور اس پر اسی حدیث ابوامامہ سے استدلال کیا۔

فائدہ

بعض اہل سیر نے بیان فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی موزے تھے اور ان میں سے چار جوڑے وہ تھے جو کہ آپ کو خیبر سے دستیاب ہوئے۔ ابن فہد مکی ہاشمی کی تصنیف النور الزاھر الساطع فی سیرۃ ذی البرھان القاطع میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جوڑے نعلین کے اور آٹھ جوڑے موزوں کے تھے۔ واضح رہے کہ نعلین کے بارے میں صحاح اور دیگر کتب احادیث میں ان کے علاوہ بھی بہت ساری روایات ہیں لیکن ہم نے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بطور تبرک کچھ بیان کیں اور بقدر کفایت محدثین کے طریقہ کے مطابق ان کی تشریح بھی کر دی اور صرف اپنے مذہب مالکی کے مطابق ہی کلام نہیں کیا اور اللہ ہی کے لیے تمام حمد ہے۔ اور وہ ہدایت اور رشد کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

باب ثانی

نعلین مبارکہ کی مختلف تصاویر

اور

ان کے ناقلین کا تفصیلی تذکرہ

اس باب میں افضل ترین شافع و مشفع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش نعلین کی صفات و برکات اور فوائد و منافع بیان ہوں گے۔ ائمہ اسلام' خادمین سنت نے اس کی شکل و صورت کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا تذکرہ ہوگا۔ اللہ مجھے اور تم کو ہدایت دے۔ مشارق و مغارب کے مقتدر علماء نے اس مثال (نقش) مبارک کے ظاہر و باہر حسن کو بیان فرمایا ہے اور اپنے اپنے مشاہدات کو نقل فرمایا ہے۔

نقش نعلین اور ائمہ مغرب

اہل مغرب میں سے ائمہ کی ایک ایسی جماعت (جو لوگوں کے لیے مقتداء کا درجہ رکھتی ہے) نے نقش نعلین کی صورت اور اس کے حسن پر لکھا اور اس کی زیارت کرنے والوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ ان علماء میں سے امام ابو بکر ابن العربی' حافظ ابو الربیع بن سالم الکلائی' الکاتب الحافظ ابو عبداللہ بن الابار' ابو عبداللہ بن رشید الفھری' ابو عبد اللہ محمد بن جابر الوادی آشی' خطیب الخطباء ابو عبداللہ بن مرزوق التلمسانی' ابن البراء التوسی' الشیخ الولی الصالح الشهیر ابواسحاق ابراہیم بن الحاج اسلمی الاندلسی المغربی اور ان سے یہ نقش (مثال) ابن عساکر اور دیگر ائمہ نے حاصل کی جن کی فہرست بہت طویل ہے۔ مثلاً ابوالحکم مالک بن المرجل ابن ابی الخصال ابن عبدالمالک المراکشی جو ہمارے پیشوا اور رہنما ہیں۔

نقش نعلین اور ائمہ مشرق

اسی طرح مشرق میں سے ایک ائمہ کی جماعت نے اس پر کام کیا۔ مثلاً ابن عساکر اور ان کے شاگرد بدر فارقی' حافظ عراقی اور ان کے صاجبزادے' حافظ امام سخاوی اور امام سیوطی وغیرھم اور متأخرین میں سے امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں بھی اس کا تذکرہ کیا۔ اگرچہ اس کا نقش نہیں بنایا جیسا کہ ابھی آئے گا۔ یاد رہے اہل مغرب نے اہل مشرق سے زیادہ اس کا اہتمام کیا ہے۔

س: یہ تو فقط دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟

ج: ہاں میرے مطالعہ کے مطابق علماء مغرب میں سے جن لوگوں نے اس نقش کو بنایا وہ اہل مشرق سے زیادہ ہیں۔ امام ابن عساکر جو اہل مشرق کے لیے اس معاملہ میں معتمد ہیں۔ انہوں نے اس مثال مبارکہ کو صرف شیخ ابن الحاج المغربی سے اخذ کیا اور اس کے بعد تمام لوگ ابن عساکر کے عیال ہیں۔

اس کا کوئی سبب ہے؟

اس کا سبب یہ ہے کہ اہل مشرق کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین موجود تھے۔ کیونکہ یہ بنی ابن الحدید کے پاس اور پھر شام کے جامعہ اشرفیہ میں موجود تھیں۔ اور مغرب والوں کا یہ مسئلہ تھا کہ

ان کے لیے سوائے نقش کے اور کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ ان میں سے جس نے بھی مشرق کا سفر کیا اور نعل شریف کو دیکھا جیسا کہ ابن رشید وغیرہ تو اس نے اس کی مثال بنالی۔ اہل مغرب کا معاملہ اغلب ہے۔ ورنہ اہل مشرق نے بھی اس کی مثالیں بنوائیں اور بہت سے مشرقی علماء اس نعل نبویہ سے (جو کہ بنی ابن الحدید کے پاس اور جامعہ اشرفیہ شام میں تھیں) سے تبرک حاصل کرتے۔

ابوالحسین عبدالرحمٰن المعروف بابن ابی الحدید کا تعارف

تاریخ دمشق میں ابوالحسن بن ابی الحدید کے حالات میں نسب یوں لکھا ہے:

ابوالحسین عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن القاسم بن الحسن بن عبداللہ بن ابی الحسن احمد بن ابی العقل عبدالواحد بن ابی بکر محمد بن احمد بن عثمان بن الولید بن الحکیم بن سلیمان المروف ابن ابی الحدید السلمی الخطیب اور اس نے ان کا یہ نسب ابوالقاسم الدمشقی جو کہ اہل دمشق میں سے حافظ الحدیث اور امام ہیں کی معجم میں پڑھا ہے۔ ابن ابی الحدید کے صالح شیخ، اعلیٰ کردار کے مالک محدثین وخطباء کے خاندان سے ہیں۔ ان کے جداعلیٰ ابوالحسن ابن ابی الحدید مشہور محدث تھے۔ ان سے ہمارے مشائخ نے حدیث لی ہے۔ اور اس ابوالحسین نے اپنے دادا ابوعبداللہ الحسن سے حدیث پڑھی اور ان سے کئی ایک اجزاء کی سماعت کی اور دارالملیحہ میں داخل ہو کر ان سے پڑھا، بیان کرتے ہیں کہ

میں نے ان کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارکہ کو دیکھا اور ان کی ولادت--- جمادی الاول ۴۶۴ھ میں دمشق میں اور ان کی وفات ہفتہ کی صبح جمادی الاخرای ۵۴۶ھ کو ہوئی اور باب الصغیر کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ خاتمۃ الکتاب میں ان شاء اللہ اس کا مزید بیان آئے گا۔

نقش پاک کے منکرین

اور بعض عقل کے اندھے نقش نعلین کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک طرف تم تصاویر سے منع کرتے ہو اور دوسری طرف نعلین کی تصویر بناتے ہو؟ تو ہم اس شخص کے لیے جس نے یہ نازیبا کلام کیا ہے کہتے ہیں کہ جن امور کا تمہیں علم نہیں اس کے بارے میں کیوں گفتگو کرتے ہو کیونکہ یہ نقش مبارک ان تصاویر کے ضمن میں نہیں آتا جن کو حرام کیا گیا ہے۔ اور مجھے اطلاع دینے والے نے کہا معترض اہل انصاف میں سے نہیں ہے بلکہ وہ ایسے بدبختوں میں سے ہے جن کے دل پر اللہ نے حق کا انکار مسلط کر دیا ہے۔ پس ایسے شخص کے لیے یہی سزا کافی ہے ہم اللہ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اس امر سے کہ کسی سے انصاف کی توفیق چھن جائے اور اس معترض کے پاس (جس نے ساری زندگی لوگوں پر طعن کیا ہے) حافظ عراقی کے اس قول کا کیا جواب ہے جو انہوں نے الفیہ سیرۃ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین کا طول و عرض بیان کرتے ہوئے کہا ہے :

وهذه تمثال تلك النعل   ودورها اکرم بها من نعل

(یہ اس مقدس نعل کا نقش ہے جس کی ساخت ہر نعل سے نہایت ہی خوبصورت ہے)

اور اس کے بعد انہوں نے نعل شریف کا نقش بنایا۔ اس شعر کے بعد معترض کو چاہیے کہ اپنا منہ بند رکھے کیونکہ یہ ایسی گفتگو ہے جس پر کفر کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اور اسے بھی توبہ کی توفیق دیوے۔

س: یہ جو کچھ تم نے کہا اگر صحیح ہے تو پھر صاحب مواہب اللدنیہ نے یہ نقش کیوں نہیں بنایا اور ان کی اہل علم میں بہت بڑی قدر و منزلت ہے؟

ج: صاحب مواہب اللدنیہ نے نعل شریف کا نقش اس لیے ترک نہیں کیا کہ اس کو وہ جائز نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہوں نے نقش صرف اس لیے نہیں بنایا کہ اس کا کامل طور پر بنانا ایک مشکل کام ہے۔ اس پر انہوں نے تصریح بھی فرمادی ہے۔ لہٰذا ان کے کلام کا مطالعہ کرنا ضروری ہے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے--- اور اگر انہوں نے مثال نہیں بنائی تو کوئی بات نہیں۔ علماء کی ایک بڑی جماعت نے یہ مثال بنائی اور اس کے خواص ذکر کیے اور مجرب شدہ منافع بیان فرمائے ہیں اور یہ بڑے بڑے ائمہ اور اکابر علماء ہیں۔

نعل کا نقش بنانے والے علماء محدثین

اور ان علماء میں سے جنہوں نے اس مثال کی حکایت کی علامہ ابن الحاج اور ابن عساکر ہیں۔ ان دونوں نے مثال بنائی اور کسی دوسرے عالم نے ان پر انکار نہیں کیا اور میں نے ابن عساکر کی اس کتاب کا نسخہ دیکھا جس میں نعل شریف کی مثال بنی ہوئی تھی اور اس پر امام سخاوی اور دیگر بہت سارے علماء کی تحریر--- جنہوں نے اسے روایت کیا ہے، ان میں سے نویں صدی کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور راوی نے ذکر کیا کہ اس نے کتاب مذکور پڑھی ہے اس میں نعل شریف کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی مشکور کو قبول فرمائے اور اسی طرح میں نے امام سراج الدین البلقینی کی تالیف انہی کے خط میں لکھی ہوئی دیکھی۔ اس میں نعلین کی مثال بنی ہوئی تھی۔ اگر ہم مثال بنانے والے علماء کا نام لیں تو مقالہ بہت طویل ہو جائے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اگر امام قسطلانی پر اس کی مثال بنانی مشکل تھی جبکہ وہ مستند امام ہیں تو تمہارے لیے یہ مثال کیسے آسان ہوگئی حالانکہ تم امام قسطلانی کے علم کے سمندر کے سامنے قطرہ کی طرح ہو اور وہ تمہارے استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ ہیں اور تمام شیوخ ان کی مواہب کے عیال و محتاج ہیں تو میں کہوں گا کہ میرے بارے میں جو چاہو کہو میں امام قسطلانی کے مقابلہ میں واقعتہً ایک قطرہ بھی نہیں ہوں۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا البتہ جن علماء کو میں نے بطور دلیل پیش کیا ہے ان کا مقابلہ علامہ قسطلانی

سے کرو۔ ان میں سے ہر ایک علم کا پہاڑ ہے مثلاً ابن عساکر' ابن الحاج' ابن المرجل' امام عراقی' حافظ زین الدین' سراج الدین بلقینی' امام سخاوی' حافظ سیوطی وغیر ہم --- جن کی تعریف کرنے سے الفاظ عاجز ہیں۔ عنقریب اسی باب میں ہم ان کی عبارات ذکر کریں گے۔ کسی شخص کو یہ جرأت نہیں کہ ان کا تعاقب یا رد کرے۔ اس عبد ضعیف نے بھی انہی سے نقل کیا--- تو کس کو جرات ہے جو ان کے اقوال کو ٹھکرائے یا ان کے غلط ہونے کا دعویٰ کرے اور علامہ قسطلانی نے بھی تو انہی علماء سے استفادہ کیا ہے تو اے معترض ذرا غور و فکر کر' انصاف کا لباس زیب تن کر اور اس حق کے میدان جنگ میں آگے بڑھ تاکہ تجھ پر ملامت نہ کی جائے۔ ورنہ اس میدان سے نکل جا۔ اور اپنے گھر میں بیٹھ جا۔ تیرے جیسے لوگوں کے لیے کسی رہنما کی اشد ضرورت ہے۔

خلق اللہ للحروب رجالاً' ورجالاً لقصعة وثرید

استغفر اللہ و اعوذبہٗ من کل شیطان مرید

(اللہ نے جنگوں کے لیے آدمی پیدا کیے ہیں اور کھانے پینے کے لیے بھی میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں اس کے ساتھ ہر راندے ہوئے شیطان سے)۔

اب میں سائل بن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقصود شروع کر رہا ہوں۔ وہ اسے قبول فرمالے۔ یہاں میں نعلین پاک کے دو ایسے نقشے پیش کرتا ہوں جن پر کامل اعتماد ہے۔ پھر چار کا ذکر کروں گا۔

اعد ذكر نعمان لنا ان ذكره
هو الطيب ماكر رته تضوع

(ہمارے لیے نعمان کا ذکر بار بار کرو کیونکہ وہ
کستوری ہے اور اس کے تکرار سے خوب مہک
دیتی ہے۔

ایا ساکنی اکناف دجلة کلکم
الی القلب من اجل الحبیب حبیب

(اے دجلہ کے کناروں پر رہنے والو تم سب کے سب دل کے
محبوب ہو کیونکہ محبوب کے واسطے سے ہر چیز محبوب ہوتی ہے)

اور یہ بات بڑی واضح ہے کہ یہ مثال مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مضاف ہے اور اسی لیے اس کی شان و قدر بلند ہوئی اور یہ چاند پر سبقت لے گئی اور ہم نبوت و رسالت کے اعلیٰ قدم کے اس زیور سے کچھ بیان کرتے ہیں۔

یا من یذکرنی حدیث احبتی طاب الزمان بذکرهم ویطیب
اعد الحدیث علی من جنباته. ان الحدیث عن الحبیب حبیب

(اے میرے اس محبوب کی بات کا ذکر کرنے والے کہ زمانہ ان کے ذکر سے مبارک اور پاکیزہ ہے اور اس کا ذکر بار بار کر کیونکہ محبوب کی بات محبوب ہوتی ہے)۔

مجھے میرے چچا امام (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو سیراب فرمائے) نے اس مقام کے مناسب یہ حکایت بیان کی کہ تلمسان کے حاکم نے شیخ ولی ربانی سیدی ابراہیم القاری سے کہا کہ کچھ اشعار عطا کیجئے جو بیت القرآن پر لکھے جائیں تو انھوں نے ایک قصیدہ لکھا اس میں سے مجھے دو اشعار یاد رہے:

(یہ سعادت ہے' بہت سے مقام بلند ہیں۔ سعادت کے ساتھ لڑ ورنہ جہاد چھوڑ دے۔ میرے نام کی نسبت مصحف کی طرف کی گئی ہے۔ بلند کا منسوب بھی بلند ہو جاتا ہے)

مجھے کسی اندلسی شاعر کے یہ اشعار یاد آرہے ہیں:

ماكل من كانت على راسهٗ عمامة يحظى بسمت الوقار

ماقيمة المرء باثوابهٗ السرفى السكان لافى الديار

(ہر وہ چیز جو بندے کو وقار عطا کرے وہ عمامہ کہلاتی ہے اور آدمی کی قیمت کپڑوں کی وجہ سے نہیں۔ عزت باشندوں کی ہوتی ہے نہ کہ علاقے کی)۔

یہ نقش نعلین استعمال فرمانے -- والی اس ذات اقدس کے قدم شریف تک پہنچانے والے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اعلیٰ اکمل اوصاف عطا فرمائے ہیں۔

وما حب النعال امال قلبى

ولٰكن حب من لبس النعا لا

(میرا دل نعل کی محبت میں گرفتار نہیں البتہ اس کے پہننے والے کی محبت کا نتیجہ ہے)

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے نعلین کو کرامت ملی اور آپ کے اچھے افعال کے سبب اس کو طہارت ملی۔ نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نعلین کو شرف ملا اور اس سلسلہ میں میں نے وہی راستہ اختیار کیا ہے جو اختیار کرنا چاہیے تھا اور میں اس مثال کے محاسن حکایت کرتا ہوں جیسے کہ مجھ سے پہلے محدثین نے کیے اور زبان حال سے مثال مبارک کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں۔

(تیری اصل کو بدر الدجی نے پہنا ہے۔ اس لیے تیرا
مقام کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ پہننے والے اور حکایت
کرنے والے کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے)۔

کیا اتنا کچھ کم ہے کہ اس کے ذریعے اس ذاتِ اقدس کی یاد آتی ہے جس کے مرتبہ اور شرف کی کوئی حد و طرف نہیں وہ اولاد آدم کے سردار' اگلوں اور پچھلوں سب سے بہتر ہیں۔ ہمارے دلوں کے سکوں کے لیے یہی کافی و وافی ہے اس کے خواص' اس کے منافع روشن اور اس کی فضیلتیں واضح اور اس کا آنکھوں پر رکھنا متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے شیخ علامہ ابو حفص عمر الفاکھانی الاسکندری المالکی پر جب انہوں نے اس مثال کو دیکھا تو اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور کہا:

ولو قیل للمجنون لیلٰی و وصلھاترید ام الدنیا و فی زوایاھا

لقال غبار من تراب نعالھا' احب الی نفسی واشفی لبلواھا

(مجنوں سے یہ پوچھا جائے کہ تجھے لیلیٰ کا وصل چاہیے یا دنیا و

مافیہا چاہیے تو وہ کہے گا کہ مجھے اس کے جوتوں کی گرد کافی ہے۔

مجھے میری ذات سے بھی زیادہ عزیز اور میرے غموں کا ازالہ ہے)۔

نقش نعلین کی پہلی تصویر

نقش کی یہ صورت ابن العربی، ابن عساکر، ابن المرزوق، فارقی، امام بلقینی، حافظ سیوطی، امام سخاوی، امام نتاوی، ابن فہد اور ان کے علاوہ دیگر محدثین کے نزدیک معتمد ہے۔ نقش نعلین کو شیخ ابو الفضل بن ابراء التونسی سے روایت کیا انہوں نے اپنے شیخ ابن الحیہ انہوں نے فقیہ ابن زید عبدالرحمٰن بن العربی انہوں نے اپنے والد--- حافظ القاضی ابوبکر ابن العربی الاشبیلی الاندلسی المغافری جو کہ فاس شہر میں مدفون ہیں اور قاضی شیخ عیاض اور دیگر محدثین نے کہا کہ حافظ ابو القاسم مکی بن عبدالسلام بن الحسن بن الرمیلی نے ان الفاظ سے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے بیان فرمایا ابوبکر ذکریا عبدالرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری حافظ انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسین فارسی نے کہا کہ یہ نعل اس نعل کے مطابق بنائی گئی ہے جو محمد بن جعفر التیمی کے پاس تھی اور انہوں نے ذکر کیا کہ اس نعل کو میں نے اس نعل کے مطابق بنایا جو کہ ابو سعید عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ کے پاس مکہ میں تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو محمد ابراہیم بن سہیل الشبیبی نے کہا کہ ہم سے بیان فرمایا ابو یحییٰ بن ابو مرۃ ان سے ابن ابی اویس

بن مالک بن ابی عامر الاصبحی نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی مثل نعل اسماعیل بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ المخزومی کے پاس ہے۔ اسماعیل بن ابی اویس نے کہا کہ میرے والد نے موچی سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی طرح نعل بناؤ تو اس نے بنائی۔ اس کے دونوں نقطوں کی جگہ دو زمام تھے۔

نعل مبارک اسماعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے پہنچی؟

یہ نعل مبارک اسماعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے آئی تو ہمیں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ یہ نعل حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں۔ پھر آپ کی بہن حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق کے پاس پہنچی۔ اس وقت حضرت ام کلثوم حضرت طلحہ بن عبداللہ کے عقد میں تھیں جب وہ جنگ جمل میں شہید ہوگئے تو حضرت ام کلثوم کے ساتھ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ المخزومی نے نکاح کرلیا۔ اور یہ اس اسماعیل بن ابراہیم کے دادا ہیں جس کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک ہے۔ پس اس طریقے سے ان کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک پہنچی ہے۔

حضرت ام کلثوم کا عقد عبداللہ سے ہوا

میں نے ابن فہد کی یہ تحریر دیکھی ہے کہ حضرت طلحہ کے بعد جس نے حضرت ام کلثوم سے شادی کی وہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے لیکن

ابن عساکر کا وہ نسخہ جس کو علامہ سیوطی نے پڑھا اور اس پر علامہ سخاوی اور دیمی وغیرہ کی تحریر ہے کہ حضرت ام کلثوم کے ساتھ شادی عبدالرحمٰن کی ہوئی تھی نہ کہ ان کے بیٹے عبداللہ کی۔ اور کافی مدت کے بعد میں نے امام سراج الدین بلقینی کی یہ تحریر دیکھی جس میں تھا کہ طلحہ کے بعد ام کلثوم سے نکاح عبداللہ نے ہی کیا تھا۔ تو اس سے ابن فہد کی بات ترجیح پا گئی۔ اور اس کے بعد میں نے کئی نسخے ابن عساکر کی لائبریری کے دیکھے جو کہ تصحیح شدہ تھے۔ ان میں یہی تھا کہ ان کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور اس کے علاوہ جس نے کہا اس سے سہو ہوا۔ (واللہ اعلم)

نقش نعلین کی سند

امام ابن عساکر نے اپنی تالیف میں اس کی یہ سند بیان کی۔ مجھ سے امام حافظ صالح ابو اسحاق ابراہیم بن الحاج المغربی اندلسی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا' ان سے ابراہیم بن محمد بن ابراہیم المری نے ان سے ابوالقاسم قاسم بن محمد نے اور کہا کہ میں نے ان سے پڑھا اور میں نے یہ مثال جو کہ میرے پاس ہے اسی کے مطابق بنائی ہے جو ان کے پاس تھی اور ان سے ہمیں پہنچی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالقاسم خلف بن بشکوال اور کہا کہ ہم نے یہ مثال اس مثال کے مطابق بنائی جو کہ ان کے پاس تھی۔ اور ان سے ہمیں عطا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں امام ابوبکر العربی نے کہا کہ ہم نے یہ مثال اس کے مطابق بنائی جو کہ ان کے پاس تھی۔ انہوں نے کہا

کہ ہم سے ابوالقاسم علی بن عبدالسلام بن الحسن الرمیلی نے بیان کیا کہ میں نے یہ مثال اس مثال کے مطابق بنائی جو کہ ان کے پاس تھی۔ اور بیان کیا شیخ ابوذکریا عبدالرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری حافظ نے پھر ہم نے یہ مثال بنائی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسین الفارسی نے کہا تو ہم نے یہ نعلین اس نعلین کے مطابق بنائی جو کہ محمد بن جعفر التیمی کے پاس تھی۔ اور انہوں نے ذکر کیا کہ یہ مثال اس نعل کے مطابق ہے جو کہ ابوسعید عبدالرحمٰن بن محمد ابن عبداللہ (جو کہ مکہ میں مقیم تھے) کے پاس تھی انہوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو ابو محمد ابراہیم بن سہیل نے ان سے ابو یحیٰی بن ابو مرۃ نے انہوں نے ابن ابی اویس بن مالک بن ابی عامر اصبحی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ یہ نعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نعل کے مطابق ہے جو اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ کے پاس تھی اسماعیل بن ابی اویس نے کہا کہ میرے والد نے موچی کو حکم فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل کی طرح نعل بنائے۔ اس میں دو نقطوں کی جگہ دو زمام تھے۔ پھر علامہ ابن عساکر نے بیان فرمایا کہ یہ نعل مبارک اسماعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے پہنچی؟ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

دوسری سند

حافظ ابن عساکر نے ابو اسحاق بن الحاج اندلسی کے حوالے سے بیان کیا شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم السلمی نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ السبتی وغیرہ نے انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن التجیبی سے میں نے اس کی فرع نقل کی اور اس کو تجیبی کی مثال کے ساتھ ملایا اور اس سے مثال بنائی انہوں نے کہا کہ حافظ ابو طاہر احمد بن محمد نے دمشق میں دکھائی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مثال مجھے ابو محمد عبدالعزیز بن احمد نے دکھائی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مثال ابو طالب عبداللہ بن الحسن بن احمد العنبری نے عطا فرمائی اور بیان فرمایا کہ ابو بکر محمد بن عدی بن علی بن زحر المنقری نے اس مثال کا اخراج فرمایا اور بیان کیا کہ ابو عثمان سعید بن الحسن التستری نے اس مثال کا اخراج فرمایا اور ذکر کیا کہ یہ مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین شریفین کی مثال (نقش) ہے۔ اور محمد بن احمد انفراری نے اس کا اخراج اصبھان میں کیا اور اس کو روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس کو محمد بن عدی المنقری نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی سعید بن حسن تستری نے تستر میں ہمیں خبر دی احمد بن محمد انفراری انہوں نے کہا کہ ابو اسحاق ابراہیم بن الحسین نے کہا انہوں نے ابو عبداللہ اسماعیل بن ابی اویس عبداللہ بن عبداللہ بن ابی اویس بن مالک بن ابو عامر اصبحی القریشی التیمی مالک کے بھانجے ابن انس نے کہا کہ یہ نعل نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی طرح ہے اور میں نے یہ اس نعل کے مطابق بنائی ہے جو کہ اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن ابی ربیعہ المخزومی کے پاس ہے۔ اسماعیل نے کہا کہ میرے والد ابواویس نے موچی کو حکم فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین کی طرح نعلین تیار کرو تو وہ تیار کردی گئی اور اس کے دو زمام تھے۔

تیسری سند

ابن البراء نے ابن العربی تک سند سابق کے ساتھ بیان کیا۔ ابن العربی نے کہا کہ ہمیں ابوالمطہر نے خبر دی ان کو حافظ ابونعیم نے ان کو ابن ابی جلدۃ نے ان کو حارث بن ابی اسامہ نے ان کو ابن عون نے بتایا:

اتیت حذا بالمدینة فقلت احذ نعلی فقال لی ان شئت حذ وتها هکذا و ان شئت حذ وتها کما رأیت نعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم

میں مدینہ طیبہ موچی کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے جوتا بنا دو وہ کہنے لگا اگر آپ چاہیں تو میں اس طرح کا جوتا بنا دیتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو میں اس طرح کا جوتا بنا دیتا ہوں جس طرح کا

فقلت و اين رأيت نعل رسول الله صلى اللّٰه عليه وآله وسلم فقال رأيتها في بيت فاطمة بنت عبداللّٰه بن العباس فقلت احذهما كما رأيت نعل النبی صلى الله عليه وآله وسلم قال فحذاها قبالان قال فقدمت وقد اتخذها محمد ابن سيرين۔

میں نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھا ہے۔ میں نے کہا تو نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوتا کہاں دیکھا ہے۔ کہنے لگا میں نے حضرت فاطمہ بنت عبداللہ بن عباس کے گھر اس کی زیارت کی ہے۔ میں نے کہا تو نے جس طرح دیکھا اسی طرح کا میرا جوتا بنا دے تو جب بنایا تو اس کے دو زمام تھے میں جب واپس آیا تو مجھ سے یہ جوتا امام محمد ابن سیرین نے لے لیا۔

چوتھی سند

ابن البراء نے ایسے ہی کہا کہ ابن العربی نے ہم کو خبر دی ابوالقاسم مکی بن عبدالسلام نے مسجد اقصیٰ میں ان کو ابو ذکریا بخاری نے انہیں محمد بن الحسین فارسی سے انہوں نے محمد بن جعفر تمیمی سے انہوں نے ابوسعید عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے روایت کی ان سے بیان کیا ابو محمد ابراہیم بن سھل

السبتی نے ان سے بیان کیا ابو یحییٰ ابن ابی مسرۃ انہوں نے ابن ابی اویس اسماعیل بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے مالک بن انس سے انہوں نے اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ مخزومی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل پاک کی مقدار (مثال) روایت کی اور اس کی صفت اور شکل و صورت بیان کی جو کہ ان کو اپنے جد عبدالرحمٰن سے پہنچی تھی اور عبدالرحمٰن کو حضرت ام کلثوم سے پہنچی تھی۔ جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور حضرت طلحہ کے بعد عبدالرحمٰن نے ام کلثوم سے شادی کی تھی۔ ابن عربی نے کہا کہ یہ حدیث غرائب مالک میں سے ہے اور سوائے اس واسطہ کے کسی اور سند سے مروی نہیں ہے۔ اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ام کلثوم سے عبدالرحمٰن نے نہیں بلکہ ان کے بیٹے عبداللہ نے شادی کی تھی اور مذکورہ بالا روایت میں عبداللہ کی بجائے عبدالرحمٰن کا نام آیا۔ شاید یہ سہو ہے جیسا کہ پیچھے گزرا۔ چونکہ اس نقش پر کثیر اور اکابر ائمہ نے اعتماد کیا ہے اسی لیے میں نے اسے دوسروں پر مقدم کیا۔ ان ائمہ کے مشاہدہ و منادلہ کی وجہ سے اس کے طول و عرض کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔ کیونکہ انہوں نے اس نقش کو باقاعدہ اجازت سے حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ثقہ علماء کے نزدیک اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ کیونکہ ہر طبقہ میں ایک امین نے دوسرے امین سے لیا اور تمام کا اصل نعل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے اور یہ عادل کی عادل سے روایت سے ثابت ہوا ہے۔

س: اگر کہا جائے کہ جب اس کو مشاہدہ سے نہ لیا گیا ہو اس میں اختلاف واقع ہو گا کیونکہ طول و عرض میں کوئی تعین نہ ہو گا تو پھر تم نے اس صفت (صورت) کے لیے جزم کرلیا کہ یہ ان اسانید میں بیان کردہ صورت کے مطابق ہے۔ حالانکہ اس سے کوئی مانع نہیں کہ یہ صورت (اصل) کے خلاف ہو اور ناقل غیر معتمد نے یا نقش بنانے والے کی عدم مہارت کی وجہ سے تبدیلی ہو گئی ہو۔

ج: ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کو بن دیکھے بنایا گیا بلکہ یہ مشاہدہ اور منادلہ کے ذریعے سے ماخوذ ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات پر گزرا کیونکہ ہمارا اعتماد اس میں ثقہ اور ثبت لوگوں پر ہے۔ کیونکہ ہم نے اس مثال مبارک کی اس صورت کو ثقہ لوگوں کی تحریر سے مشاہدہ کیا ہے کہ جن لوگوں کی روایت ہمارے نزدیک معتبر طریقہ سے ثابت ہوئی ہے۔

پس ہم نے یہ مثال اس مثال کے مطابق بنائی ہے جو کہ ان ثقہ ائمہ دین کے ہاتھوں سے بنی ہوئی تھی پھر انہوں نے اپنے تلامذہ اور خلفاء کو اس کی نقل کی اجازت دی۔ جب معاملہ اتنا پختہ ہے تو اب اس میں احتمال کہاں؟

ہمیں الحمدللہ متعدد اکابر علماء سے اسی طریقہ معروفہ کے ساتھ پہنچی اور ان میں سے حافظ الدیمی اور امام سخاوی بھی ہیں۔ کیونکہ ہم نے ان

دونوں کی تحریر ابن عساکر کی مثال والے نسخہ میں دیکھی ہے۔ یہ نسخہ اس جزء معتمدہ میں ہے جس کی قرأت بہت سارے اکابر علماء نے کی۔ ہم اسے اپنے مقصود کے اتمام اور معترض کے کامل رد کے لیے نقل کر دیتے ہیں۔

ابن عساکر کے تصویر والے نسخہ کی سند

میں نے امام سخاوی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی وہ تحریر دیکھی ہے جو انہوں نے ابن عساکر پر اس مثال کے بارے میں لکھی۔ اس کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی کہتا ہے کہ مجھے خبر دی علماء کی ایک جماعت نے ان میں سے ابو عباس احمد بن شرف الازہری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جمال ابو معال عبداللہ بن عمر بن علی الحلاوی الازھری نے خبر دی اور اس عبارت کے بعد کاتب کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے کہ الحاوی نے اپنے شیخ بدر الفارقی سے اور انہوں نے ابوالیمن ابن عساکر سے حاصل کی اور خود میری (مصنف) سند فارقی تک متصل ہے جیسا کہ پہلے باب میں خطیب مرزوق ازوری کے واسطہ سے بیان ہو چکی جیسا کہ ان کے سفر نامہ جزو المثال فارقی سے مولف ابن عساکر تک ہے۔

امام سخاوی تک مؤلف کی سند

مجھے خبر دی شیخ المقری نے انہوں نے مفتی ابو حسین علی ابن ہارون سے انہوں نے امام شہیر ابو عبداللہ محمد بن غازی سے انہوں نے حافظ سخاوی سے اجازت لی روایت کی اور میں نے اس تالیف کے آخر میں جس پر ان دونوں جلیل القدر بزرگوں حافظ سخاوی اور امام دیمی کے دستخط ہیں۔ بخط ناسخ خط دیکھا کہ یہ لکھا ہوا تھا کہ اللہ کی حمد--- اس کی توفیق و مدد اور حسن توفیق سے یہ تالیف (اپنے لیے اور ہر اس شخص کے لیے جسے اللہ چاہے) مکمل ہوئی اس بندہ ضعیف فتح اللہ بن عبدالرحیم بن ابوبکر بن احمد بن حسن المنفلوطی المعروف بابن القرجوطی الحنفی کہ اللہ اپنے لطف وکرم سے اس کو نوازے اور اس کے گناہ معاف فرمائے اور اس کے عیب دنیا و آخرت میں چھپائے اور اس کے والدین اور تمام مسلمان جو کہ اللہ کی حمد میں مشغول ہیں اور اس کے پیارے محبوب پر صلوٰۃ وسلام میں مصروف ہوتے ہیں' اس نسخہ کو جمعرات کے آخری حصہ رجب کے مبارک مہینہ آٹھ سو اکانوے ۸۹۱ھ میں مکمل کیا اور اس کے بعد حافظ سخاوی کی یہ تحریر ہے۔ الحمد اللہ علی نوالہ کہ مصنف اور کاتب شیخ فاضل الجد المفید زین الدین ابوالفتح فتح اللہ نے مجھ سے پڑھا اس میری سند کے ساتھ اس کو اللہ تعالیٰ نفع عطا فرمائے اسی سند کے شروع میں ہے۔ پس اس کو سنا الشیخ الفاضل البارع الاوحد مفید الطالبین برکتہ المستفیدین۔ صلاح الدین محمد بن سیدنا حبیبنا العالم شیخ المحد ثین

مفتی المسلمین برکتہ الطالبین الفخری ابو عمرو عثمان الدیمی شافعی نے اور شیخ مفتی محی الدین عبدالقادر القرشی نے اور یہ ہفتہ کے دن چھ رجب میرے گھر کا واقعہ ہے اور میں نے اپنی تمام مرویات مؤلفات کی روایت کی ان کو اجازت دیتا ہوں---- الراقم محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی۔ (اس کا خاتمہ بالخیر ہو اور درود ہو ہمارے آقا حضرت محمدؐ پر اور بہت بہت سلام ہو)۔ اور اس کتاب کے مصنف نے اس کے بعد یہ عبارت لکھی :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔ (امابعد) بندہ ضعیف فتح اللہ بن عبدالرحیم بن ابی بکر بن احمد بن حسن المنفلوطی المعروف بابن القرجوطی حنفی (اللہ اس پر اپنا لطف وکرم عام فرمائے اور اس کے گناہ معاف فرمائے اور دنیائے آخرت میں اس کے اور تمام مسلمانوں کے عیب چھپائے۔ آمین!) نے امام مولانا شیخ عالم عامل علامہ فہامہ حافظ العصر ابو عمرو عثمان الدیمی شافعی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کے ان نقوش کی اجازت لی جنہیں امام الدین ابو الیمن عبدالصمد بن ابوالحسن عبدالوہاب بن حسن بن عساکر نے جمع فرمایا۔

ایک اور سند

ہم کو خبر دی مشائخ کی ایک جماعت نے ان میں سے شیخ السند الرئیس شہاب الدین ابو عباس احمد بن یعقوب الاطفیحی انہوں نے کہا کہ

ہم کو خبر دی شیخ زاہد ابوالمعالی عبداللہ بن عمر بن علی المسعودی نے ان کو خبر دی البدر ابو عبداللہ محمد بن شمس الدین احمد بن خالد بن محمد بن ابی بکر الفارقی نے اس کے مؤلف ابوالیمن ابن عساکر سے کہ میں نے اس کی ان پر قرأت کی اور انہوں نے مجھے تمام کتاب کی اجازت دی اور ہر اس شی کی جس کی ان کو اجازت تھی۔ اس کی قرأت ایک مرتبہ الشیخ الفاضل البارع الاوحد مفید الطالبین برکتہ المستفدین صلاح الدین محمد بن سیدنا شیخ الامام العالم العامل العلامہ شیخ المحدثین مفتی المسلمین برکتہ الطالبین الفخری ابی عمرو عثمان الدیمی الشافعی (اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں اضافہ فرمائے اور ان کی برکات سے مسلمانوں کو نفع فرمائے دنیا و آخرت میں) اور ایک مرتبہ ان کے والد سے اس کی قرأت کی (یعنی عثمان الدیمی پر) اور ایک مرتبہ شیخ امام عالم عامل علامہ مفید الطالبین بقیۃ المحدثین شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی پر قرأت کی کہ (اللہ تعالیٰ ان کا سایہ دراز کرے اور ان کی ذات کی برکات سے مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں متمتع فرمائے۔ (آمین) اور اس کو میں نے سنایا شیخ الاول شیخ نور الدین علی بن ناصر الدمیاطی کو اور شیخ شمس الدین محمد بن عینی الشویری شیخ محمد بن احمد بن الطنبغا حنفی مظفری، شیخ جمال الدین بحیری المدنی اور ان کے دونوں بیٹے جمیل اور محمد، شیخ نورالدین بن عبدالخالق الثنائی، شیخ ابوبکر علی بن محمد الانباری، شیخ فیاض بن احمد بن علی بن محمد الانباری اور شیخ احمد بن صلاح الدین الشبلی اور شیخ محمد بن عمر بن محمد البلالی، شیخ فیاض بن احمد السملاوی، شیخ ابراہیم بن ابراہیم بحیری اسقطی المالکی

اور شیخ مذکور نے مجھے اس کی اجازت عطا فرمائی۔ اور تمام حاضرین مذکورین کو اجازت فرمائی کہ یہ تمام ان سے یہ پوری کتاب روایت کر سکتے ہیں اور ہر وہ چیز جس کی ان کو اجازت تھی اس کی بھی اجازت فرمائی اور یہ روایت ان سے لفظی طور پر کئی مرتبہ میرے سوال کرنے کے بعد عطا ہوئی۔ اور پہلی قرأت جس کو سب حاضرین کی جماعت نے سنا وہ جامع ازہر میں جمعہ کے دن نماز مغرب وعشاء کے درمیان رجب کے مبارک مہینہ میں آٹھ سواکانوے ہجری میں وقوع پذیر ہوئی اور دوسری قرأت جمہ کے دن آٹھ ذی القعد اس سال کو واقع ہوئی اور اب ہم حافظ الدیمی کی تحریر کا ذکر کرتے ہیں :

الحمد لله رب العالمين اللهم صلى على سيدنا محمد وآله و صحبه وسلم و التابعين لهم با حسان الى يوم الدين صحيح ذلك نفعهم الله بالعلم و نفع بهم۔

الراقم عثمان بن محمد الدیمی الشافعی عفی اللہ تعالیٰ عنهما اور صاحب اجازت کاتب الاصل کے ہاتھ سے کتاب کے پہلے صفحہ کے اوپر یہ تحریر ہے۔

الحمد اللہ رب العالمین۔ اصل کتاب پر یہ منقول پایا :

میں نے اس تمام جز (یعنی نقش نعلین) کو سندہ صلیہ ہاجر دختر اشرف محمد بن محمد بن ابی بکر المقدسی سے ان کی سند کے ساتھ پڑھا۔ پس اس کو سنا میری اولاد محمد محبّ الدین ابوالبرکات اور فاطمہ ام الحسن اور زینب

ام کلثوم لیلیٰ، مریم، ام ہانی سلمی (اور یہ حاضر تھیں پہلی قرأت میں) اور ان کی والدہ خدیجہ بنت ناصر الدین الزفتاوی اور اس کی ماں کی طرف سے دونوں بہنیں آمنہ اور عائشہ اور ان کے بیٹے محمد برکات بن احمد الزفتاوی۔ یہ مکمل طور پر حاضر تھے اور میرے والد کی زوجہ حنیفہ بنت احمد الحمصانی، ایک خاتون جوہرہ حبشیہ اور میرے بھائی کی زوجہ خدیجہ بنت محمد رقیق اور اس کی اولاد محمد اور احمد ابوالسعود اور ابولفضل عمر حاضر باش تھے۔ اور فاطمہ بنت احمد صعیدیہ اور اس کی لکھنے والی خاتون جوہرہ اور اس کا نام لقاء المحبوب ہے اور اس نے ان تمام کو یہ اجازت میرے سوال کے بعد دی اور یہ مثال معظم عطا فرمائی اور یہ تحریر ربیع الثانی آٹھ سو تہتر (۸۷۳ھ) کو قاہرہ میں مقام مقسم پر لکھی گئی۔ الراقم عبدالقادر بن عمر بن حسین الزفتاوی وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم وحسبنا اللہ نعم الوکیل اور اس عبارت کے نیچے یہ تحریر ہے: اور اس کی اصل منقول کے ظاہر پر یہ بھی لکھا تھا۔ الحمدللہ میں نے اس تمام جز کو یعنی نقش نعلین کو جو ابوالیمن ابن عساکر کی ہے، دو بہت اعلیٰ وافضل شیوخ کی سند سے سنا ہے ان میں سے پہلی سند امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر حسین السمنتوتی الوفائی۔ جبکہ دوسری ام الفضل عزیزہ بنت محمد بن محمد المقدسی ہمیں اللہ ان دونوں سے سماعت کا لطف عطا فرمائے۔ ان دونوں نے اس کو ابوالعباس احمد بن حسن بن محمد السویداوی اور ام الفضل نے جمال عبداللہ بن عمر بن علی سے سنا اور ان دونوں نے کہا کہ ہم کو بدر فارقی نے خبر دی انہیں ابوالیمن ابن عساکر نے خبر دی۔

انہوں نے اس کی قرأت کا مندرجہ ذیل علما سے ذکر کیا' شیخ العالم جلال الدین عبدالرحمٰن بن علامہ کمال الدین' ابوبکر بن محمد السیوطی' شیخ مجدالدین اسماعیل بن ابراہیم القلعی اور ان کے صاحبزادے ابو النور محمد امین الدین' فاضل محی الدین عبدالقادر بن عمر بن حسین الزفتاوی اور ان کے بیٹے محمد محبّ الدین' امام عبدالعزیز بن عمر بن محمد بن فہدالهاشمی المکی الشافعی اور ان کے لیے انہوں نے اس (مثال) کو لکھا اور ابوالعباس احمد تقی الدین ابن القاضی' محمد محبّ الدین بن احمد الخاق حنبلی قرشی اور یہ دوسری محفل قرأت سماعت مثال میں حاضر تھے۔ اور نافع الذنجی نے بھی تصدیق ثبت فرمائی بروز بدھ ٦ جمادی الاول ۸۷۰ھ قاہرہ میں صالحیہ نجمیہ دیوان حنفیہ میں اور ان دونوں نے ہمیں اس چیز کی اجازت دی جس کی اجازت ان کے مشائخ نے ان کو دی تھی۔ الراقم عبدالعزیز بن عمر بن محمد بن فہد ہاشمی مکی شافعی

وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہٖ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً

ابن عساکر کی اس تالیف منیف کی روایت شیخ عبدالعزیز بن فہد وغیرہ سے ان کے بیٹے شیخ محمد المعروف جاراللہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو جن چار مشائخ نے اس کی خبر دی ان میں سے تین حافظ الحدیث ہیں۔ ایک تو میرے والد شیخ المحدثین ابو فارس عزالدین عبدالعزیز بن عمر بن فہد الهاشمی المکی' دوسرے شیخ السنہ مؤرخ العمدہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبداللہ الرحمٰن السخاوی نزیل الحرمین شریفین اور تیسرے شیخ امام جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی اور

چوتھے شیخ علامہ معمر خاتمۃ المحدثین والمحققین المسندین شیخ المقربین شرف الدین ابوالفضائل عبدالحق بن محمد سنباطی شافعی رحمتہ اللہ علیہ--- پہلے دونوں سے زبانی سنا، تیسرے (علامہ سیوطی) سے لکھا اور چوتھے شیخ علامہ عبدالحق کو سنایا۔ جمعہ کے دن بوقت نماز ۱۴ جمادی الاولیٰ ۹۱۵ھ مسجد حرام کے پاس رواق شامی کے مدرسہ قطیفیہ کے سامنے۔ ان چاروں مذکورہ بالا مشائخ نے فرمایا کہ ہم کو اس کی شیخہ مکرمہ اصیلہ ام الفضل ہاجرہ نے خبر دی اور آگے سند ذکر کی جو کہ اوپر مذکور ہو چکی اور دوسرے مقام پر بیان فرمایا کہ میرے ساتھ شیخ عبدالحق سنباطی سے دیگر کئی حضرات نے اس کی سماعت کی ان میں سے جو شیخ عبدالحق کے دونوں صاحبزادے کمال الدین محمد اور شہاب الدین احمد اور ان کے ساتھ معروف عالم محبّ الدین اور ان کے چچا شیخ شہاب الدین احمد اور ان میں سے شیخ کمال الدین برکات طرفوشی اور محی الدین ابوصالح عبدالقادر بن شیخ عبدالعزیز بن فہد اور بہت سارے دیگر حضرات کو جن کی تعداد بہت طویل ہے۔

الحمدللہ اس طریق سے میری اسناد متصل ہے اور شیخ عبدالعزیز بن فہد کے طریق سے مجھے خبر ملی کہ شیخ علامہ مؤلف قاضی الحاج احمد بن ابی العالیہ مکناسی شہیر بابن القاضی نے شیخ عبدالرحمٰن بن اخی شیخ عبدالعزیز بن فہد کو اس کی اجازت دی اور بہت عالی سند ہے۔ اور میرے لیے یہ سند انہوں نے لکھ کر دی اور وہ ثقہ ہیں لیکن مجھے بعض اہل مکتہ المشرفتہ نے بتایا کہ شیخ عبدالرحمٰن بن فہد نے اس کی روایت اپنے چچا عبدالعزیز سے نہیں کی

بلکہ ان کے بیٹے شیخ جار اللہ سے کی ہے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ سند ایک درجہ نیچے آگئی۔ لیکن مجھے بعض ایسے اشخاص کو جو متہم نہیں ہیں اور اہل مکہ میں سے اکابر کے رتبہ پر ہیں اور جنہوں نے شیخ عبدالرحمٰن مذکور کو دیکھا ہے نے خبر دی کہ شیخ عبدالرحمٰن نے یہ روایت اپنے چچا سے ہی لی ہے۔ اور ان سے آگے بہت سارے لوگوں نے یہ روایت اخذ کی ہے اور اگر یہ صحیح نہ بھی ہو تو باقی سند تو بہر حال اپنے حال پر قائم ہے۔ اور ایسے ہی مجھے ابن القاضی مذکور نے امام حلیمی سے خبر دی۔ انہوں نے شیخ عبدالحق سنباطی سے جیسا کہ اوپر گزرا کہ جس کی ان کو اجازت ہے بشرط صحت معتبرہ اس کی روایت کرنے کی اجازت دی۔

کاغذ پر نقش نعل پر اعتراضات کا تجزیہ

س:- جو کچھ شیوخ مثل ابن العربی وغیرہ سے تم نے پچھلے صفحات پر نقل کیا۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے نعل کا نقش کاغذ یا ورق وغیرہ پر بنایا جیسا کہ تم بناتے ہو۔ عین ممکن ہے کہ انہوں نے نعل مبارک کے مطابق نعل بنائی ہو اور اس سے تمہارا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔

ج: جب نعل کے مطابق نعل بنائی جائے اور پھر اس کو ورق پر اسی ہیئت کے ساتھ منتقل کیا جائے تو یہی ہمارا مدعا ہے۔ ہمارے لیے وہ دلیل کافی ہے جو عنقریب امام عراقی کے کلام سے مثال ثانی کے ضمن میں آرہی ہے جیسا کہ ابن رشید وغیرہ نے کیا ہے اور اس کا بیان خاتمہ میں آئے گا۔

ورق یا چمڑے پر نقشِ نعل

اور پھر چمڑے کے ساتھ اور ورق پر نقش نعل بنانے میں کیا فرق ہے اور بہت سارے نعل ہم نے اوراق پر بنے ہوئے دیکھے ہیں۔ جو اسی طرح نعلین کی حکایت کرتے ہیں جس طرح چمڑے کی بنی ہوئی مثال حکایت کرتی ہے۔ اور انہیں میں سے وہ نقش ہے جس پر علماء امت نے اعتماد کیا ہے جیسا کہ پچھلے صفحات پر اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ہم نے تو ایسی مثالیں بنی ہوئی دیکھی بھی ہیں۔ اور اطلاع، مشاہدہ کی طرح نہیں ہوتی۔ اور اگر آپ کا اعتراض مان لیا جائے تو پھر بھی ہمارے لیے ابن عساکر، ابن مرزوق، سخاوی، سیوطی اور الدیمی وغیرہم کا عمل حجت ہے کہ ان تمام نے ابن عساکر سے نقش کی روایت کی ہے۔ علاوہ ازیں جب ابن عساکر نے ابن العربی وغیرہ کی اسانید کا ذکر کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس کا نقش مسلسل بنتا چلا آرہا ہے اور یہ ہمارے مدعا پر واضح دلیل ہے۔

س: ہم نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ چمڑے اور ورق پر نقش بنانا ایک جیسا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ مطلوب تو یہ ہے کہ ورق پر نعل کا نقش نعل کے مطابق اور برابر ہو جیسا کہ نعل نعل کے مطابق ہوتی ہے۔ لیکن تم ایسا نہیں کرتے بلکہ تم جب ورق پر خطوط اور لکیروں سے بناتے ہو اور یہ نعل مقدس سے جسامت میں بڑا ہوتا ہے کیونکہ جو جگہ خطوط سے خارج ہوتی ہے وہ زائد ہو جاتی ہے۔

ج: ہم کہتے ہیں اس میں ہمارے لیے ابن عساکر اور دیگر بہت سارے محدثین عظام متقدمین اور متاخرین کا عمل کافی ہے اور انہوں نے وہی کیا جو ہم کر رہے ہیں اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نقش کو لفظاً بنایا جائے یا خطاً اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

س: تم ابن عساکر اور دیگر حضرات کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے صرف ایک عکس پر اکتفاء و اعتماد کیا جب کہ تم متعدد مثالیں بناتے ہو اور ساتھ ساتھ ان کی اتباع کا دعویٰ بھی کرتے ہو حالانکہ ان سے عدول غیر محبوب ہے۔

ج: ہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے حافظ الاسلام زین الملت والدین عراقی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو انہوں نے اپنی کتاب "الفیة السیرة" میں نقش بنایا اور اس پر اعتماد کیا حالانکہ اس مثال اور اس مثال کے درمیان کچھ فرق ہے تو ہم نے ان پر اعتماد کیا

کیونکہ وہ فن حدیث کے مسلمہ امام ہیں حتی کہ ان کو آٹھویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے بیان کیا۔

س: آپ صرف ان دو (ابن عساکر اور حافظ عراقی) کے نقوش پر ہی اکتفا کر لیتے آپ نے چھ بنا کر ان اکابر کی مخالفت کیوں کی؟

ج: ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ دو کے بعد جن چار کا ذکر ہے وہ ان دو کو قوت دینے والی نہیں۔ اگرچہ بعض ائمہ سے منقول ہیں اور ہم نے انہیں احتیاطاً ذکر کیا ہے۔ اور ایسی بات نقصان دہ نہیں ہوا کرتی۔

س: اگر بات اسی طرح ہے تو پھر تم نے اس مثال کو کیوں ترک کر دیا جو کہ جامعہ عثمانیہ خاقانیہ مرادیہ لائبریری میں خاص خدام کے پاس ہے؟

ج: اس مثال کے بارے میں کوئی ایسی سند میرے نزدیک ثابت نہیں جس پر اعتماد کیا جاسکے بخلاف ان امثلہ کے کہ ان کی سند ہم جانتے ہیں۔ اگرچہ ان کی قوت میں اختلاف ہے۔ تو اگر اس پر کوئی صحیح سند ہوتی تو میں اسے بھی ذکر کر دیتا۔ اور اگر کسی کے پاس اس کی قابل اعتماد سند ہے تو وہ اسے پیش کرے۔

نقوش میں اختلافات کی وجوہات

اور اگر کوئی کہے کہ ان مثالوں کی نقل اور صور میں اختلاف کیوں ہے تو اس کی میرے نزدیک کئی وجوہ ہیں۔

ا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد نعال تھیں جن کی مثالیں بنائی گئی ہیں :

جیسا کہ پیچھے ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے اس نعل مبارک کے مطابق نعل بنائی جو فاطمہ بنت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس تھی۔

اور ابن العربی کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے والی نعل اس نعل سے ماخوذ ہے جو مخزومی کے پاس تھی۔ اور اصل میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی۔ پھر ان سے ان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچی۔ اس کی تفصیل بیان ہوچکی ہے اور ممکن ہے کہ یہ نعل مبارک اس نعل مبارک کے علاوہ ہو جو حضرت فاطمہ بنت عبداللہ کے پاس تھی اور ابن عساکر کا اپنی مثال سے پہلے دونوں کو اکٹھا ذکر کرنا دونوں کے عدم اختلاف کی نشاندہی کرتا ہے۔

تو اس میں غور و فکر ہونا چاہیے۔

۲۔ جس نعل مبارکہ سے تماثیل بنائی گئی ہیں وہ تو ایک ہی ہے جو کہ جامعہ اشرفیہ دمشق میں ہے لیکن پہلے اس پر کوئی چیز نہ تھی۔ بعد

میں اس پر آبنوس وغیرہ لگا دیا گیا۔ جیسا کہ خاتمہ میں علامہ ابن رشید وغیرہ سے اس کا بیان ہو گا۔ آبنوس وغیرہ چڑھانے کے بعد والی تصویر پہلی کی طرح نہیں ہو سکتی۔ ہم عنقریب خاتمہ میں اس کا مشاہدہ کرنے والوں کے حوالے سے تفصیلاً ذکر کریں گے۔ لیکن یہ احتمال اس مثال کے بارے میں ہے جو ابن العربی کی مثال کے علاوہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ اس نعل مبارک سے بنی ہو۔ لیکن ابن العربی والی وہ مثال جس پر علامہ ابن عساکر اور دیگر کئی محدثین نے اعتماد کیا ہے اس میں یہ احتمال نہیں کیونکہ یہ مثال اشرفیہ میں موجود نہیں اور یہ نہایت واضح ہے۔

۳۔ مختلف تماثیل میں جو صورتاً اختلاف پایا جاتا ہے یہ اختلاف بہت کم اور معمولی ہے اور ایسا بناتے وقت ہو جاتا ہے۔ **واللہ اعلم بحقیقۃ ذٰلك کلہٖ۔**

مقصود بالذات آپ کی ذات اقدس ہے

س: کیا منافع اور اس کے خواص تمام نقوش کے ہیں یا صرف پہلی دو بیان کردہ مثالوں سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں؟

ج: ہم نے ان مذکورہ چھ تصاویر میں سے ہر ایک میں بہت ساری خیر وبرکات کا مشاہدہ کیا اور ان کی برکات کی بہت سارے ثقہ

ائمہ نے خبر دی ہے۔ اور یہ تمام منافع اور برکتیں فقط صاحب
نعل، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب اور وعیلہ سے ہیں کیونکہ
مقصود بالذات آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ علاوہ ازیں ہر اس
شخص کے لیے فضیلت ہے جس نے بھی نقش نعلین کی حکایت کی
ہے اور ہم نے اس سلسلہ میں صرف وہی چیز لکھی ہے جو ہمارے
نزدیک ثابت ہوچکی یا جس کا علم ہمیں معروف علماء سے پہنچا۔
اس سلسلہ میں ہم نے ائمہ اسلاف کی اقتداء کی ہے۔ اور ہم نے
اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہماری نیات اور
سب پوشیدہ و ظاہر کو جانتا ہے۔ اور ہمارا اس سے مقصد سوائے
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے
کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور اس سلسلہ میں ہم نے متفرق اشیاء کو
اس طریقہ سے جمع کردیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے بھی اس
طرح جمع نہیں کیا۔ تو اس توفیق انیق پر اللہ تعالیٰ ہی کی حمدوثناء
ہے کیونکہ مجھ جیسے کم علم کا کام نہیں تھا۔ اسے اکٹھا کرنے پر اپنی
بہت ساری محنت وکوشش صرف کی اور اس موضوع پر اتنا مواد
جمع کیا ہے جو کافی ہے۔ اس فن میں ہم سے پہلے بھی علماء نے
کام کیا ہے۔ مگر ان کی کتب نہ مل سکیں ورنہ ہم ان سے استفادہ
کرتے ماسوائے السبتی اور علامہ ابن عساکر کی تصنیف کے لیکن
وہ چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں اور امام بلقینی کی کتاب جو سب

سے چھوٹی اور مختصر ہے کہ اللہ اپنے پیارے محبوب کے صدقے ان علماء کرام کے قصد جمیل سے نفع مند فرماتے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

دوسری مثال مبارک

یہ مثال (نقش نعل مبارک) حافظ الاسلام خادم لسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب معارف و احوال کاملہ حضرت علامہ مجدد دین شیخ امام زین الدین عبدالرحیم عراقی اثری شافعی (بہت ساری مفید کتب کے مصنف) کی معتمد مثال ہے۔ اور ہماری سند بہت سارے طریق سے ان تک پہنچتی ہے جس کا بیان سابقہ صفحات میں ابن مرزوق رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ہو چکا ہے اور یہ سب کچھ علامہ عراقی کی کتاب الفیۃ السیرۃ (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منظوم سیرت) میں موجود ہے اور اس میں نعل شریف کی تعریف و توصیف میں جو بیان کیا گیا ہے اس میں اس کے طول وعرض کے ساتھ اس شرف کو بھی بیان کیا ہے جو اس نعل کو زمین و آسمان کے سردار اور روز جزا کے شفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوا۔

محمد المصطفیٰ الهادی الی سبل
ذوالمعجزات امام الخلق والرسل

(محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اچھے اور سیدھے راستوں کے ہادی ہیں۔ معجزات کے مالک خلق اور تمام رسولوں کے امام ہیں۔)

خیرالبریه من بدو و من حضر
و اکرم الناس من حاف و متنعل

(ساری مخلوق خدا چاہے وہ دیہاتی ہو یا شہری سے افضل۔ سب لوگوں سے چاہے وہ ننگے پاؤں ہوں یا جوتے پہنے ہوئے (امیر وغریب) سے زیادہ مکرم و معزز ہیں)

نعلین شریف کا طول و عرض

شیخ امام حافظ علقمی نے "الجامع الصغیر فی احادیث البشیر و النذیر" کے حاشیہ میں امام عراقی سے نقل کیا کہ:

ان طول نعله صلی الله علیه وآله وسلم شبر و اصبعان وعرضها ممایلی الکعبین سبع اصابع وبطن القدم خمس وفوقها ست وأسها

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارک کا طول ایک بالشت اور دو انگلیاں اور ایڑی کی جانب چوڑائی سات انگلیاں اندرونی حصہ پانچ انگلیاں اوراس سے اوپر

محد دعرض مابین القبالین والا حصہ سات انگلیاں
اصبعان۔ تھی۔ سر گول اور دونوں تسموں
کے درمیان فاصلہ دوانگلیاں تھا۔

اور یہ بالکل وہی چیز ہے جسے الفیہ میں علامہ عراقی نے بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ بعض حفاظ حدیث نے کہا کہ نعلین شریف کی اس طرح تحدید سوائے امام عراقی کے کسی نے نہیں کی مگر ہمارے لیے تو امام عراقی کا قول حجت ہے کیونکہ وہ ثقہ لوگوں کے امام ہیں اور ان کی تعریف میں حافظ مصروشام جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

اذ قالت حذام تصدقوھا
فان القول ماقالت حذام

(جب حذام نے کہا تو ہم نے اس کی تصدیق کی کیونکہ بے شک بات وہی ہے جو کہ حذام نے کی ہے۔)

اور اس کے ساتھ ساتھ صاحب سبل الھدیٰ والرشاد نے اسی طرح نعلین پاک کی تحدید بغیر اعتراض کے ذکر کی ہے۔ بلکہ اس کو قائم رکھا ہے اور اس بحرِ بے کنار کی اطلاع ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ حافظ عراقی نے نعلین مبارک کے طول وعرض کو ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

لھا قبالان بسیر وھما سبتیان سبتو اشعر ھما
وطولھا شبر و اصبعان وعرضھا مما یلی الکعبان
سبع اصابع وبطن القدم خمس وفوق ذافست فاعلم

ورأسها محدد وعرض ما بين القبالين اصعبان اضبطعها
وهذه تمثال تلك النعل! و دورها اكرم بها من نعل

(اس کے دو زمام چمڑے کے تھے اور دونوں نعلین ایسے
چمڑے کے تھے جو بالوں سے خالی تھے۔)
(اس کا طول ایک بالشت اور دو انگلیاں اور اس کا عرض
دونوں ٹخنوں کی طرف سات انگلیاں اور اس کا پیٹ'
پانچ انگلیاں اور اوپر والا حصہ چھ انگلیاں تھا۔)
اور اس کا سر گول اور دونوں زماموں کے درمیان فاصلہ
دو انگلیاں تھا۔ (اور یہ اس نعل کا نقش ہے کہ جس کی
ساخت وگولائی ہر اعلیٰ سے اعلیٰ نعل سے نہایت
خوبصورت اور خوشنما ہے)

قوله' لها قبالان بسير۔ یعنی چمڑے سے بنے ہوئے زمام اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں باظرفیه هو. هما ستبیتان۔ یعنی ایسے چمڑے سے بنا ہوا نعل جس کے بال اتار دیے گئے تھے۔ اصبعان میں مصنف نے ہمزہ کو ضرورت وزن کے تحت وصلیہ بنایا حالانکہ یہ ہمزہ قطعی ہے۔ ممایلی الکعبان۔ یہاں کعبان مرفوع اور فاعل ہے اس کا مفعول محذوف ہے یعنی پاؤں کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے ملا ہوا ہو اور میں نے یہ بات اس لیے کی ہے کہ بعض حضرات نے اس کو یہاں منصوب پڑھا اور اس کو مفعول بنایا ہے

اور کہا ہے کہ یہ لغت کے اس طریقہ پر ہے کہ اس میں الف تثنیہ ہر حالت میں باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں واقع ہے۔

اعرف منها الجيد والعينانا ومنخرين اشبها ظبيانا

(ان کی آنکھیں گلا اور ناک ہرنی کی مانند ہیں۔)

قرآن کریم کے یہ الفاظ "ان هذان لساحران" اسی لغت پر ہیں : هذا تمثال تلك النعل۔ تمثال کے مذکر ہونے کے باوجود اسے مؤنث باعتبار تاویل صفتہ اور ہئیتہ کے لحاظ سے کہا ہے۔ یا یہاں مضاف حذف ہے یعنی ای و هذه صفة تمثال۔ یہاں ایک مصرعہ میں النعل معرفہ استعمال ہوا ہے۔ جبکہ دوسرے میں نکرہ لہٰذا مطابقت نہیں اور یہ فن شاعری کے خلاف ہے لیکن یہ نظم ایک فقیہ کی ہے' شاعر کی نہیں ہے اور مقصد افادہ ہے۔ اور وہ ہر طرح حاصل ہو جاتا ہے اور علماء' صلحاء میں یہ عام طریقہ ہے یعنی وہ بات سامع تک پہنچانے کے لیے الفاظ کے حسن و قبح میں وقت ضائع نہیں کرتے جس طرح کہ ادباء کا کام ہے جیسے ابن الورود وغیرہ (اللہ تعالیٰ ان تمام کو بہتر جزاء عطا فرمائے)

ہمارے شیخ مفتی فاس علامہ شیخ محمد القصار قیمی غرناطی نے الفیہ فی علوم الحدیث عراقی کے بہت سارے اشعار کی اصلاح کی ہے اگرچہ میں اس کو پسند نہیں کرتا لیکن ان کا مقصد نیک ہے۔اور اس کو تسلیم کر لینا ہی بہتر ہے۔

یہ دونوں مبارک مثالیں نہایت ہی معتمد ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات پر دلائل کے ساتھ گزرا۔ جو قانع کے لیے کافی ہے۔ باقی میں نے

چار کو اس کے بعد تبرک اور احتیاط کی خاطر ذکر کردیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب "النفخات العنبرية فی نعال خیرالبریته" (جو زیر نظر کتاب سے چھوٹی اور مختصر ہے) میں ساتویں مثال بھی ذکر کردی تھی۔ پھر میں نے غور و فکر اور سوچ و بچار کے بعد اس مثال کو حذف کر دیا اور نعل معتبرہ پر ہی اختصار کیا۔ کیونکہ وہ بعینہٖ عراقی والی مثال ہی تھی۔ اور ہم نے اس کو اس جگہ سے ساقط کر دیا تاکہ کوئی وہمی شخص وہم میں نہ پڑے اور اس طرح ان وہمی لوگوں کا جواب بھی ہوگیا جو اس مثال پر حذف سے قبل کرتے تھے۔ (اللہ تعالیٰ ہماری غلطیاں اور جہالت کو معاف فرمائے۔ اس کا فضل بہت زیادہ ہے)۔

چار میں سے پہلی مثال

ہماری ترتیب کے مطابق یہ تیسری مثال ہے اور میں نے بعض متقدمین اکابر اور علماء مغرب کی تحریر سے نقل کیا ہے۔ اس مثال کے وسط میں لکھا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی مثال ہے اور اس پر فقیہ ابوعبداللہ بن سلمہ کی سند سے الکلاعی کے یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

یا ناظر التمثال نعل نبیه، قبل مثال النعل لاً متکبرا

وا عکف علیه فطال ماعکفت به، قدم النبی مربوحًا ومبکرا

(اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کا نقش دیکھنے

والے! آپ کی نعلین کے نقش کو بوسہ دے اور تکبر نہ کر اور یہ
کام ہمیشگی کے ساتھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
مبارک قدم (نعل) راحت والا اور موسم بہار کی پہلی خوش
گوار بارش کی مانند ہے)

دیگر اشعار اس نظم کے اگلے باب میں مذکور ہوں گے۔ انشاء اللہ المولیٰ

شیخ الکلاعی کا تعارف

امام الکلاعی جن کے یہ شعر ہیں وہ اندلس کے حافظ اور عظیم محدث ہیں۔ بہت بڑے مؤلف اور مشہور شہید--- ان کا نام نامی ابوالربیع سلیمان بن مسلم الکلاعی، صاحب کتاب "الاکتفافی مغازی المصطفیٰ والثلاثۃ الخلفاء" اور یہ اپنے موضوع پر بہترین اور معتمد ہے۔ یہ چار اجزاء پر مشتمل ہے اور علماء مغرب نے اس پر بہت اعتماد کیا ہے اور یہ امام نہایت ہی معروف علمی شخصیت ہیں۔ مثال شریف کی تعریف میں ان کی عمدہ نظم حرف لام کے تحت آئندہ باب میں مذکور ہوگی۔ اور یہ جو اوپر ابیات رائیہ گزرے ہیں یہ شاید اس امام کے نہیں بلکہ یہ اشعار ابن سعدالخیر کے ہیں اور امام الکلاعی کا تذکرہ ان کے شاگرد ابن الابار مذکور نے اپنی کتاب الذیل لتکلمه للوصول والصله میں کیا ہے۔ اور صاحب نورالنبر اس نے بھی شیخ کلاعی کا مختصر تعارف لکھا ہے۔

چاروں تماثیل میں دوسری مثال مبارک

اور ہماری ترتیب کے مطابق یہ مثال مبارک چوتھی ہے میں نے اس کو بعض اخبار مغرب سے اخذ کیا ہے اور میں نے اس کو لوگوں کے ہاتھوں میں متد اول پایا ہے۔ اور یہ تلقی بالقبول کا درجہ اختیار کیے ہوئے ہے اور وہاں کے رہنے والوں کے نزدیک اس کے بے شمار فوائد اور مجرب الاجابہ ہے اور میں نے سوچا کہ میری یہ کتاب اس کے ذکر وصورت سے خالی نہ رہ جائے۔ اگرچہ میں اس کا اصل نہیں جانتا کہ یہ سب سے پہلے کس سے منقول ہوئی۔

تیسری مثال مبارک

اور یہ در حقیقت ہماری ترتیب کے مطابق پانچویں مثال ہے۔ اور اس کو میں نے مغرب کے حکمرانوں کی لائبریری سے نقل کیا ہے۔ اور یہ بہت بڑی نفیس لائبریری ہے اور اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں کی کفار کے مقابلہ میں مدد فرمائے اور ان کی دین ودنیا میں اعانت فرمائے اور اس مثال مبارک کی برکات کا ہم نے سمندری سفر میں مشاہدہ کیا جبکہ ہم غرق ہونے والے تھے کہ اللہ نے اس کے سبب ہمیں نجات دی اور اس کا ذکر ہم نظم میں آئندہ خاتمہ میں کریں گے۔ اور اصحاب نے مجھے خبر دی کہ یہ مثال مبارک بعض فاضل علماء سے مروی ہے لیکن کسی عالم کا نام نہیں لیا۔

چوتھی مثال مبارک

ہمارے انتخاب کے مطابق یہ چھٹی مثال مبارک ہے اور میں نے اس کو بعض ثقہ حضرات سے نقل کیا ہے۔ اور اس کی روایت پر اہل صلاح اور صراط مستقیم کے مسافروں نے اعتماد کیا ہے اور اس کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس کو بعض صلحاء جو اہل مکتہ المکرّمہ کے (اللہ تعالیٰ اس کے شرف وعظمت و توقیر کو زیادہ فرمائے) مقتداء ہیں۔ سے نقل کیا ہے اور یہ مثال مبارک اپنی برکات کے سبب ان کے درمیان متداول ہے اور اس مثال اور جو پہلے ذکر کی گئیں ان میں اگرچہ معمولی سا اختلاف پایا جاتا ہے عین ممکن ہے کہ یہ تمام ایک ہی ہوں لیکن ان میں کچھ تغیر ہو گیا ہو اور جس نے یہ تحریر پڑھی ہے اس سے یہ چیز مخفی نہیں ہے۔

اور ان تمام مثالوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ہر اس شخص کے لیے جو انکار اور ہٹ دھرمی نہیں کرتا کہ ان کا مقصد و مطلب واضح اور لازم ہو جائے اور آنے والے خواص و منافع تجربے سے ثابت ہیں اور ہم نے اس میں یہ خیر و برکات خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیے ہیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی چیز کے برابر نہیں ہو سکتی اور ہم نے ابھی پچھلے صفحات میں ساتویں مثال (نقش) کے تحت بیان کیا کہ اس کو ہم نے علامہ عراقی کی الفیہ سے اخذ کیا پھر ہم نے اس کو صرف اس لیے اپنی کتاب سے حذف کر دیا تاکہ کوئی اختلاف نہ رہے اور امام

عراقی کا یہ فرمانا کہ یہ مثال اس نعل سے اخذ ہے یہ قول مختلف دو مثالوں کے لیے نہیں ہو سکتا جبکہ شیخ نے اس کو بیان بھی فرما دیا ہے۔ اور ہم نے مقدور بھر اس کتاب میں وہی مثالیں درج کی ہیں کہ جن میں اختلاف نہیں ہے اور اللہ ہمارے چھپے' کھلے اعمال اور نیّات پر مطلع ہے اور ہم پر اپنی رحمت کا سایہ قائم رکھے اور ہمارے قول و فعل میں موافقت فرمائے اور ہماری دونوں جہانوں کی امید کو بر لائے۔ خاتم الانبیاء و رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو کہ سب سے زیادہ سیدھے راستے کے ہادی ہیں چمکتے ہوئے سورج عرب و عجم کے آقا اور جن کے لیے سب سے پہلے زمین؟ شق ہو گئی--- صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم وزینته الطیبین والطاهرین وسلم تسلیماً کثیراً۔ اور یہ باقی چاروں مثالیں ترتیب کے مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں۔ان سے نفع مند فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

باب ثالث

قصَائِد

دَرمدَحِ نعلین مُبارکہ

دلچسپ بلند ترین قطعیات میں سے کچھ اشعار ہم یہاں نعلین کے نقش کی فضیلت میں درج کرتے ہیں۔ گویا کہ یہ ایک لڑی میں پروئے ہوئے قیمتی موتی وجواہر پارے ہیں۔ ان کو ہم حروف تہجی کے تحت متقدمین اور اپنے ہم عصر اہل فاس و اہل مصر جن کو میں مل چکا ہوں ان کے کلام سے درج کریں گے اور ہمیں اللہ تعالیٰ اس پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور مجھے --- اولوالالباب کے گروہ میں شامل فرمائے اور ہمارے لیے تمام عمل صالح کے اسباب آسان فرمائے۔ وہ قطعات وقصائد جو کہ اس مثال طاہرہ کی فضیلت میں مختلف صلحاء سے مروی ہیں ان میں سے جو اس وقت میرے ذہن میں حاضر ہیں۔ ان کو میں ذکر کرتا ہوں۔

خصوصاً اس موضوع پر ہمارے ہاں مغرب میں متقدمین و متاخرین نے کام کیا ہے۔ واقعتاً انہوں نے ثواب کے ذخائر جمع کر لیے۔ عنقریب اس سے تمہیں آگاہی ہو جائے گی۔

اہل مشرق نے اہل مغرب کی نسبت بہت کم اس موضوع پر کام کیا ہے لیکن معاصرین کے علاوہ کیونکہ معاصرین میں سے مصر میں ایک ایک آدمی نے اس موضوع پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔

ان میں سے شیخ علامہ فہامہ صدر العلماء عظام' امامِ نظم ونثر سیدنا و مولانا الشیخ فتح اللہ بن سیدنا ومولانا الولی العارف' الذاھد الورع العابد الشیخ محمود البیلونی ہیں۔

یہ نہایت ہی فصیح و بلیغ ادیب ہیں۔ ان کے اس موضوع پر سو سے زائد قصائد ہیں۔ میں نے اس کتاب میں موصوف اور اہل مغرب کے دو سو تیس سے زائد قصائد کو جمع کیا ہے۔ میری معلومات میں پہلے آج تک ایسا مجموعہ تیار نہیں ہوا۔ وباللّٰہ اعفصحت فانبست بفضل الله وسلمت۔
آیئے ان قصائد کو شروع کرتے ہیں :-

حرف الھمزہ

شیخ محمد بن فرج السبتی نے تمام حروف پر قصیدہ لکھا مگر ان کے نسخہ میں صرف واؤ ساقط پایا۔

التمثال نعل کان بلبسها الذی　　　اذا عدت الارسال لیس له کفو

(یہ نقش اس نعل کا ہے جسے اس ذات رسالت مآب ﷺ نے پہنا جس کا کوئی مثیل نہیں)

(ابو القاسم ان کی کنیت ہے' ان کے قدم کی برکت سے زمین آسمان بن گئی)۔

(مجھے آپ کے آثار سے محبت ہے اور مجھے انہی سے سکون نصیب ہوتا ہے)

فقیر احمد بن محمد المقری نے اسی بحر میں یوں کہتا ہے :

لك الله من تمثال نعل کریمة　　　بخیر الورٰے فاقت سنا وسنا

(تیرے لیے اللہ کے ہاں وسیلہ خیر الوریٰ کی نعل مقدس ہے جو ہر بلندی سے بلند ہے)

و من ذالذی یحصی فضائل احمد　　　وقد جود القرآن فیه ثناه

(حضور علیہ السلام کے فضائل کو کون شمار کر سکتا ہے۔ حالانکہ قرآن نے ان کی عمدہ تعریف کی ہے)

شیخ فتح اللہ البیلونی نے لکھا:

فی مثل نعال صاحب الاسراء   بالیمن شفاء لکل من داء

فالثمه مصليا عليه ماته   دامسحه على المحل باستسقاء

(صاحب معراج کی نعل مقدس میں ہر بیماری کی شفا ہے۔ اسے سوسو مرتبہ درود شریف پڑھ کر چوما کر اور شفاء کے لیے اسے تکلیف والی جگہ پر لگا۔

بعض اکابر کے یہ شعر ہیں

يا ناظر التمثال نعل نبيه   قبل مثال نعله متذللا

واذكربه قدماعلت فى ليلة الا   سرابه فوف السموات العلٰى

واخضع له واسع جبينك ولتكن   تبركا كما ابدا به متوسلاً

(اے نبی کے نقش نعلین کی زیارت کرنے والے عاجزی کے ساتھ انہیں بوسہ دے اور اس بات کو ذہن نشین کرلے کہ یہ نعلین حضور کے ساتھ آسمانوں کے اوپر بلند ہوئے۔ ان پر پیشانی رکھ دے۔ تبرک حاصل کرتے ہوئے انہیں اپنا وسیلہ بنا۔)

(اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ و سلام اس پر جو ہمارے پاس کتاب واضح اور روشن لے کر آئے)۔

(حضور علیہ السلام کے نقش نعلین انوار کا منبع ہے جو معانیٔ حقیقت سے مرصع ہیں)۔

(کتنے عظیم اس کے محاسن ہیں۔ یہ سراپا نافع اور نیکی کی طرف لانے والے ہیں)۔

فاستشف به وسل تنل كل منى والتمه فما مفضله غايات

(لوگو اس کے ذریعے سے شفا حاصل کرو اور مانگو' ہر امید بر آئے گی۔ اس کی فضیلت کی انتہا نہیں)۔

شیخ فتح اللہ نے طریقہ سبتی پر کہا:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقش نعلین کی مقدار مبارک ہر آدمی کے لیے نقل سے ثابت ہے)۔

(میری آنکھیں زیارت سے وجد و سرور میں ہیں۔

(اور ان کے لگنے سے غبار قیمتی اور بلند ہو گئی اور اسے ہر وہ فضل نصیب ہو گیا جو ممکن تھا۔

شیخ فتح اللہ البیلونی الحنفی نے یہ بھی کہا:

(یہ نقش نعلین اللہ کی طرف سے ہم پر عطیہ ہے اور اس کا فضل مسلمہ ہے)۔

(اس کی برکت سے مرادنی الفور پائی جاتی ہے۔ یہ کہنا نہیں پڑتا کام کب ہوگا؟)

(وہ نقش نعلین جسے ان تلووں کا مس نصیب ہوا جو سات طبقات سے بلند ہیں)۔

(ان سے نور خیال کی دنیا انوار سے چمک دمک اٹھتی ہے)۔

(کیا ہی مبارک نعل اور اس کا نقش ہے جس سے دل کی پریشانی دنیا میں فرحت پاتی ہے)۔

(اس کے ساتھ اپنے رخسار لگا دے اور شاکر بن۔ بہت سی نعمتیں صاحب عرش سے حاصل ہوں گی)۔

(یہ عقیدہ بنا کہ مقاصد کے سامنے میں یہی راز ہے۔ درآنحالیکہ تم نعمت کے حصول میں رغبت رکھتے ہو)۔

(اس کے وسیلہ سے بادشاہ سے ملاقات اور دشمن سے مقابلہ کرو لیکن عزم صادق رکھو)۔

(تم ضرور کامیابی پاؤ گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نصیب ہوگی)۔

اور یہ نور سید الانام کے خصائص میں سے ہے۔ اسی سے اوصاف کامل ہوتے ہیں)۔

الایا رسول اللّٰہ یا فائض الندی ۔ و یاخیر مبعوث الی خیرامۃ

(اے اللہ کے رسول' اے جودوسخا کے پیکر' اے وہ ذات اقدس جسے سب سے بہتر امت کی طرف مبعوث کیا گیا)۔

ببابك فتح اللّٰه يضرع سائلا　　فلا تتركنه بعد قصدك كالتي

(آپ کے دراقدس پر فتح اللہ ایک عاجز سوالی ہے۔ اسے اب در سے خالی نہ لوٹانا)۔

(آپ کی ذات اقدس پر صلوٰۃ وسلام ہو اسی طرح آل' اصحاب اور عترت پر بھی)۔

حرف ثا میں شیخ محمد بن فرج السبتی کہتے ہیں :

(مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی زیارت سے امیدیں پھلدار ہوگئیں)

(اس سے نیچے اوپر کی فضائیں مبارک ہوگئیں اور میں اس میں قسم اٹھانے میں سچا ہوں)۔

(آسمانی ستارے اے غبار تجھ پر رشک کرتے ہوئے تیری جگہ آنا چاہتے ہیں)۔

(تو کتنی خوشبودار ہے' تیری خوشبو ومہک ہر کستوری سے بڑھ گئی ہے)۔

(کتنی مبارک ہے وہ ذات اقدس جس نے تجھے پہن کر یہ شرف بخشا کہ تیری تعریف میرے لیے خوف قیامت سے امن کا سبب بن گئی)۔

میں نے یہ اشعار کہے :

(یہ نعل کا نقش تمام محاسن کو سموئے ہوئے اہل شوق کے لیے باعث راحت ہے)۔

(خیر الخلق کی نعل ہم تک نہایت ہی عمدہ طریقہ سے منقول ہے جس سے ہمارے بڑے بڑے مصائب دور ہو جاتے ہیں)۔

(اس کی وہ تعریف جو نظم ونثر میں کی ہے اس سے آنکھیں ٹھنڈی ہیں)۔

(میں نے تو اسے اپنے لیے ذخیرہ بنا رکھا ہے اس حلف کے ساتھ کہ نہ محروم ہوگا اور نہ حانث)۔

(اللہ کی طرف سے آپ پر مبارک سلام ہو جس کی بناء پر گنہ گار بخشش کا امیدوار ہے)۔

(حضور کی ذاتِ اقدس قیامت میں اہل ایمان کی پناہ گاہ ہے اور آپ کا نقش نعلین شفا کا ذریعہ ہے)۔

(اس کا خوب ادب کر تمام شوق و ذوق سے' اس کی قدر پہچان' اسے محفوظ کر' کوتاہی کرنے والا نہ ہو)۔

سیدی شیخ فتح اللہ البیلونی نے کہا:

(حضور کا نقش نعلین ہم تک پہنچنا نعمت ہے اور اس بلند و مبارک نعل کی برکات کے حصول کا ذریعہ ہے)۔

(اسے حرزِ جاں بنا اور اس کے ذریعے مصائب میں مدد مانگا کر' کوتاہی کرنے والا نہ بننا)۔

(اس ذات کی نعل کا نقش جو نبی هدای ہے اور جبریل امین ان پر وحی لے کر آتا رہا)۔

(اس نعل کی نسبت اس مبارک و عالی قدم سے ہے جو سراپا شرف وبزرگی ہے)۔

(میری آنکھیں اس کی زیارت سے مالا مال ہوئیں۔ جب سے میں نے اسے دیکھا میرے غم دور ہو گئے)۔

(اے میرے بھائی اس پر دل سے یقین رکھ اور یہ تیری کوشش ہرگز بے فائدہ نہیں)۔

(اے اسلاف کرام کے سردار میں آپ سے نسبت رکھتا ہوں)۔

(حاشا وکلا مجھے آپ سے کثرت سے عطیات نصیب ہوئے ہیں اور ہر حال میں میری مدد ہوئی ہے)۔

حرف جیم: شیخ محمد بن فرج السبتی رحمتہ اللہ نے طریقہ معروفہ کے مطابق حرف کے ساتھ ابتدا کی ہے حالانکہ یہ طریقہ تکلف سے خالی نہیں)۔

اے نعلین مقدس حضور کے تلووں کی وجہ سے تم نے حضرت القدس تک شرف پایا)۔

(باغ کی کلیاں ان سے کھلتی ہیں جب ان سے صبح کی ہوا خوشبو حاصل کرتی ہے)۔

(انہی کی برکت سے دل کے غم دور ہوتے ہیں اور دل خوب مقام پر مشغول ہے)۔

(اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اس دل کو بہتر جزا عطا فرمائے کیونکہ وہ ہادی سے متعلق ہے نہ کہ مختلف راستوں سے)۔

(میں نے حضور کے نقش نعلین کی زیارت کی ہے۔ اس کے بعد میرے شوق میں خوب اضافہ ہوا ہے)۔

فظللت امسح و جنتی بشسعه　　سمحاً واجعله برأسی تاجا

(میں نے اپنے رضا کو اس کے تسمے پر رکھا اور اسے میں نے اپنے سر کا تاج بنایا)۔

(اے سب سے بہتر رسول کی نعلین جس کے دین میں مخلوق فوج در فوج داخل ہوئی)۔

(تو نے اس نعلین سے عزت پائی جو کسی نے پہنی تیری وجہ سے تاریک وادیوں میں نور پھیلا)۔

(تجھے سات آسمانوں سے بلند مقام ملا جب مناجات کے لیے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے)۔

(یہ نقش نعلین ہر جگہ معروف ہے اور اس کا نور ظاہر وباہر ہے)۔

(پس اسے اپنے لیے ذخیرہ بنا کیونکہ اسی کی روشنی سے ہر صاحب فخر کا سر بلند ہے)۔

واجعله خیر وسیلة یرجی لها　　رفع المکارة حیث ضاق المخرج

(امیدوں کے لیے اسے سب سے بہتر وسیلہ سمجھ۔ جب تمام راستے مسدود ہو جائیں تو یہ کھلنے کا سبب بنتے ہیں)۔

(یہ صاحب معراج کا نقش نعلین ہے۔ ہر مقصد کے حصول کا یہ کامل ذریعہ ہے)۔

(اس کے نور حسن سے سورج رہنمائی پاتا ہے اور رشدوہدایت کی واضح راہیں متعین کرتے ہیں)۔

(سیدنا طٰہٰ علیہ السلام کے نعلین سے بڑھ کر مصائب و پریشانیاں دور کرنے والا کون ہے)۔

(وہ کتنا خوش نصیب ہے جو انہیں عاجز دل سے وسیلہ بناتا ہے اور اپنی امیدیں بر لاتا ہے)۔

(اگر تو تنگی میں ہے اور چاہتا ہے کہ محض اللہ کے لطف خفی سے اس کا ازالہ ہو)۔

(تو نعل نبوی میں عجب تاثیر ہے اس کی وجہ سے طلوع صبح کی طرح مدد آتی ہے)۔

(پس امیدیں پوری کرنے کے لیے اسے عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے رخساروں سے لگالے)۔

(اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر درود وسلام پڑھ، تیری مشکل فی الفور حل ہو گی)۔

(کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت نہایت ہی
وسیلہ ہے اور آپ کے انوار کی صبح نے ہر تاریکی کو مٹا دیا ہے)۔

(آپ کی ذات اقدس ہر معاملہ میں بلاشبہ تمام مخلوق کی شفیع ہے
اس سے کوئی خیر خارج نہیں)۔

(دونوں جہانوں میں رفع و نفع آپ سے اس سے کوئی صاحب عقل
شک نہیں کر سکتا)۔

(دنیاو آخرت چاہنے والا اگر ان کے دروازے کا امیدوار بن جائے تو
کبھی خائب وخاسر نہ ہو)۔

(اے وہ ذات اقدس جسے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث
کیا گیا اس حاضر عرض گذار غلام کی طرح فرما جس کے اعمال اچھے نہیں)۔

(جو اپنے اعمال سے کبھی بھی نفع کی امید نہیں رکھتا' وہ آپ کی پناہ
میں آنا چاہتا ہے)۔

(اس نقش نعلین کو مرحبا کہتے ہوئے چومتا ہے جسے بلند مقام نے
مس کیا ہے)۔

(درآنحالیکہ وہ یہ شرح صدر رکھتا ہے کہ اس کی برکت سے ہی
میری آرزو پوری ہو گی)۔

(آپ ہی کی ذاتِ اقدس طلب میں کامیابی کی ضامن اور تنگی دور
کرنے کا سبب ہے)۔

(اللہ کی قسم اگر میری ہزار امیدیں ہوں تب بھی میں آپ کے کرم سے مایوس نہیں ہوں)۔

(اے دل خوش ہو کہ اللہ کے رسول ہر وہ شے لائے جو اجسام و روح کی ضرورت ہے)۔

(پس تو ان پر ہر دم اول آخر درود وسلام عرض کرتا رہا کر)۔

(صاحب عرش کی ان پر رحمتیں ہوں، ان کے اصحاب، آل اور متبعین پر درجہ کے مطابق)۔

حرف الحاء --- شیخ سبتی کے یہ چھ اشعار ہیں :

(اے نعلین مقدس تو نے اس ذاتِ اقدس کے تلووں کو چوما ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورہ الم نشرح نازل فرمائی)۔

(معراج کے وقت تم فراشِ قدس گئیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے مقام کو خوب آشکار کرے)۔

(میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جس خاک کو تم نے مس کیا وہ کستوری سے بھی بڑھ کر خوشبودار ہو گئی)۔

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے محبوب ہیں۔ اس لیے میں ان کی نعلین کی مدح کر رہا ہوں اور میرا مدح کرنا حق ہے۔

اور میں نے بھی کہا :

(یہ نقش نعلین خوب ہیں اور اس ہستی کے ہیں جو حسن میں فائق ہیں)۔

(اور وہ تمام ان بزرگیوں کے جامع ہیں جن کی آگے گزر نہیں)۔

(ان کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے اور وہ اللہ کے منتخب رسول اور تمام بلندیوں اور شرف کو پانے والے ہیں)۔

(تمام مخلوق کے شفیع اور مقام کے لحاظ سے بلند' تمام مخلوق سے سخاوت و بخشش میں افضل اور اعظم ہیں)۔

(اے وہ شخص جو ذکر نبی پہ خوش ہوتا ہے' یہ نقش نعلین مبارکہ ہے۔)

فاجعله خير وسيله و افتح به　　　باب النوال فاته الفتاح

(انہیں سب سے اعلیٰ وسیلہ بنا اور ان کے ساتھ عطیات کا دروازہ کھول۔ پس کھولنے والے کے پاس آجا)۔

فالنفع منه تحقق لمريده　　　والنجح معطى والشفا متاح

(اس کے چاہنے والے کے لیے نفع یقینی' کامیابی اور شفا واضح ہے۔)

(حضور کے نقش نعلین سے ہدایت پانے والے کے لیے انوار ہدایت ہیں)۔

(پس انہیں مصائب کے دور کرنے کے لیے وسیلہ بنا لو کیونکہ یہ اس معاملہ میں چابی کی طرح ہیں)۔

شیخ فتح اللہ البیلونی نے لکھا:

(جس شخص نے بھی طٰہٰ علیہ السلام کے نقش نعلین کو برکت کا ذریعہ بنایا اسے خوش وخرم زندگی نصیب ہوگی)۔

(جس نے اسے چومنے میں راحت پائی وہ اپنے مقاصد پالے گا)۔

(خیر خلق علیہ السلام کے نقش نعلین کی برکت ہر مقصد میں کامیابی

کا ذریعہ ہیں)۔

(نعل مبارک کی نسبت سے بلند مقام کی برکت سے حصہ حاصل

ہوتا ہے)۔

(اس ہستی سے اسے کیا مبارک نسبت ہے جس کا نور چمکنے والے

سورج سے بھی فائق ہے)۔

(اس کی خوشبو کے سامنے کستوری کی خوشبو بھی ہیچ ہے)۔

(اس نعلین مقدس کے نقش کے برابر کیا ہو سکتا ہے جو براق پر بلند

ہوئیں تو اس نے سر جھکا دیا)۔

(اور وہ مبارک تلوؤں کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے ہر آسمان

پر فائق ہوئیں اور اتنی فائق ہوئیں کہ جبریل نیچے رہ گئے)۔

(ملاء اعلیٰ نے اس سے شرف پایا اے مخاطب تو بھی ان سے شرف

حاصل کرلے)۔

(یہ کتنے مبارک ہیں' ان میں خیر الانام چلے اور انہوں نے آپ کے

تلووں کو چوما)۔

(ان کے نقش کی برکت سے ڈوبنے والا ساحل پر پہنچ جاتا ہے)۔

☆☆☆☆☆☆

باب رابع

فوائد و برکات نعلین شریفین

اے مخاطب اللہ تیری امید بر لائے' تیرے قول و عمل کو پاک فرمائے۔ اس نقش مبارکہ کے واضح طور پر بے شمار خواص و برکات ہیں جو محتاج بیان نہیں۔ مشاہدہ کرنے والی آنکھیں ان سے غنی ہیں لیکن ہم ان بے شمار برکات میں سے چند اکابر علماء کے حوالے سے بعض برکات بیان کرتے ہیں۔

ا- درد کا فی الفور ختم ہو جانا:

ان برکات میں سے یہ ہے جس کو امام ابو اسحاق ابن الحاج یعنی امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم اندلسی سلمی رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی اور ان سے اس کو ابوالیمن ابن عساکر اور دیگر کئی حضرات نے ذکر کیا کہ ہم کو قاسم بن محمد رحمتہ اللہ علیہ نے خبر دی' انہیں ابو جعفر احمد بن عبدالمجید (جو کہ شیخ کامل صالح عالم باعمل اور متقی ہیں) نے خبر دی کہ میں نے ایک طالب علم کے لیے یہ نقش بنوایا۔وہ ایک روز میرے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے گذشتہ رات اس نقش کی ایک عجیب برکت دیکھی۔ میں نے پوچھا تو نے کون سی اس کی برکت دیکھی تو کہنے لگا کہ میری بیوی کے اتفاقاً سخت درد ہوا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئی۔ تو میں نے یہ نقش نعلین پاک اس کے درد والی جگہ پر رکھ کر عرض کی:

اللھم ارنا صاحب ھذا النعل فشفاھا اللّٰہ للحین

(یاالٰہی مجھ کو صاحب نعل شریف کی برکت دکھلا تو اللہ تعالےٰ نے اسی وقت شفا عنایت فرمادی۔)

۲- زیارتِ رسولؐ کا وسیلہ :

اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والے کے لیے بعض ائمہ نے بیان فرمایا کہ اس کو قبول تام حاصل ہوتا ہے اور دنیا میں اس کا عزت و وقار بلند ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے حامل کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوگی یا پھر وہ گنبد خضرا کی حاضری سے مستفید ہوگا۔

۳- خزینۂ برکات و دافع البلیات :

ابو اسحاق ابن الحاج نے یہ بھی بیان فرمایا کہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس نقش مبارک کی آزمائی ہوئی برکات میں سے یہ ہے کہ جو شخص اس نقش کو اپنے پاس تبرکاً رکھے وہ ظالموں کے ظلم سے، دشمنوں کے غلبہ سے، شیطان مردود کے شر سے، ظالم سلطان کے ظلم سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے امان میں رہے اور اگر کوئی حاملہ عورت اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے تو درد زہ کی شدت سے بفضل الٰہی نجات ہو۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ میں نے اِس کا بارہا تجربہ کیا، اس کو صحیح پایا گیا

۴- نظر بد اور جادو سے نجات :

اور ان برکات میں سے یہ ہے کہ نظر بد اور جادو ٹونے سے آدمی امان میں رہتا ہے جیسا کہ امام شرف الدین طنوبی کے کلام میں پچھلے صفحات پر گزرا۔

۵- حفظ و امان کی ضمانت :

بے شمار علماء نے صراحت فرمائی کہ یہ نقش پاک جس لشکر میں ہو اس کو کبھی شکست نہ ہو گی۔ جس قافلے میں ہو وہ قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے گا جس گھر میں ہو وہ گھر جلنے سے محفوظ رہے گا اور جس سامان میں ہو وہ سامان چوری نہیں ہو گا اور جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق ہونے سے بچی رہے گی۔ اور جو کوئی صاحب نقش نعل سے کسی حاجت میں توسل کرے وہ حاجت پوری ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔

اور ابھی ابھی آپ نے نقش نعلین کے وسط میں امام ابن الفہد مکی کی یہ تحریر دیکھی کہ یہ بات مجرب ہے یہ نقش پاک جس گھر میں ہو وہ جلنے سے محفوظ رہے، جس مال میں ہو وہ مال چوری نہیں ہو سکتا جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق نہ ہو گی۔ جس قافلہ میں ہو وہ قافلہ لٹنے نہ پائے اور یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور شرف کے طفیل ہے۔

٦- ضمانت حیات (مفتی فاس شیخ محمد قصار القیسی کا واقعہ :

ان برکات میں سے ایک واقعہ ہے۔ ہمارے شیخ امام محدث مفتی فاس سیدی محمد القصار القیسی غرناطی الاصل کا کہ وہ مغرب کے دیار میں علوم دینیہ سے مستفید ہو رہے تھے اور اس وقت ان کی عمر پچپن سال تھی (یہ قصہ میں نے بذات خود ان سے تو نہیں سنا لیکن بہت سارے ثقات اہل علم نے مجھے اس کی خبر دی)---- وہ (محمد القصار) اپنے بعض اعزہ کے

ساتھ ایک بہت بڑی عمارت کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ جس کی
دیواریں بہت بڑی اور کمرے بہت بلند تھے جیسا کہ شہر فاس کی عام طور پر
عمارات ہوتی ہیں۔ اس دیوار میں، ان لوگوں کے اوپر نقش نعلین پاک اتنی
بلندی پر لگا ہوا تھا کہ اگر انسان کھڑا ہو تو وہ نقش اس کے سر کے برابر
آئے۔ قدرت خداوندی سے اوپر والی دیوار نچلی دیوار پر گری اور عمارت
منہدم ہو گئی۔ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ مذکورہ بالا تمام اشخاص جو کہ نیچے
دب گئے ہیں وہ ہلاک ہو چکے ہیں اور وہ لوگ ایک دن سے زیادہ اس ملبہ
کے اندر دبے رہے۔ پھر لوگوں نے اس ملبے کو ہٹانا شروع کیا تاکہ ان
لوگوں کو نکال کر دفن کریں تو جب وہ ان تک پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ
وہ تمام اس نقش کی برکت سے زندہ و سلامت تھے اور انہیں کوئی تکلیف
نہیں پہنچی تھی۔ یہ محض اللہ کا فضل و کرم تھا جو ان پر ہوا۔ اور ہوایوں کہ
جب اوپر والی دیوار گری تو وہ خیمہ کی مانند ہو گئی۔ اور اس کے اوپر والی
دیواریں اس دیوار پر گرتی رہیں اور جو نقش والی دیوار تھی وہ اپنی جگہ قائم
رہی۔ اور مٹی اور سنگ ریزے پہاڑ کی طرح ان دیواروں پر معلق ہو گئے۔
اور یہ لوگ ان کے نیچے بڑے آرام سے بیٹھے رہے تو تمام تقدس ہے اس
ذات کے لیے جس نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان لوگوں
کو اس مشکل سے نجات عطا فرمائی۔

۷۔ وقار و عزت کا حصول :

اور اس کی برکات کا مشاہدہ کرنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ جو کوئی اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے وہ اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں کو حاصل کر لیگا۔ اور اگر کوئی شخص اس کو تعویذ بنا کر اپنے عمامے میں اس ارادے سے رکھے گا کہ وہ اپنے تمام ہم جنسوں سے ترقی کر جائے اور کوئی شخص علم میں اس کی برابری نہ کر سکے تو وہ شخص ان امور کو پالے گا۔ اور ہر وہ چیز حاصل کر لے گا جس کا وہ طلب گار ہو گا۔ حتیٰ کہ عظیم مرتبہ وغیرہ کا بھی وہ اپنے ہم عصروں سے زیادہ حق ہو گا۔ بشر طیکہ یہ عمل حسن و صدق نیت اور یقین سے کرے تو وہ عزت عظیم پائے۔ اگرچہ یہ ایسے امور نہیں جن کی طرف اخیار متوجہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اغیار سے محفوظ رکھے۔

۸۔ ہر دکھ درد کی دوا یہ ہے :

صلحاء میں سے ایک ثقہ شخص شیخ عبدالخالق بن حب النبی مالکی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس سال نصف رمضان کو مجھے ایک پھوڑا نکل آیا۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ مجھے تکلیف محسوس ہوتی تھی میں نے بہت سارے اطباء اور جراح سے رابطہ کیا تو کوئی بھی اس کو سمجھ نہ سکا۔ اور نہ کوئی اس کا علاج تجویز کر سکا۔ مجھے شدتِ تکلیف نے بے چین کیا ہوا تھا۔ پھر مجھے اس نقش نعل کے فضائل و

کات یاد آئے تو میں نے اس نقش کو جائے تکلیف پر رکھا اور دعا کی اے
ی میں تجھے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دیتے ہوئے سوال کرتا ہوں
و کہ اس نعل میں چلتے رہے ہیں جس کا یہ نقش ہے تو مجھے اس بیماری سے
نفا عطا فرما۔ اے ارحم الراحمین رحم فرما۔ تو اللہ کی قسم مجھے تکلیف سے سکون
یسر آگیا۔ اور میں بالکل تندرست ہو گیا گویا کہ میں بیمار تھا ہی نہیں۔

۹- پلکوں سے ان کو بہارا کروں میں :

اس کے بعد انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کی ایک بچی تھی۔ اس کی
آنکھیں ایسی خراب ہوئیں کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے تو اس نے
مجھ سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل پاک کے نقش کے بہت
سارے منافع سنے گئے ہیں، تو اس کو حاصل کرو-- اس نے نقش کو اپنی
آنکھوں پر رکھا تو اس کی آنکھوں کی بیماری ختم ہو گئی---

۱۰- برکت سے جس کی سفینے پار ہوتے ہیں :

اس نقش پاک کی برکات میں سے ایک برکت وہ ہے کہ جس کا
میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے--- ہوایوں کہ میں ذیقعد شریف
۱۰۲۷ ھجری کو غرب جزائر میں ایک بحری جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ سخت
سردی کا موسم تھا۔ دریا خوب طغیانی پر تھا۔ سیلاب کے ایک تیز ریلے کے
ساتھ جہاز کے کئی تختے ٹوٹ گئے اور ہم سب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے

اور تمام اہل تجربہ اور قابل لوگ اپنی نجات سے مایوس ہوگئے اور موت کے لیے تیار ہوگئے۔ تو میں نے جہاز کے کپتان کے پاس نقش بھیجا کہ اس کی برکت سے امید رکھے— چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب پر کرم فرمایا۔ اور ہمیں صحیح و سلامت پار لگا دیا اور اسے سمندری سفر کے عارفین نے بڑی کرامت کا نشان شمار کیا۔

11- اور اسی سفر میں ایک مرتبہ تیز ہوا نے ہمارا چلنا دشوار کر دیا اور اس وقت کافر دشمنوں کے ساحل کے قریب تھے اور وہاں ہمیں کافی دیر رکنا پڑا۔ وہ اپنی عادت کے برخلاف ہم پر حملہ آور نہ ہوئے کیونکہ اللہ نے ہمیں ان کی آنکھوں سے اوجھل فرما دیا تھا اور انہوں نے قریب ہونے کے باوجود ہمیں نہ دیکھا۔

اور جب ہم تیونس پہنچے تو وہاں سے ہم نے تفرسوس کی طرف بہت بڑے قافلے کے ساتھ سفر شروع کیا۔ اسی اثنا میں بہت بڑا طوفان آیا کہ اس جیسا طوفان ہم نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ تو ہم مایوس ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طوفان سے نقشِ نعلین پاک کے صدقے سے نجات عطا فرمائی۔

اور بہت سارے ثقات علماء نے بیان فرمایا ہے کہ جب وہ سمندر میں سفر کر رہے تھے تو سمندری طوفان نے ان کو گھیر لیا۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں نقش نعلین پاک کے ساتھ توسل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس نقش کے صدقے انعام فرمایا اور ان کو نجات دی۔

۱۲۔ میں مصر سے بندر سویس جانے لگا تو میں چھوٹی ہندی کشتی پر سوار ہوا۔ دورانِ سفر سمندر میں وہ احوال پیش آئے جن کی مثل نہ دیکھی نہ سنی گئی اور اسی سبب بہت ساری کشتیاں غرق ہو گئیں جن میں تقریباً سات کشتیاں حکومت کی بھی تھیں۔ ہم بھی کئی مرتبہ ہلاکت کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نقش پاک کے صدقے ہم کو سلامت رکھا۔

۱۳۔ آگ سے نجات :

اور ایک دن ہم نے ایک زبردست آگ دیکھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ آگ دریا سے نکل رہی ہے۔ اور وہ آگ ہماری طرف تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ ہمارے اور آگ کے درمیان تقریباً بیس ہاتھ فاصلہ رہ گیا۔ تمام جہاز والے پریشان ہو گئے۔ لوگ جہاز کے کپتان کی طرف دوڑے۔ اس وقت تمام لوگ نجات سے مایوس ہو چکے تھے اور سب کو یقین ہو چکا تھا کہ ہلاک ہو جائیں گے۔ آگ قریب آتے آتے دو ہاتھ کی دوری پر پہنچ چکی تھی۔ قریب تھا کہ جہاز کو آگ لگ جائے۔ اور وہ جل کر راکھ ہو جائے۔ ہوا ہمارے مخالف تھی۔ ہم سب پریشان تھے کہ اب کیا کریں کہ معاً اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں الھام فرمایا کہ میں نقش پاک سے کیوں نہ توسل کروں فوراً میری زبان پر یہ اشعار آ گئے۔

سألت ربی بطه صاحب النعلین ومن سما قدره فی الاصفیا الاعلین

(میں نے اپنے رب سے طٰهٰ نعلین والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے سوال کیا۔ کہ ان کی قدر و منزلت تمام بلند نیکوں میں بلند ہے)۔

فی ان یمن علینا بالنسیم اللین یسرع لنا لخو الطیب الاصلین

(اے اللہ ہم پر باد نسیم چلا کہ وہ ہمارے لیے بہترین و خالص خوشبوؤں کا پیغام لائے)۔

ابھی میں یہ الفاظ کہہ کر فارغ ہوا ہی تھا کہ دیکھا کہ نرم و خوشگوار ہوا ہمارے موافق ہو چکی ہے۔ ہم ایک بلند جگہ پر اس نقش کے تصدق اتر گئے۔

۱۴۔ اور اسی راستے میں ایک مقام پر خارجیوں کا قبضہ تھا جو لوگوں کو لوٹتے تھے ان کے پاس بہت سارا اسلحہ اور کثیر لوگ تھے۔ اللہ نے ہمیں ان کی آنکھوں سے چھپائے رکھا اور ہم مدینہ منورہ میں صحیح سالم پہنچ گئے۔(وللہ الحمد)

۱۵۔ اور اسی طرح ایک دن ہم دریا میں سفر پر تھے کہ سامنے ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہوا کہ اگر ہماری کشتی اس سے ٹکرا جاتی تو پاش پاش ہو جاتی۔ کشتی ہماری اس پہاڑی غار میں گھس گئی کہ اس پتھر نے ہمیں آگے

پیچھے دائیں بائیں سے گھیر لیا۔ اس پتھر اور ہماری کشتی کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت دریا کی موجیں پورے جوبن پر تھیں۔ ہم نے گمان کیا کہ اب تو ہماری کشتی ضرور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر غرق ہو جائے گی۔ پس ہم نے نقشِ نعلین کے ساتھ توسل کیا تو اللہ نے ہمیں اس مشکل سے رہائی عطا فرمائی۔ اور اس جیسی کتنی ہی مثالیں ہیں۔

۱۶۔ شفائے بیماراں :

مجھے ایک ثقہ شخص نے خبر دی کہ اس کو ایک شدید مرض لاحق ہو گیا کہ وہ قریبِ ہلاکت ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا کہ میں نقش نعلین مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا اور مجھے شفا بخشدی۔

۱۷- ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت کی ضمانت :

مجھے بعض ایسے بھائیوں نے خبر دی کہ جن کی صداقت پر شک نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے ایسے ممالک کا سفر کیا جن کے راستوں پر چوروں کا ہر وقت خوف رہتا ہے۔ اور ان کے پاس نقش پاک تھا۔ کئی مرتبہ ان کا سامنا چوروں کے ساتھ ہوا لیکن اس نقش نعلین کی برکت سے اللہ نے ان کو چوروں کے شر سے محفوظ رکھا۔

۱۸- برکتِ نقش اور بچھو کی موت:

اور اس کی برکات میں سے ایک برکت و کرامت وہ ہے جس کا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ میں نے یہ کتاب لکھ کر قاہرہ کی لائبریری میں بعض کتب کے ساتھ رکھا۔ میں نے جب اس لائبریری کی وہ الماری کھولی کہ جس میں نعلین مبارکہ کا نقش تھا تو میں نے دیکھا کہ ان کتب کے اوپر ایک بچھو مرا ہوا خشک ہو چکا تھا گویا کہ اس کو مرے ہوئے کافی دیر گزر چکی تھی اور میرے نزدیک یہ صرف نقش نعلین پاک کی برکت کا ہی نتیجہ ہے۔

المختصر اس نقش مبارک کے منافع بہت مشہور ہیں اور اس کے خصائص و خواص چمکتے ہوئے سورج سے زیادہ روشن ہیں۔ اس سلسلہ میں بے شمار ثقات علماءِ کرام سے حکایات مروی ہیں اور اس کے ساتھ توسل کرنا اور شفا مانگنا—— یہ بہت سارے ایسے ائمہ سے مروی ہے کہ جن کی لوگ اقتداء کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں قصائد و قطعات کا ایک وافر حصہ گزر چکا ہے پس ان کو دیکھنا چاہئے اور اس نقش مبارک کو خوب بوسے دینا چاہئیں۔

اور میں نے بے شمار مرتبہ اپنے آقا اور امام چچا جان کو دیکھا کہ وہ نعلین پر اپنا چہرہ اور داڑھی رگڑتے تھے اور ایسے ہی اپنے وقت کے کئی شیوخ اور ائمہ کو دیکھا کہ وہ نقشِ نعلین سے تبرک حاصل کرتے اور اس سے شفا طلب کرتے تھے۔ اور وہ کون ہے جو کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ

وسلم کے آثار مقدسہ سے تبرک حاصل کرنے کا منکر ہو اور ان نادر اشیاء سے فائدہ حاصل نہ کرے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہرِ محبوب کا پنکھا:

اور علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ مصرو شام' حجاز و یمن اور بہت سارے ممالک کے فاتح اور مشرکین کے ہاتھوں سے کئی شہر آزاد کروانے والے سلاطین اسلام میں بہت زیادہ عزت و احترام والے سلطان صلاح االدین یوسف بن ایوب کو مدینہ منورہ کے حکام میں سے کسی نے ایک پنکھا بطور ہدیہ بھیجا جس کی ایک سائیڈ پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ آپ کے لیے ایسا تحفہ ہے کہ اس سے پہلے اس جیسا تحفہ نہ توکسی نے آپ کو بھیجا نہ ہی آپ کے والد کو اور نہ ہی کسی حکمران کو بھیجا ہو گا تو سلطان صلاح الدین غصے میں آ گیا پھر جب دوسری سائڈ کو الٹ کر ملاحظہ کیا تو اس میں یہ دو شعر لکھے ہوئے تھے اور قاصد نے کہا کہ اے سلطان جب تک دوسری سائیڈ کو نہ پڑھ لو غضب ناک نہ ہو۔

انا من نخلة تجاور قبرا   سار من فيه سائر الخلق طرا

(میں نخلستان مدینہ کا پنکھا ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا ہمسایہ ہوں کہ ساری مخلوق اس کی زیارت کے لیے آتی ہے۔)

شبلتنی سعادة القبر حتی صرت فی راحة ابن ایوب اقرا

(میں نے اسی قبر منور کے زیر سایہ پرورش پائی حتی کہ اسی برکت کی وجہ سے میں سلطان صلاح الدین کے لیے راحت پر مقرر ہوا۔)

سلطان نے یہ پڑھ کر کہا کہ اللہ کی قسم تو نے سچ کہا۔ سلطان بہت زیادہ خوش ہوا اور اس پنکھے کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور اس کو بہترین باعث برکت پایا۔

نام محمد ﷺ آنکھوں کی ٹھنڈک :

اور ایسے علماء کی ایک جماعت کہ جن کی اقتداء کی جاتی ہے نے ایسی تحریر کو چومنے اور بوسے دینے' اور اس کی عزت کرنے اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہوئے اپنی آنکھوں اور سر پر رکھنے کی صراحت فرمائی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ہو۔

شیخ امام ابو عبداللہ محمد التوزری نے مخمس قصیدہ الشترا طیبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھے ہوئے قصیدہ کی کئی جلدوں میں ایسی شرح لکھی کہ اس سے پہلے ایسی شرح کسی آدمی نے بھی نہیں لکھی۔ یہ امام ٦٧٤ ہجری رجب شریف کی روشن رات کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے اس شرح میں لکھا کہ ایک انڈہ پر سیاہ خط کے ساتھ واضح طور پر لفظ "**محمد** ﷺ" اس طرح لکھا ہوا تھا کہ اس کو ہر شخص بخوبی پڑھ سکتا

تھا۔ میں نے اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "الغرة اللائحة والمسكة الفائحة فى الخطوط الصمدية المفاخرة المحمدّية" ہے اور اس میں میں نے ایک قصیدہ لکھا ہے جو یوں ہے:

(میری علامت و نشانی یعنی اسم محمد ﷺ کا حسن اس طرح چاشت کے وقت چمک رہا ہے جس طرح کہ جدی سیارہ آسمانوں کی بلندیوں میں چمک رہا ہے۔)

(میں نے اس کی قدر و منزلت میں نظم لکھی اور میں نے اس کو پیارے سید المرسلین کے نام سے شروع کیا۔)

(پس آپ کے انوار چمک رہے ہیں اور ان انوار کی شعاعیں سورج کی مانند روشن ہیں کہ انہوں نے منزل کو شرف بخشا۔)

(جو بھی توحید پرست آپ کے نام کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو بہترین طریقہ سے بوسے دیتا ہے۔)

(جو بھی اس نام پاک کو اپنا وظیفہ بناتا ہے تو گویا کہ اس کے منہ سے میٹھے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔)

(رجب کے مبارک مہینے میں یہ نام مبارک (انڈے پر) لوگوں کے تکبیر و تہلیل کے دوران ہر طرف نور بن کر چھا گیا۔)

یہ ماہ رجب عجیب چیز لایا ہے کہ اس نام پاک کی برکات ہر امیدوار دل میں اور زیادہ موکد ہو گئیں ہیں۔

(اے صبح کی طرح روشن و چمک دار کہ تیرا حسن مکمل ہو گیا کہ

رات کی سیاہی کا خط صرف رات میں ہی ہوتا ہے۔)

(یہ دلوں کے لیے زیادہ پسندیدہ اور زیادہ میٹھا ہے ہر چیز سے اور زمانہ میں اس کے سبب ٹھنڈے میٹھے چشمے رواں دواں ہیں۔)

(یہ ہدایت کی تختی پر نعمتوں کی ایک نشانی ہے ہر اس کے لیے جو کہ اس میں غورو فکر کرے یا انعام کی امید رکھے۔)

(یہ بلندی و بزرگی کے سر کا تاج ہے۔ عورتوں کے زیور سے بڑھ کر حسین ہے)

(یہ بزرگی کے سر پر احسان کا تاج ہے اور یہ کسی بھی مزین تاج سے حسین و خوبصورت ہے۔)

(یہ صبح کے وقت موتیوں کی طرح چمکتا ہے اور یہ خوبصورتی کے لباس کی اکمل شکل ہے۔)

شیخ خطیب ابن مرزوق تلسمانی نے فرمایا کہ میں نے امام التوزری کی یہ تالیف دیکھی ہے اور اس سے یہ ابیات نقل کیے ہیں اور یہ بہترین کتاب ہے اور یہ ابیات ان سے امام ابو عبداللہ شاطبیؒ نزیل تیونس نے نقل کیے ہیں اور ابن حسان سے یہ ابیات ابو عبداللہ بن رشید الفہری صاحب سفر نامہ ملی العیبہ نے روایت کیے ہیں۔

امام توزری :

اور امام التوزری بہت بڑے قاضی اور بہت عظیم عالم و فاضل تھے۔ ان کی کئی مفید کتب ہیں اور یہ بہت بڑے زاہد اور فاضل شخص تھے۔

قاضی عیاض نے شفا شریف میں حکایت بیان کی کہ ابن مرزوق نے قصیدہ بردہ کی شرح میں کئی حکایات جمع فرمائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک قلم قدرت سے پتھروں پر لکھا ہوا پایا گیا۔

ہم تو کیا پتھر بھی قائل ہیں عظمتِ رسول ﷺ کے :

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ میں نے فاس شہر میں ۱۰۲۶ھ کو ایک سیاہ رنگ کا ہاتھ کی ہتھیلی جتنا پتھر دیکھا کہ اس کی ایک طرف قدرتی طور پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا جبکہ دوسری طرف **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا اور کتابت کا رنگ بھی سیاہ تھا۔ کئی لوگوں نے بطور امتحان اس میں سے چند حروف کو مٹانا چاہا تو وہ اور بھی نمایاں نظر آنے لگے کیونکہ وہ قلم قدرت سے لکھے ہوئے تھے۔

کروں تیرے نام پر جاں فدا :

اس پتھر کی مالکہ ایک فاسی عورت تھی۔ میں نے اس کو اس پتھر کے وزن سے دوگنا زیادہ سونا دینے کی پیش کش کی تاکہ وہ پتھر مجھے بیچ دے۔ میں نے اس سلسلہ میں تمام تر کوششیں کر کے دیکھ لیں لیکن اس

عورت نے یہ پتھر بیچنے سے انکار کر دیا۔ وہ پتھر کئی دن میرے پاس رہا۔ پھر میں نے اس کو واپس کر دیا اور یہ پتھر فاس شہر میں مشہور ہے اور حاملہ عورتیں دردزہ سے بچنے کے لیے اس کو حاصل کرتی ہیں۔ اس عورت نے بتایا کہ میں نے یہ پتھر اسی دور قریب میں ہی ساحل سمندر پر پایا تھا۔

بابرکت اشیاء کو بوسہ دینا:

بہت سے معتمد علمائے کرام کے حال سے ہمیں معلوم ہے کہ وہ آثار محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کیا کرتے تھے اور یہ بہت مشہور و معروف چیز ہے۔

اور ان مبارک آثار کو چومنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے میں اس کی طرف کچھ اشارہ کرتا ہوں۔ بہت سارے علماء اور بالخصوص مالکی حضرات کا یہ خیال ہے کہ جس چیز کے چومنے کا شریعت میں حکم ہے' اس کے علاوہ کو چومنا مکروہ ہے۔ مثلاً جو اسود کو چومنے کے بارے میں شریعت میں نص وارد ہے۔ جیسا کہ بعض علماء نے تقبیل حجر اسود پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے۔ نہ تو نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان اور اگر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو کبھی بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ تو اس میں یہ نص ہے کہ جن اشیاء کے بارے میں شرع میں چومنے کی صراحت نہیں ان کو چومنا مکروہ ہے۔

امام زین الدین عراقی نے امام شافعی کے اس قول: بیت اللہ کے کسی بھی حصہ کو چومنا حسن ہے، کے بارے میں فرمایا کہ یہاں حسن سے مراد مشروعیت نہیں بلکہ اباحت ہے۔ اور مباح حسن چیزوں سے ہے جیسا کہ اصولیوں نے بیان کیا ہے۔

اور بعض علماء نے امام عراقی کے اس کلام کے بارے میں کہا کہ اس میں نظر ہے۔

اور امام عراقی نے یہ بھی فرمایا کہ بطور تبرک اماکنِ مقدسہ، اولیا کے ہاتھ اور پاؤں چومنا ارادہ نیت کے اعتبار سے پسندیدہ اور اچھا فعل ہے!

حضرت ابو ہریرہ اور آثارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن سے سوال کیا کہ ان کو وہ جگہ دکھائیں جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ انہوں نے ناف کے بارے میں بتایا تو...... اس جگہ کو حضرت ابو ہریرہؓ نے آثار و ذریت مصطفوی سے برکت حاصل کرنے کے لیے بوسہ دیا۔

مشہور تابعی حضرت ثابت بنانی کا عمل :

حضرت امام ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک ان کو چوم نہ لیتے اور کہتے یہ وہ ہاتھ ہیں جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو چھوا ہے۔

بوسہ منبر و مزار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم :

حضرت ابو سعید بن العلا نے خبر دی کہ میں نے ابن ناصر الدین محدث وغیرہ کے قلم سے امام احمد بن حنبل کے ایک قدیم جز کو دیکھا کہ امام احمد بن حنبل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر منورہ اور منبر شریف کے بوسہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حافظ ابو سعید نے کہا کہ ہم نے ابن تیمیہ کو یہ حوالہ دکھایا تو اس پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ امام احمد بن حنبل کا یہ کلام عجیب ہے۔ حافظ ابو سعید نے کہا کہ ہمیں تو اس سے بھی عجیب کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے حضرت امام شافعی کی قمیض کو دھو کر اس کا پانی بطور تبرک پیا۔

یہ تو اہل علم کی تعظیم کا حال ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آثار کا کیا کہنا

اور مجنوں نے لیلیٰ کے لیے خوب کہا ہے!

امر علی الدیار دیار لیلیٰ   اقبل ذالجدار و ذالجدارا

(میں دیار لیلیٰ سے گزرا، میں اس کی دیواروں کو یکے بعد دیگرے چومتا ہوں)

وما حب الدیار شغفن قلبی   ولکن حب من سکن الدیارا

(اور میرا دل ان گھروں کی محبت میں مشغول نہیں ہے لیکن میں گھروں میں رہنے والوں کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہوں۔)

امام محبّ الدین الطبری و آثارِ مقدسہ :

امام محبّ طبری نے فرمایا کہ حجرا سود کو چومنے اور رکنِ یمانی کو ہاتھ لگانے سے مستنبط ہوتا ہے کہ کسی چیز کو اللہ کی تعظیم کی خاطر چومنا (بوسہ دینا) جائز ہے اگرچہ اس کے مندوب ہونے میں کوئی خاص خبر وارد نہ ہوئی ہو کیونکہ اس کی کراہت پر کوئی بھی حدیث وارد نہیں ہے۔

قرآن مجید و حدیث شریف اور قبور صالحین کا بوسہ لینا :

اور میں نے اپنے جداکبر محمد بن ابی بکر کی بعض تالیفات مین امام ابو عبداللہ محمد بن ابی الصیف سے نقل کردہ دیکھا ہے کہ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ مصحف مبارک کو دیکھتے تو بوسہ دیتے حدیث کی کوئی کتاب دیکھتے تو اس کو بوسہ دیتے اور جب قبور صالحین کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے تھے اور اس میں کچھ بعد بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ان سب میں اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہے۔

لیکن مالکیہ کے نزدیک اس میں کراہت ہے! جیسا کہ پہلے گذرا۔

امام ابن الحاج نے مدخل میں لکھا!

بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا طواف کرتے ہیں تو اس سے بچنا چاہیئے اور اسی طرح عمارت کو مس کرنا اور ان میں اپنے رومال اور کپڑے ڈالنا یہ سب کچھ بدعت ہے اور تبرک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہے اور زمانہ جہالت میں پتھروں کی عبادت اسی طرح سے

شروع ہوئی اس لیے ہمارے علماء کعبہ اور مسجد کی دیوار اور قرآن کو اس طرح چھونے سے منع فرماتے ہیں اور قرآن کی تعظیم اس کی قرأت اور اس پر عمل کرنا ہے نہ کہ اس کے چومنے اور اس کے لیے قیام کرنا ہے جیسا کہ آجکل بعض لوگ کرتے ہیں اور مسجد کی تعظیم اس میں نماز پڑھنے میں ہے نہ کہ صرف اس کی دیواروں کو چھویا جائے اور اسی طرح وہ ورق کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہو اور وہ ورق کسی گندی جگہ پر پڑا ہو تو اس کی تعظیم یہ ہے کہ اس کو اس جگہ سے اٹھایا جائے نہ کہ صرف اس کو چوما جائے اور اس کے لیے قیام کیا جائے۔ اور اسی طرح اللہ کے ولی کی تعظیم اس کی اتباع میں ہے نہ کہ صرف اس کے ہاتھ چومنے میں ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ ابن الحاج نے تو اس کو مکروہ کہا ہے جبکہ اس سے پہلے کئی علمائے مالکیہ سے نعل مبارک کے بوسہ کے بارے میں گذرا کہ وہ جائز بلکہ بہت پسندیدہ فعل ہے اور اس سے پہلے باب میں کئی قصائد اور قطعات اس کے بوسے کے استحباب میں گزرے ہیں تو کیا حق ان علماء کے ساتھ ہے یا کہ ابن الحاج کے ساتھ جبکہ ابن الحاج بھی علمائے زاہدین اور اصحاب تقویٰ و قابل اقتداء لوگوں میں سے ہیں۔

تو میں کہوں گا کہ جن مالکی علماء نے مثال مبارک کے بوسے کو جائز کہا ہے شاید انھوں نے ان علماء کی اقتداء کی ہو جو جائز سمجھتے ہیں اور اگر یہ معاملہ نہیں تو ہو سکتا ہے انھوں نے یہ عشق و محبت کے غلبہ کی وجہ سے کہا ہو۔

کسی نے کیا خوب کہا

فقلت و من یملك شفا ھا شوقة · اذا ظفرت یوماً بمنیھا القصوی

(میں نے تو کہہ دیا مگر جب محبوب کی سواری کے آثار دکھائی دیں گے تو ہونٹوں کو بوسہ لینے سے کون روک سکتا ہے)۔

امام تقی الدین سبکی کا عمل:

علمائے شوافع میں سے ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ امام تقی الدین سبکی جن کی شہرت و عظمت تعارف کی محتاج نہیں۔ جب حضرت امام فخر المسلمین خصوصاً فخر الشوافع، امام نووی کی وفات کے بعد شام میں جامعہ اشرفیہ کے دارالحدیث میں بطور مدرس آئے تو انہوں نے اپنے متعلق یہ ابیات کہے:

وفی دارا لحدیث لطیف معنی · اصلی فی جو انبھا وأوی

(کہ اس دارالحدیث میں ایک لطیف معنیٰ موجود ہے میں اس کی ہر جانب اور طرف میں نماز پڑھوں گا)۔

لعلی ان امس بحر وجھی · مکانامسه قدم النوادی

(تاکہ میرا چہرہ اس جگہ کو مس کرے جس جگہ پر امام نووی کے قدم لگے ہوئے ہیں)۔

یہ تو امام نووی کے آثار کا حال ہے تو ان آثار کے بارے میں کیا

خیال ہے جن کو یہ شرف اس ہستی کی وجہ سے ہو جس سے کائنات کی ہر شے نے شرف پایا۔

اور کتنا ہی اچھا قول ہے اس بارے میں امام سید علامہ احمد بن محمد بخاری حنفی کا کہ امام تقی الدین السبکی کے اشعار میں تبدیلی کر کے کہ (جس کو اللہ نے اپنے پیارے محبوب کے طفیل عزت و شرف بخشا ہے) کے بارے میں کہا کہ غارِ حرا میں ایک لطیف نکتہ اور میرا روح و دل اس کی تمام جوانب و اطراف میں مشتاق ہے تاکہ میرا چہرہ اس جگہ کو مس کر جائے جس جگہ کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں نے مس کیا تھا

وفي غار الرسول لطيف معنى　　تحن الى جوانبه عظامی

لعلی ان امس بحرو جهی　　مكانا مسه قدم التهامی

حضرت صحابہ کرامؓ اور آثارِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت عبداللہ بن عمر و انس بن مالک اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ آثارِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک حاصل کرتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہوں کا قصد کیا کرتے تھے اور ان راستوں کو ڈھونڈتے جن راستوں پر اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم لگے ہوئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے میں بطور تبرک پانی پیتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ تھا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس تھا۔

اور صحابہ کرام کی ایک جماعت جن میں سے حضرت معاویہ بھی ہیں کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے (بال) مبارک تھے حتیٰ کہ انہوں نے وصیت کی کہ یہ بال مبارک ان کے ساتھ ان کی قبر میں تبرکاً دفن کر دیے جائیں۔ اور وہ ان بالوں کے ساتھ تبرک اور توسل حاصل کرتے تھے۔

اور باب اول میں حضرت انس بن مالک سے عیسیٰ بن طہمان کی روایت نعلِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اسی طرح گزری۔

اور الشفاء للقاضی عیاض میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مشاہد و معاہد اور ہر اس چیز جس کو آپ نے مس کیا ہے اور ہر وہ چیز جو آپ کی طرف منسوب ہے کا ادب واحترام اور تعظیم لازم ہے۔

اور ہم (اللہ تعالیٰ ہم کو معاف فرمائے اور اپنے فضل سے قبول فرمائے) نے اس نعل مبارک کو نہیں دیکھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا اور ان آثار کو نہیں دیکھا جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا تو ہمارے لیے ان اشیاء کی مثال ہی عزت و اکرام کے لیے کافی ہے اور اس سلسلہ میں ہم نے مقتدرائمہ کرام کی اقتداء کی ہے جو کہ اسلام کے مشائخ ہیں، کچھ کلام تو اس سلسلہ کا پچھلے ابواب میں گذر چکا ہے۔ اور ہم نے ان آثار کی برکات کا خود مشاہدہ کیا ہے۔ اللہ ہی کے لیے حمد و تعریف ہے کہ

ہمیں یہ اشیاء و نقول بغیر کسی تکلف اور کوشش کے ثقات علماء سے میسر آئیں۔

اور ہم نے جو کچھ پیچھے اکابر صالحین علماء کی جماعت سے نظم و نثر کے ذریعے اس مثال مبارک کے بے شمار منافع بیان کیے ہیں وہاں پچھلے ابواب میں ان کو دیکھنا چاہیئے اور اگر کہیں ان کا تکرار ہو جائے تو اصل مطلوب تو اس کا یہ ہے کہ اس شخص کی ناک خاک آلود کی جائے جو حاسد اور جھگڑالو مزاج ہے اور یہ بیان خبر کا محتاج نہیں ہے اور اس میں ہم نے ایسے اشارے کر دیے ہیں جو کلام سے مستغنی ہیں اور اول آخر میں تعریف و حمد اللہ تعالیٰ کے ہی لیے ہے۔

☆☆☆☆☆☆

خاتمہ

نعلین مبارکہ سے متعلقہ مختلف امور

اللہ تعالیٰ سے اس اچھائی کا سوال ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر مجھ پر القاء کیا اور اس کی فضیلت کی خیرات سے مجھے نوازا...... تو یہ اس کتاب کا خاتمہ ہے یعنی گویا کہ اس پوری تصنیف کی تلخیص ہے کہ خاص خاص چیزوں کا نچوڑ اس آخری باب میں بیان کر دیا جائے۔

اللہ تجھے اغیار سے بچائے اور مجھے اور تجھے اخیار کے راستے پر چلنے کی توفیق دے کہ۔

یہ نظم کہ جس پر میں اس کتاب کو ختم کر رہا ہوں اور اس مثال مبارک کے محاسن بیان کرنے میں میں نے کتمان سے کام نہیں لیا ہے۔ یہ خاتمہ اس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے کہ ایک مستقل تصنیف تصور کیا جائے اور تصنیف بھی ایسی کہ انسان کو اس کی مراد تک رسائی دلا دے اور میرا ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت عامہ بخشے۔

اور میں نے اس کتاب سے پہلے ایک مختصر مگر جامع تصنیف لکھی ہے اور اس میں بہت ساری قابل اعتماد نقول پیش کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے قولاً اور عملاً مفید اور بہترین بنائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے۔ آپ پر صلاۃ و سلام ہو!

الحمد للہ قد اعلاء   بلبس خیر العالمین النعلا

(سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس نعل مبارک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہننے کی وجہ سے فضیلت دی)

(اور اس کو بہت سارے مناقب کے ساتھ مخصوص فرمایا کیونکہ

اس کو خاتم النبین نے اپنے مبارک پاؤں میں پہنا ہے)۔

(اور اس رب کریم کا شکر ہے جس نے ہمیں ایسے علوم سے متعارف کرایا جس جس نے ہمیں عزت و شرف بخشا)۔

(اور وہ علم آداب و شمائل کا ہے ان کی طرف رجوع کرنے والے کے لیے گمراہی کا تصور نہیں)۔

(اور درود ہو اس نورانی گلشن پر جس سے خیر الوریٰ کی خوشبوئیں عرفاً حاصل کرتے ہیں)۔

(اور نعل پہن کر ہر چلنے والے سے افضل ترین وہ ذات ہے کہ جس کو اللہ عزوجل نے وحی کے ساتھ مخصوص فرمایا)۔

(اور ہر تعریف اور مدح پر اعتراض ہو سکتا ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر الوری کی تعریف بالاجماع اس سے مبرا ہے)۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے امام ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر شفاعت کا تاج سجایا گیا ہے)۔

(اور آپ کو ان اشیاء کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا کہ جو کسی اور کو میسر نہیں اور اس کا بیان آپ کے فرمان : انا لھا: میں ہے)۔

(آپ پر پاکیزہ صلوٰۃ و درود و سلام کی بادل گھٹائیں بن کر برسیں)۔

(اور آپ کے اصحاب و آل پر بھی بادِ صبا کی طرح درود و سلام ہوں)

(اور اس کے بعد میری اس صاف ستھری منتخب نظم سے میرا ارادہ نعال مبارک کا ذکر اوج سے مزید ترقی و بلندی کے ساتھ کرنا ہے)۔

(اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہر عاقل کے قول میں استعمال ہونے والے کلام سے اولیٰ و افضل ہے)۔

(اور آپ کی سیرت کی خدمت ہر چھوٹی بڑی دولت کے جمع کرنے کے اہتمام سے اعلیٰ و افضل ہے)۔

(اور میرا بہت بڑا مقصد یہ ہے کہ مجھے اس کے ساتھ دنیا و آخرت کا سکون میسر آ جائے)۔

(اور میں جنت الخلد میں نیک لوگوں کے ساتھ رہوں اور اغیار کی تکلیف سے امن میں رہوں)۔

(اور جب میں اس کے لکھنے پر مصر ہو گیا تو میں نے اصرار کے ساتھ اس پر ہمت سفر باندھی)۔

(اور میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے محاسن مشاہدہ کیے ہیں اور لوگ اس پر تعجب کرتے ہیں)۔

(میں ایک دن ندا دیتا ہوا حاضر ہوا کہ ساری وادی اس کے نور سے معمور تھی)۔

(تو مثالِ مبارک عالی شان کا ذکر جاری ہوا اور اس کی اطاعت میں اس کا وصف بیان ہوا)۔

(پس میں نے کہا کہ میں ارض مغرب میں تھا اور میں نے اہل مغرب کے اقوال میں ایک تالیف کی)۔

(اور اس میں بڑے بڑے علماء کی نظمیں لکھیں جو کہ ایک سو سے زائد ہیں۔

(اور ان تمام کو میں نے ایک تالیف میں جمع کر دیا اور کچھ نئ چیزیں بھی اس میں داخل کر دی ہیں)۔

(لیکن اس کے باوجود گھر سے دوری و کثرت رنج و حاجات کے باعث اس میں میں معذور ہوں)۔

(اور یہ عذر میری کوشش میں کمی کیوجہ سے نہیں بلکہ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق ہی خرچ کرتا ہے)۔

(بہر حال جو کچھ حاضر ہے اسی کو نذر کرنا۔ یہ زیادہ چیز کے انتظار میں بیٹھنے سے بہتر ہے)۔

جیسا کہ بروقت میسر آنے والا عام موتی دیر سے ملنے والے یاقوت سے بہتر ہے)

(پس یہ میری طرف سے جمع کردہ کوشش ہے نعل مبارکہ کے بارے میں ایسا قول ہے جو کہ سماعت کو بھلا لگے۔

(اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی قسم، میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اس تصنیف کی نثر کو نظم کرنے میں)

(اس مقصد کی کوئی تصنیف میں نے نہیں دیکھی مگر نہایت مختصر)۔

(چاہے وہ کلام ابن عساکر کا ہو یا امام بلقینی کا یا امام سلبتی کا)۔

(اور ان کا تمام کلام حسین ہے اور اس میں تقریباً تیس کے قریب نظمیں ہیں)۔

(اور ان کو حروف معجم کی ترتیب سے اکٹھا کر دیا ہے اور ابن فرج کے طریقہ پر اس کو شروع و ختم کیا)۔

(ابن فرج کے تمام کلام پر میں واقف نہیں ہو سکا لیکن اصحاب نے تو اس کو کمال تک پہنچایا ہے)۔

(پھر میں نے بعض ایسی متفرق نظمیں دیکھیں جیسا کہ روشنائی اندھیرے میں منتشر ہو)۔

(نعل مبارک کی مثال کے وصف کو واضح کیا اور اس میں سے اس کو خارج کر دیا اس مدحت کی طرف کہ جس کا حق ہے کہ وہ آسمان تک بلند ہو اور اس کا نور چمک رہا ہے اور اللہ کے رسول اور دنیا کے بادشاہوں کی وہ اصل ہیں)۔

(اور جو کچھ میں نے جمع کیا وہ تمام اس مفہوم و معنی میں شعلہ کی طرح روشن ہے)۔

(اور یہ جمع شدہ مواد وہ ہے جو کہ متفرق تھا اور اس میں سے بعض تو میری اپنی فکر و سوچ کا نتیجہ ہے کسی کتاب سے اخذ نہیں کیا)۔

(اور جو ابن عساکر اور امام سراج الدین بلقینی کا کلام ہے وہ بہت مختصر ہے)۔

(اور میں نے ان کے کلام پر بہت کچھ اپنے رب سمیع اور واھب کی عنایت سے اس پر اضافہ کیا ہے)۔

(اور مَیں نے اس کا نام "نفحات العنبر فی وصف نعل ذی العلی والمنبر" تجویز کیا ہے)۔

(اور اپنے اللہ کریم سے اجر عظیم کا طلب گار ہوں)۔

☆☆☆☆☆☆

فصل

بصُورت نظم نعل کا معنی اور اس کو پہننے کی کیفیت، رنگ، جنس اوراس کی تعریف و توصیف اور نبی اکرم ﷺ کے تلووں سے فیض پانے والے نعلین کا بیان:

اشعار کا مفہوم :

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلندیوں کے مالک ہیں۔ آپ نعلین پہن کر چلتے تھے)۔

(نعل وہ ہوتی ہے جو قدموں کو زمین سے بچائے اور خیر الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل چمڑے کی بنی ہوئی تھی)۔

(وہ چمڑا گائے کا اور اس پر بال نہ تھے جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے)۔

(اور ابن عمر کا صحیح جواب ہے جو کہ ابن جریج کے لیے زمر نے روایت کیا ہے)۔

(آپ کی نعلین دو تسموں والی تھی جیسا کہ حضرت انس سے مروی ہے اور وہ ہر قسم کے میل سے پاک تھی)۔

(اس کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے مثلاً امام ترمذی اور یہ طرق ماخذ کے لیے کافی ہیں)۔

(اور ان طرق میں سے جامع اور بلند طریقہ مفتی الانام کا ہے)۔

(سعید المقری نے روایت کیا اور اس سے شیخ الاجل النسفی نے)۔

(التسنی نے اپنے باپ سے اور اس نے ابن مرزوق سے اور ابن مرزوق اپنے باپ سے)۔

(اور وہ اپنے دادا شیخ الانام فارقی سے روایت کرتے ہیں)۔

(ابن عساکر نے ان سے روایت کی اور روایت اخذ کرنے کا حق ادا کر دیا ہے)۔

(انہوں نے امام سلفی سے اور انہوں نے امام ابو غالب بسامی سے روایت کی اور انہوں نے فرمایا)۔

(اور وہ اس شخص سے جو کہ ترمذی کے طرف منسوب ہے اس سے روایت کرتے ہیں یعنی ابو قاسم سے جو کہ اس کو)۔

(اپنے دادا محمد جو کہ بڑی عزت و جلال والے ہیں ان سے روایت کرتے ہیں اور وہ)۔

(کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی عفان نے اپنے شیخ حماد سے جو کہ بڑے استاذِ حدیث ہیں اور وہ)۔

(حضرت قتادہ سے جبکہ حضرت قتادہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کے دو تسمے تھے)۔

(دوسری سند کا مفہوم اس طرح ہے)

اور ہم کو خبر دی شیخ تو   سیب النفس نے جو نزیل فاس شہر ہیں۔ انہوں نے کمال الاوحد الطّویل سے اور وہ حجازی جلیل القدر سے اور ابو المجد نے حجاز سے' وہ زبیدی سے اس کو نقل فرماتے ہیں اور وہ اس سند کو عبدالاول سے جبکہ وہ شیخ داؤدی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ سرخسی سے اور وہ فربری سے وہ امام بخاری سے وہ امام حماد سے اور امام حماد بہت بڑے علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی حضرت قتادہ نے انہوں نے اس کو حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسی کی طرح۔ اور ہمیں یہ سند کافی ہے اور ہم اس کے علاوہ بھی جو چاہے اس کے لیے اسناد ذکر کریں گے۔ اور ایک روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص نعلین کے بارے میں بھی آئی ہے۔ اور آپ کی نعلین کے رنگ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ رنگ کی زرد تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنتے وقت دائیں پاؤں سے شروع فرماتے تھے۔ اور نعلین شریف اتارنے میں اس کے برعکس کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابو ہریرہ بن صخر کی روایت میں اس کا حکم ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام دائیں ہاتھ سے کرتے تھے اور یہ آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ جیسا کہ کنگھی کرنا اور نعلین پہننا اور پاکیزگی کے دیگر کام جو بھی آپ کرتے تھے۔

ابن الجوزی کہ (اللہ تعالی ان کی قبر کو فوزو کامیابی کے بادل سے سیراب فرمائے) نے تحقیق فرمائی ہے کہ ہمیشہ دائیں سے پہننا بائیں

سے پہلے --- یہ امن و تندرستی ہے۔ اور چاہیے کہ جوتے اتارتے ہوئے بائیں سے پہل کرے جیسا کہ شرع میں نص وارد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل کی لمبائی امام عراقی کے نزدیک ایک بالشت اور دو انگلیاں۔

اور اندر کی طرف سے جہاں سے کہ ٹخنوں کے ساتھ ملتی ہے اس کی چوڑائی سات انگلی ہے۔

اور تسموں کی جانب سے چوڑائی دو انگل کا اندازہ کیا گیا ہے۔

اور اس کے اوپر والے حصہ کی بھی تحدید کی گئی ہے اور وہ محدد ہے۔

اور بعض حفاظ نے کہا کہ امام عراقی نے جو کچھ بیان کیا اس سلسلے میں بھی آثار وارد ہیں۔

(مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین کو پہن کر اس کی عظمت میں اضافہ فرمادیا اللہ کی رحمت ہو آپ پر کہ آپ نے اس کو پہنا)

(اور کائنات کے نزدیک اس نعل کی عظمت اس لئے ہے کہ اس کو انس و جن کے شفاعت فرمانے والے کے پاؤں نے مس کیا ہے)

(کاش کہ میرا چہرہ فرش راہ ہو اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارکہ اوپر سے گزریں)

(تاکہ میں وہ کامیابی حاصل کرلوں کہ وہ مجھے ہر قسم کے رنج والم سے چھٹکارا دلادے)

(میں ایسی امید لے کر مدح کر رہا ہوں جس کا چاند ماند نہیں پڑتا)

(اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کی کشادگی کے پورے ہونے اور اس سے نیکی کی توفیق اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں)

(اور ہر لغزش جو کہ مجھ سے سرزد ہو چکی ہے اس کی معافی طلب کرتا ہوں کیونکہ اس کا فضل میرے کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا ہے۔)

منافعِ نعلین کا منظوم بیان

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام ہو اس ذات پر جس نے نعلین کو شرف بخشا اور آپ کے آل و اصحاب اور اُن پر جنہوں نے آپ کے سیدھے راستے کی پیروی کی)۔

(جاننا چاہیے کہ مثالِ اطہر کے لیے منافع شہرت سے زیادہ ظاہر ہیں)

اور میں یہاں ان منافع میں سے قلیل اور بہت کم بیان کیا ہے اور بہت ساری چیزیں بادلیل ہیں جو کہ ابھی بتایا ہے)۔

(یہ جو میں نے بیان کیا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ سمندر میں سے ایک قطرہ ہے)۔

(جس نے بھی اس کو اٹھایا تو اس نے گویا کہ دونوں جہانوں کی قبولیت کو یک جملہ اٹھالیا)۔

(ان نعمتوں میں سے یہ ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے گا یا پھر آپ کی قبر منور کا دیدار کرے گا)۔

(اور جس نے بھی اس مثال مبارک کو اپنے پاس رکھا وہ ہر قسم کی بیماری اور تنگی و تکلیف سے دور رہے گا)۔

(اور وہ ہر باغی کی بغاوت سے بچا رہے گا اور اپنے دشمنوں اور سرکشوں پر غالب رہے گا)۔

(اور یہ حرزِ اعظم ہے ہر آنے والے شر اور شیاطین اور حاسدین کے لئے۔)

(اور اگر یہ نقش پاک کسی قافلہ میں ہو تو کوئی بھی چور یا ڈاکو اس قافلے کو نہ لوٹے گا)۔

(اور اگر یہ کسی گھر کے اندر ہو تو وہ گھر لٹنے اور آگ سے جلنے سے محفوظ رہے گا)۔

(اور یہ امن کے لئے مدد گار رہے گا جس میں لشکر میں ہو تو لشکر ہزیمت سے دوچار نہیں ہو گا)۔

(اور جس نے بھی اس سے توسل کیا اور اسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوال میں ذکر کیا تو اس کا وہ سوال پورا ہو گا)۔

(اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ جس سے توسّل پکڑا جا رہا ہے وہ خلق کے ہادی اور رسولوں کے امام ہیں۔)

(اور بعض فضلاء نے اس نعلین کے نقش بڑی خوبصورت صورتوں میں اپنے بعض شاگردوں کے لیے بنائے)۔

(اور کچھ مدت کے بعد وہ شاگرد آیا اور اس نے خبر دی اور جو کچھ اس نے مشاہدات کئے اس پر تعجب کیا)۔

(اور کہا کہ میری بیوی کو ایک بہت بڑی تکلیف تھی۔ اور وہ تکلیف اتنی شدید تھی کہ وہ مرنے کے قریب ہو چکی تھی)

(میں نے اِس نقش پاک کو رفع تکلیف کی نیت سے اس کو جائے تکلیف پر رکھا)

(ہم اس بیماری کی شفا سے مایوس ہو چکے تھے کہ اس نقش کو رکھنے

کے ساتھ ہے تکلیف رفع ہو گئی)۔

(اور میں نے جب بھی اپنے رب سے کسی کام کے وقت اس نعل

کے مالک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سوال کیا وہ سوال پورا ہوا)۔

(اور میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو کہ نقش نعلین کی برکات

کا قائل نہیں تھا۔)

(جب اس نے اس نقش کو اپنی حاجت کے لئے استعمال کیا تو اس

مقصد کو اس نے حاصل کر لیا)

(اور جب میں جزائر کے سفر میں تھا تو یہ نقش میرے پاس تھا تو ہر

مقیم و مسافر میری عزت کرتا تھا)

(اور اماکن شریفہ کی زیارت کا عزم کیا تو اس کے صدقے سرسبز

زمین اور پانی کے چشمے دستیاب آئے)

(اور جب میں نے اپنے ساتھیوں کو فاس شہر میں چھوڑ کر علم

حاصل کرنے کی نیت سے آگے بڑھا)

(تو میں شیخ قطب شاذلی کی زیارت کے لئے گیا)

(میں ان کی قبر کے پاس تھا تو مجھ پر بہت سارے بھید منکشف ہوئے)

(اللہ اپنے ان اولیاء کرام اور اہل مقامات حضرات سے نفع پہنچائے)

(اور اس کے بعد میں بحرِ سبت کے سفر پر چل پڑا تو اچانک دریا میں

سے ایک موج ہمارے طرف آئی)

(اور دریا اس وقت مکمل طغیانی پر تھا اور اس کی حالت بیان کرنے سے قاصر ہوں)

(تو فوراً میرے دل میں نقش پاک کا خیال آیا کہ کیوں نہ میں یہ نقشِ پاک جہاز کے کپتان کے پاس بھیجوں۔)

(تو جب میں نے یہ نقش پاک جہاز کے کپتان کے پاس بھیجا اس وقت اس پر مکمل خوف چھایا ہوا تھا۔)

(ہمارے اس سفر کی عاقبت سلامتی کے ساتھ ہوئی اور اس کی علامات اسی وقت ظاہر ہو گئی تھیں)

(اسی طرح سوس شہر کے سفر میں بھی ہوا کہ دریا مکمل طور پر طغیانی پر تھا)

(اور موجیں پہاڑوں کی طرح ہمارا استقبال کر رہی تھیں، جب اہل تجربہ اپنی زندگیوں سے مایوس ہو گئے تو مایوسی کے بعد اللہ نے ہمارے لئے اس سے نجات پیدا فرما دی۔

(اور اس نقش مبارک کے مصیبت کے وقت عظیم فوائد میں سے وہ قصہ ہے جو کہ مغرب میں پیش آیا)

(ہمارے شیخ قصار مفتی فاس جو کہ سر بند مشک اور پاکیزہ دل آدمی اُن سے روایت ہے)

(یہ حکایت میں نے ان کی زبانی تو نہیں سنی لیکن بعض ثقہ لوگوں نے اس کو مجھ سے بیان فرمایا ہے۔)

(اور یہ واقعہ اس کی صغر سنی میں ان کے ساتھ پیش آیا تھا اور یہ
واقعہ ان کے عظیم المرتبت ہونے پر دلالت کرتا ہے)
(کہ جب وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکان کے نچلے حصے میں
تھے تو ان کے سر کے اوپر دیوار میں نعلین شریف کا نقش لگا ہوا تھا۔)
(وہ مکان امیر لوگوں کے مکانوں کے طرح بڑا وسیع و عریض مکان تھا)
(دورانِ گفتگو وہ مکان ان پر گرا اور منہدم ہو گیا۔ لیکن نعلین
شریف کے نقش کی برکت سے وہ اور ان کے اہل و عیال محفوظ رہے۔

شمائل قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ جھلکیاں :

ہم کچھ ایسے مسائل کا خاتمہ میں ذکر کر رہے ہیں جن کا ذکر ابتداء
میں ہونا چاہیے تھا۔

ا۔ ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے : رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کے مبارک قدم تمام انسانوں
کان احسن البشر قدماً. سے خوبصورت تھے

بخاری و مسلم اور بیہقی میں روایت ہے :

کان رسول الله ضخم القدمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
قدم مبارک گوشت سے پر تھے

ترمذی میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پُر گوشت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں خوبصورت لمبی تھیں۔ پاؤں کے تلوے گہرے تھے۔ قدم مبارک ہموار تھے جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو بہہ جاتا۔

(خمصان) اس کو ایک جماعت نے بضم الخاء پڑھا ہے اور صحاح امام جوہری اور نھایہ ابن اثیر میں بھی ایسے ہی ہے لیکن شفا قاضی عیاض کے بعض نسخوں میں خاء پر فتح لکھا گیا ہے اور نھایہ میں ہے کہ الاخمص قدم کا وہ حصہ ہوتا ہے جو کہ چلتے وقت زمین کو مَس نہیں کرتا اور خمصان اس سے مبالغہ ہے یعنی قدمین کا وہ نچلا حصہ جو چلتے وقت زمین کے ساتھ نہیں ملتا تھا۔

ابن الاعرابی سے اس بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ خمص الاخمص۔ نہ تو زمین سے زیادہ بلند اور نہ ہی زمین کے ساتھ بالکل مَس کیا ہوا۔ اور یہ نہایت ہی حسن ہے۔

مسیح القدمین) میم فتح کے ساتھ اور سین کسرہ کے ساتھ اور یائے ساکنہ جبکہ حا: مہملہ۔ اس کا معنی ہے کہ وہ دونوں نرم و نازک تھے اور ان میں پھٹن اور شگاف نہ تھے اور جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو وہ فوراً بہہ جاتا ان پر ٹھہرتا نہیں۔ جب چیز دور ہو جائے تو کہا جاتا ہے: نباء الشئی ینبو اذا تباعد۔

اور وہ روایت جسے امام عبدالرزاق اور بزار نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم نیچے سے برابر تھے" اور ایک روایت میں الفاظ ہیں

کلهالیس له اخمص کہ دونوں پاؤں میں ابھرا ہوا حصہ نہیں تھا۔

تو اس میں شاید یہ احتمال ہو جیسا کہ بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ اس وقت تھا جبکہ آپ تیز چلتے تھے اور جب آپ نرمی کے ساتھ چلتے تھے تو پھر وہ حصہ زمین سے نہیں لگتا تھا۔ تو اس طریقہ سے یہ دونوں روایتیں جمع ہو گئیں۔

(سائر الاطراف) یہ را اور لام کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

اور علامہ ابن حجر نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے بارے میں کئی حضرات سے روایت آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پُر گوشت تھے۔ یعنی انگلیاں مبارک پُر اور مضبوط تھیں اور دونوں قدموں میں نچلی طرف ایڑی اور پنجہ کے درمیان تھوڑا سا حصہ ایسا تھا جو کہ معمولی سا زمین سے بلند رہتا تھا اور مسیح القدمین کہ دونوں قدم ملائم و نرم و نازک تھے اور ان میں کوئی پھٹن اور شگاف وغیرہ نہیں تھا۔

اور شرح ہمزیہ میں ہے کہ قدم میں سے وہ حصہ جو کہ زمین کے ساتھ مَس نہیں ہوتا تھا تو یہ چلتے وقت ہے اور خمصان مبالغہ ہے اور یہ اس کا رد نہیں کرتا جو کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو آپ کے قدم مبارک تمام کے تمام زمین پر لگتے تھے اور ان میں سے کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جو کہ زمین سے اٹھا ہوا ہو۔

اور ابن عسا کر نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں وہ حصہ جو زمین سے اٹھا ہوا نہیں تھا۔ کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ حصہ زمین سے معمولی سا اٹھا ہوا ہوتا تھا نہ کہ بہت زیادہ یعنی یہ معتدل مقدار میں تھا۔ اور ابن الاعرابی نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ وہ حصہ زمین سے زیادہ مقدار بلند نہ تھا۔ اور یہی زیادہ حسین ہے اور جو بہت زیادہ اٹھا ہوا ہو یا بالکل ملا ہوا ہو تو یہ مذموم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سبابہ :

امام المحدثین امام احمد بن حنبل وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت میمونہ بنت کردم (بروزن جعفر) نے دیکھا کہ :

سبابة قدم رسول الله اطول من سائر اصابعه	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سبابہ دیگر تمام انگلیوں سے طویل تھی۔

امام بیہقی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے کہا کہ :

كانت خنصر رسول الله صلى الله عليه وسلم من رجله متظافرة۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خنصر زیادہ ظاہر اور بڑی تھی۔

تو اس کی سند میں سلمہ بن حفص اسعدی ہے۔ امام ابن حبان نے کہا کہ وہ احادیث وضع کرتا ہے اس سے احتجاج جائز نہیں اور نہ ہی اس سے روایت

جائز ہے۔ اور اس کی یہ روایت باطل ہے اور اس کی کچھ بھی اصل نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معتدل الخلق تھے۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سبابہ دیگر انگلیوں سے طویل تھی اور جس نے ہاتھ کی انگلیوں کے بارے میں ایسا کہا تو اس نے غلط کہا جیسا کہ کئی محدثین نے اس کا رد کیا ہے

پتھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ قدم:

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار مداحین نے صراحت فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پتھر پر چلتے تو آپ کے قدم کے نقش پتھر پر قائم رہ جاتے اور جب آپ ریت پر چلتے تو وہاں ان کا کوئی اثر نہ ہوتا۔

حتیٰ کہ ایسے پتھر جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر کا یقین تھا ان کو بطور تبرک زیارت والی جگھوں پر رکھ دیا گیا۔

اور میں نے مصر میں سلطان مرحوم ابو النصر محمودی کی قبر پر مقام صحرا میں ایسا پتھر دیکھا کہ اس پر قدم کا نقش تھا۔ کہا یہ جاتا تھا کہ یہ قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش ہے۔ اور لوگ اس کی زیارت کرتے اور اس سے برکات کا مشاہدہ کرتے۔

اور مرحوم سلطان روم خادم الحرمین الشریفین مولانا سلطان احمد بن مولانا سلطان محمد بن مولانا سلطان مراد بن عثمان کے اسلاف پر رحم فرمائے اور ان کے اخلاف کی مدد فرمائے نے یہ پتھر وہاں سے منتقل فرما کر قسطنطنیہ

لے گئے۔ پھر اس کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا اور اس پر چاندی کا خول چڑھا دیا۔ اس پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ ان کے قائل کا علم نہیں۔

تشوق حضرة سلطان احمد زيارة موطئی القدم المكرم

(سلطان احمد بن محمد شوق و محبت کے ساتھ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم مکرم کی زیارت کے لئے حاضر ہوا)۔

فحركه بجاذبه اشتياق على اقدام اقدام فقدم

(اور اس کو بڑے اشتیاق سے اس جگہ سے منتقل کیا)

وصيره الى قسطنطنيه فقال له تقدم خير مقدم

(اور اس کو قسطنطنیہ لے گیا اور ادب کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا)۔

و ادخل داره باليمن حبًا و تعظيمًا لصاحبه اعظم

(اور اس کو برکت کے لیے محبت سے اپنے گھر میں داخل کیا اور اس کی تعظیم اس کے صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے کی)۔

حبيب الله سيدنا محمد عليه ربنا صلى وسلم

(جو کہ اللہ کے حبیب محمد ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان پر ہمارا رب صلوۃ و سلام بھیجے)

و راجعه با عزاز عظيم الى تلقاه موضعه المقدم

(اور پھر اس کو پورے اعزاز و احترام کے ساتھ واپس اس کی جگہ لوٹا دیا جہاں کہ وہ تھا)۔

الهی عمر السلطان احمد وقدمه علی من قد تقدم

(اے میرے اللہ سلطان احمد کی عمر میں اضافہ فرما اور اس کے قدموں کو ترقی کی طرف گامزن فرما)

بحرمة صاحب القدم المعلی الی الدرجات فی الافلاك سلم

(اس قدم اعلیٰ شان کے صاحب کی حرمت و عزت کے صدقے اس کو افلاک میں اعلی درجات عطا فرما اور سلامت رکھ) اور میں (مصنف) نے اس کی زیارت سنہ ۱۰۲۴ میں کی تھی۔

اور میں (مصنف) نے مکہ مکرمہ میں زم زم شریف کے قبہ کے پیچھے ایک ایسا پتھر دیکھا ہے کہ اس پر قدم کا نقش ہے اور اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم پا ہے۔

اور مجھے بعض لوگوں نے خبر دی کہ روضئہ اقدس کے اندر (اللہ اس کے رہنے والوں پر کرم فرمائے) ایک پتھر پر قدم رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا نقش مبارک ہے لیکن میں نے اس کو وہاں نہ پایا جب کہ میں تبرک حاصل کرنے کے لئے وہاں کئی بار چراغ جلانے داخل ہوا۔ پھر میں نے کچھ ثقہ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں کوئی ایسا پتھر نہیں ہے۔ لیکن مدینہ شریف میں کئی جگہوں پر ہیں۔ پھر میں اس طرف چل دیا۔ جب میں اس جگہ پہنچا تو اس وقت وہاں داخلہ محال تھا اور اس کے بعد میں اس حجرہ شریفہ میں داخل ہوا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ خبر دینے والے کو وہم ہو گیا ہے۔ اور اسی طرح میں نے ایک ایسا پتھر دیکھا ہے کہ جس

پر قدم مبارک کا نقش موجود ہے۔ اور یہ پتھر بیت المقدس میں موجود ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔

حفاظِ حدیث کی رائے :

اور حفاظِ حدیث کی ایک جماعت نے یہ تصریح کی ہے کہ کتبِ حدیث میں اس سلسلہ میں کچھ بھی مروی نہیں ہے اور اس چیز کا انکار کرنے والوں میں سے امام برہان الدین نامی دمشقی ہیں۔ آپ نے اس بات پر جزم فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس سلسلہ میں کتبِ حدیث میں کچھ بھی وارد نہیں ہوا ہے۔ اور اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا اور فرمایا کہ وہ اس کی اصل پر واقف نہیں ہوئے اور نہ ہی اس کی کوئی سند ہے اور نہ ہی میں نے یہ کتب حدیث میں اس کو دیکھا ہے۔

اور امام سیوطی کے شاگرد امام شامی نے سیرت النبیؐ میں لکھا کہ امام سیوطی کی اطلاع ہی کافی ہے۔ اور میں (شامی) نے بھی کتب حدیث کی طرف رجوع کیا مگر کوئی شئی نہ ملی لہٰذا اس نسبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے کی جاسکتی ہے۔

پتھر پر نقشِ قدم پر سوال و جواب :

سوال : یہ جو عام لوگوں کی زبان پر مشہور ہے اور بعض مدائح نبویہ میں بھی آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر پتھر پر چلتے تو آپ کے قدموں کے اثر

اس پر باقی رہ جاتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریت پر چلتے تو اس پر آپ کے نشان قدم ظاہر نہ ہوتے کی کیا اصل ہے ؟ اور کتبِ حدیث میں اس سلسلہ میں کچھ وارد ہوا ہے یا کہ نہیں ۔ اور اگر وارد ہوا ہے تو یہ صحیح ہے یا ضعیف ؟

اور امام ناصر الدین دمشقی نے جو معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب لکھی ہے اس میں یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے اور پتھر کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ پتھر آپ کی بلندی کے ساتھ بلند ہونا شروع ہوا اور ہمارے نبی کے قدموں کے نیچے متحرک ہوا۔ تو فرشتوں نے اس کی حرکت کو روکا-- تو کیا اس کی کچھ اصل ہے ؟ اور کتب حدیث میں صحیح یا ضعیف سند کے ساتھ یہ مروی ہے ؟ اور کیا آج بھی اس پتھر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان باقی ہیں جو کہ آج پتھر آپ کے نشان قدم کے ساتھ معروف ہے یہ وہی پتھر ہے اور اس کی نسبت صحیح ہے یا کہ نہیں ؟

اور کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان اس پتھر پر موجود ہے جو کہ بیت اللہ شریف میں مقام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے ۔ اور جس پر کھڑے ہو کر آپ نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی کیا اس بارے میں کتبِ احادیث میں کچھ مروی ہے ؟ اور اگر مروی ہے تو صحیح ہے یا کہ ضعیف ؟

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ ہر وہ معجزہ جو کسی بھی نبی علیہ السلام کو ملا وہ ہمارے آقا کو بھی عطا ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) یا آپ کی امت میں سے کسی شخص کو بطور کرامت ملا یہ صحیح ہے یا کہ نہیں اور اس قول کا قائل کون ہے؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو گلی میں آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انتظار میں ایک دیوار کے ساتھ اپنی کہنی کی ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے تو اس کہنی مبارک کا نشان اس دیوار میں ظاہر ہو گیا اور آجکل اس گلی کو زقاق المرفق کہا جاتا ہے۔ کیا اس کی کچھ اصل ہے؟ :

اور کیا جو امام ثعلبی اور طرطوسی نے اپنی اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے کہ جب مدینہ طیبہ میں صحابہ خندق کھود رہے تھے تو ایک ایسا پتھر ظاہر ہوا جس کو توڑنے سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عاجز آگئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق میں اترے اور اس پتھر کو تین ضربوں سے توڑا اور وہ پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نرم ہو گیا تھا کیا یہ صحیح ہے یا ضعیف یا اس کی کوئی بھی قابل اعتماد اصل نہیں ہے۔

اور اگر یہ ثابت ہے تو کیا اس پتھر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان بطور معجزہ قائم ہے یا کہ نہیں؟

الجواب :

وہ حدیث جو کہ اس پتھر کے بارے میں ہے جو کہ خندق میں ظاہر ہوا اور صحابہ کرام اس کو توڑنے سے عاجز آگئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس کو تین ضربوں سے توڑا تو یہ صحیح ہے اور یہ مختلف طرق و متعدد الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اس کو امام بیہقی اور امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمرو بن عوف المزنی اور حضرت سلیمان فارسی کے طرق سے بیان کیا ہے اور حضرت براء بن عازب سے بھی بیان کیا ہے اور اس کی اصل صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب یومِ خندق کو ہم خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی تو صحابہ کرام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لی اور اس پر ماری تو وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔

اور حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے نقش قدم کا مسئلہ کہ مقام ابراہیمؑ پر آپ کے قدم کے آثار و نشان باقی ہیں تو ہاں اس بارے میں حدیث وارد ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے موقوفاً صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے: اور اس کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے روایت کیا اور ایسے ہی حضرت عکرمہ سے بھی روایت کیا ہے۔ اور باقی جتنے سوالات مذکور ہوئے ہیں ان کے بارے میں کسی کی اصل پر واقف نہیں ہوں اور نہ ہی کسی کی سند مجھے معلوم ہے اور نہ ہی کتب حدیث میں اس سلسلہ میں میری نظر سے کچھ گزرا ہے۔

امام سیوطی نے الخصائص الکبرٰی میں فرمایا کہ جو رزین صاحب الصحاح نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں بیان فرمایا ہے کہ جب آپ پتھر پر چلتے تو آپ کے قدموں کا اثر پتھر قبول کرتا اور اس پر نشان ظاہر

ہو جاتا اور حافظ ابن قیم کے شاگرد حافظ ترمذی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کا نرم ہونا تھا اور لوہا تو آگ سے نرم ہو جاتا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کو نرم کر دیا اور پتھر تو آگ سے نرم ہوتا ہے اور نہ ہی کسی اور چیز سے اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزہ سے بڑا معجزہ ہے۔

اور پھر فرمایا کہ کیا شان ہے کہ جب آپ پتھر پر چلتے تو پتھر آپ کے قدموں کے نیچے نرم ہو جاتا اور جب آپ ریت پر چلتے تو خلاف عادت اس پر نشان ظاہر نہ ہوتا۔

اور انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں کہا کہ ہم اس کتاب میں ذکر کریں گے کہ جو کسی بھی نبیؑ سے معجزہ نقل کیا گیا ہے وہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و فضائل میں ثابت ہے اور جیسا کہ ہم نے بھی ابھی بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان مقام ابراہیم پر ظاہر اور میں کئی مرتبہ اس عزت و اکرام والی جگہ پر حاضر ہوا ہوں اور پہلی مرتبہ میں وہاں ۱۴۰۲ھ میں حاضر ہوا تھا اور میں نے مقام ابراہیم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے مبارک نشان مشاہدہ کیے ہیں اور ان سے برکت حاصل کی اور ان قدموں کے نشان پر آب زم زم ڈال کر ان کو دھو کر بطور تبرک پیا ہے۔ اس پر اللہ کی حمد ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امن والوں سے بنائیں (آمین)۔

امتی حیاء کے زیادہ لائق ہے :

اور امام ابن حجر نے امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کی اس شعر کی شرح میں فرمایا :

اوبلثم التراب من قدم لا نت حياء من مشيها صفوا

(یا مٹی آپ کے قدموں کے بوسے لینے کے لیے سخت زمین آپ کے چلتے وقت بڑی حیاء محبت کے ساتھ نرم ہو جاتی تھی۔)

اس سے یہ تنبیہ ہے کہ اے عاقل تجھ پر ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور گستاخی سے حیا کر جب تجھے علم ہو چکا ہے کہ پتھر بھی آپ کے سامنے حیا سے نرم و نازک ہو جاتے ہیں اور وہ حیا کرتے ہیں کہ مبادا کہیں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے اوپر چلتے ہوئے کوئی سختی اور تکلیف محسوس نہ ہو تو اے مسلمان تجھے زیادہ ضروری ہے۔ کہ آپ کی ذات کی حیا کرے جبکہ تو پتھر سے زیادہ آپ کے جلال و اخلاق کو جانتا ہے۔ تو ناظم (بوصیری) نے آپ کے خصائص میں سے یہ اشیاء ذکر فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ بھی جس نے خصائص پر لکھا ہے انہوں نے بھی اسے ذکر کیا ہے لیکن ان کی کوئی سند پیش نہیں کی۔ پھر امام سیوطی کی وہ عبارت ذکر کی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

امام شیخ محمد بن احمد المتبولی شافعی مصری :

سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ حدیث کی کتب میں وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی ؟ اور آپ جب سورج کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اور جب آپ ریت پر چلتے تو آپ کے نشان قدم اس پر ظاہر نہیں ہوتے تھے اور پتھر پر آپ کے قدموں کے نشان ظاہر ہوتے تھے۔

جسم بے سایہ :

تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ابن سبع اور نیشا پوری نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی آپ کا سایہ سورج کی روشنی میں زمین پر پڑتا تھا۔

جسم پر مکھی نہ بیٹھنے کی حکمت :

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مکھی جبار لوگوں کی ذلت کے لیے ان کے جسموں پر بیٹھتی ہے تا کہ ان کی عاجزی ظاہر ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز سے منزّہ و پاک ہیں۔

سایہ نہ ہونے کی حکمت:

آپ کا سایہ نہ ہونے کی حکمت یہ ہے:

فھو نور ولا ظل للنور   آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم نور

ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا

تو ہے سایۂ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا

سائے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

آپ کی ذات تمام مخلوق سے زیادہ لطیف تھی۔

اور پتھروں نے تیرا اثر سنبھالے رکھا:

اور پتھر پر نشان قدم ظاہر ہونے کی حکمت یہ ہے۔ اس لیے پتھروں نے آپ کے اثرِ قدم کو محفوظ رکھا تاکہ ملاحدہ اور آپ کے مخالفین کا خوب رد ہو۔ ان دونوں حدیثوں کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن فضائل کے باب میں سے ہیں اور فضائل میں اسناد سے نرمی برتی جاتی ہے بخلاف عقائد اور احکام کے کہ ان میں نرمی نہیں برتی جاتی۔ واللہ اعلم۔

اور شفا شریف میں ہے:

لا ظل لشخصه فی شمس ولا فی قمر لا نه کان نوراً صلی الله علیه وسلم و ان الذباب کان لا یقع علی جسده.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تو سورج کی اور نہ ہی چاند کی

روشنی میں تھا تو یہ اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ مجسم نور تھے اور مکھی آپ کے جسم اقدس پر نہیں بیٹھتی تھی۔

اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ زمین پر نہ پڑنے کے بارے میں ابن سبع اور نیشا پوری کی روایت پڑھ چکے اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عبدالرحمٰن قیس سے اسے روایت کیا (اور وہ وضاع وکذّاب ہے) اس نے اس کو عبدالملک بن عبداللہ بن الولید سے روایت کیا (جو کہ مجہول ہے) اس نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ نہ تو سورج کی روشنی میں ہوتا تھا اور نہ ہی چاند کی روشنی میں۔

اور مکھی کا آپ کے جسم اقدس پر نہ بیٹھنا تو آپ جان چکے۔ اس کو بھی ابن سبع اور نیشا پوری نے بسند ضعیف روایت کیا ہے چونکہ شیخ الدلجی اس پر مطلع نہیں ہوئے اس لیے انہوں نے یہ کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا اس کو کس نے روایت کیا ہے باوجودیکہ یہ شفا شریف کے حاشیہ علامہ ابن اقبرس میں ہے جہاں صاحب شفا نے یہ کہا کہ آپ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہیں ہوتا تھا ان کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ قول ابن سبع کی طرف منسوب ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور اس عبارت پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم بشر ہیں جیسا کہ قرآن مجید اس پر ناطق ہے۔

قل انما اِنا البشر مثلکم یوحی الی.

ترجمہ: اے نبی محترم اطلاع فرما دیجئے کہ میں تم میں سے انسان ہوں اور میری طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے۔

لہذا یہ عبارت اس طرح درست ہو گی کہ اس سے مراد یہ ہے آپ کا نور سورج کے نور پر غالب آجاتا تھا اور اسی طرح چاند کے نور پر بھی۔ دو نوروں کے اس اختلاف کی وجہ سے آپ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ نور آپ کا ذاتی ہے اور کیا یہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص تھا؟ تو ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ یہ آپ کے ساتھ خاص تھا اگرچہ ہر نبی کے لیے نور ہے۔

طاہر و مطہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اور کہا کہ آپ کے جسدِ اقدس اور کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھی۔ یہ قول بھی ابن سبع سے مروی ہے۔ اور اس کی علّت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) طاہر و مطہر بنایا ہے اور مکھی چونکہ جہاں بیٹھتی ہے وہاں گندگی ڈالتی ہے تو اگر آپ پر بیٹھتی تو آپ پر گندگی لگتی اس لیے مکھی آپ کے اوپر نہیں بیٹھتی تھی۔

مشکل کُشا معجزات :

اور میں (مصنّف) نے قاضی القضاۃ محمد بن ابراہیم مالکی المصری رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ کی یہ تحریر دیکھی کہ میں نے بعض مجامع میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ دس چیزیں ہیں کہ اگر ان کو لکھ کر گھر میں رکھا جائے تو گھر کو آگ نہ لگے گی۔ اور اگر ان کو لکھ کر آگ پر رکھا جائے تو آگ بجھ جائیگی۔

۱۔ ماوقع ظله صلى اللّٰه عليه وسلم على الارض قط.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

۲۔ ماظهر بوله على الارض قط

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول زمین پر ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

۳۔ لم يقع الذباب عليه قط

آپ پر مکھی کبھی نہیں بیٹھی۔

۴۔ لم يحتلم قط

آپ کو کبھی بھی احتلام نہیں ہوا۔

۵۔ لم يثاؤب قط

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جمائی نہیں لی۔

۶۔ لم تهرب منه دابته ركبها قط

اس جانور نے کبھی بھی سرکشی نہیں کی جس پر آپ سوار ہو جاتے۔

۷۔ ولد مختونا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے

۸۔ تنام عيناه ولا ينام قلبه

آپ کی آنکھیں سوتی تھیں دل بیدار رہتا تھا۔

۹۔ ينظر من ورائه كما ينظر من امامه

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے جیسا کہ آپ اپنے آگے دیکھتے تھے۔

۱۰۔ كان اذا جلس على قوم كانت كتفاه اعلیٰ منهم

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں بیٹھتے تو آپ سب سے بلند اور اعلیٰ نظر آتے تھے۔

اور محدثین نے ان دس میں سے بعض میں کلام کیا ہے اور مچھر اور جوؤں کے بارے میں کلام پہلے گزر چکا ہے۔

امام سیوطی کا اضطراب :

ابن سبع اور امام نیشاپوری وغیرہ نے جو ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا اثر پتھر پر ظاہر ہوتا تھا یہ عجیب بات ہے کہ حافظ شامی اس پر واقف نہیں ہیں۔ اگر وہ اس پر واقف ہوتے تو ضرور اس کو بیان کر کے اس پر صحت یا ضعف کا حکم لگاتے۔

اور اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ان کے استاد امام حافظ جلال الدین سیوطی اس بارے میں اضطراب کا شکار ہیں۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں تو

اس کے وجود کی بالکل نفی کی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا اور خصائص میں رزین وغیرہ سے اس کو ذکر کیا ہے۔

اب دفع تعارض کے لیے یا تو یہ کہا جائے کہ فتاویٰ خصائص سے پہلے لکھا گیا ہے کہ اس میں اس پر واقف ہونے کی نفی ہے لیکن بعد میں جب ان کو اس کا علم ہوا تو خصائص میں ذکر کر دیا ---- لیکن احتمال اس وقت ہے جبکہ یہ ثابت ہو کہ فتاویٰ خصائص سے پہلے لکھا گیا ہے۔

یا پھر یہ کہا جائے کہ فتاویٰ میں اس کے اصل وجود کی نفی یا قابلِ اعتماد سند ہونے کی نفی کی گئی ہے لیکن غور و فکر کے بعد یہ بات سیاق کلام سے بعید معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال اس کو ابن سبع اور نیشا پوری کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے۔ **وفوق كل ذی علم علیم** اور علم کی انتہا اللہ العلیم پر ہی ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ شیخ قسطلانی (صاحب المواهب اللدنیه) پر رحم فرمائے انھوں نے شرح بخاری کے کتاب العلم کے شروع میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر کی ملاقات پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے ان کے قصے سے اس شخص کا رد ہو جاتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ اپنے زمانے والوں میں سب سے بڑا عالم ہے۔

جامعہ اشرفیہ دمشق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک ہے جس کی زیارت اور تبرک کے لیے لوگ قصد کرتے ہیں اور اس بارے میں تیسرے باب میں مختلف ائمہ کرام الوادی اشی ابن رشید و ابن محرز وغیر

ہما کا کلام گزرا ہے اور ابن الرشید نے (ملیء العیبته) میں مدرسہ اشرفیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ان مدارس میں سے ایک عمارت بہت بلند و بالا اور خوبصورت ہے اور اس میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعل مبارک ہے اور میں نے تبرک حاصل کرنے اور اپنی بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لئے اس کا قصد کیا۔ پس میں نے اس سے برکت حاصل کی اور وہاں میں نے ایک اور مریض اسی ارادے سے آئے ہوئے پائے جن کا اسم گرامی شیخ زین الدین عبداللہ الفارقی الشافعی ہے۔

اور اس مدرسہ کے قبلہ کی طرف دو کمرے بنائے گئے ہیں ایک محراب کی دائیں طرف' اس میں قرآن پاک رکھے ہوئے ہیں جبکہ دوسرا محراب کی بائیں جانب' اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک رکھی ہوئی ہے اور اس کمرے کے دروازے کے تختوں کو پیلا رنگ سے رنگا گیا ہے۔ گویا کہ یہ کواڑ ایسے لگتے ہیں جیسا کہ سونے کے تخت ہیں اور اس پر حریر کے تین غلاف ڈالے گئے ہیں۔ سبز' پیلا اور سرخ اور نعل مبارک کو آبنوسی کرسی پر رکھا گیا ہے پھر نعل کے اوپر آبنوسی تختی رکھی گئی ہے اور تختی کے درمیان میں سے نعل مبارک کی مقدار میں کاٹ دیا گیا ہے تاکہ نعل مبارک ظاہر ہو اور بلاشک اس تختی کے نیچے نعل مبارک موجود ہے اور میں نے چاندی کے ٹکڑے کو پکڑا کہ جن کے ساتھ نعل مبارک کے اوپر لگایا گیا ہے۔ کیونکہ اس نعل مبارک کے اوپر چاندی کا ٹکڑا لگایا گیا ہے اور اس طرح اس کا ظاہر چمک رہا ہے حتی کہ جو شخص اس کا بوسہ لینا چاہے تو

اس کا منہ اس چاندی پر بھی لگتا ہے ۔ اور جب کوئی شخص اس کی مثال بنانا چاہے تو وہ کاغذ کا ورق لے کر اس چاندی کے ٹکڑے پر رکھ کر ناخنوں سے اس پر دباتا ہے اور نعل مبارکہ کی مقدار سے مثال تیار کر لیتا ہے۔

اور اس پر ایک خادم کھڑا کیا گیا ہے اور اس کو چالیس ناصری دینار دیے جاتے ہیں اور اس کو حکم ہے کہ اس دروازے کو پیر اور جمعرات کو کھولے تاکہ لوگ اس کی زیارت کریں اور بوسے لے کر برکت حاصل کریں۔

اور میں وہاں کے شیخ التدریس شیخ زین الدین الفارقی کے پاس ان دو دنوں کے علاوہ حاضر ہوا میں نے انہیں اس وقت مریض اور صاحب فراش پایا تو آپ نے اس خادم کو حکم دیا کہ وہ میرے لیے دروازہ کھول دے تو اس نے میرے لیے دروازہ کھول دیا تو میں نے اس کے بوسے سے اطمینان حاصل کیا اور اس سے برکت حاصل کی اور اس سے وہ مثال مبارک بنائی جو کہ آپ نے کاغذ کے ورق پر دیکھی اور یہ مثال اس مثال سے بنائی گئی ہے جو کہ میں نے اس کے ساتھ رکھ کر بنائی تھی ۔ اور وہ اصل مثال میں نے اپنے بعض دوستوں کو ہبہ کر دی جن کے سوال کو میں رد نہیں کر سکتا تھا اور ان کا مجھ پر حق تھا۔ اور میں نے یہ مثال بالکل اس کے مطابق بنائی ہے۔

اِس مثال اور اُس مثال میں جو کہ حضرت شیخ فقیہ محدث ابو یعقوب المحاسنی کے پاس ہے میں کچھ فرق ان کی جوانب میں کھلی اور

تنگی کے بارے میں ہے اور کچھ فرق مثال کی پچھلی طرف سے ہے اور یہ فرق اس سے زیادہ ہے جس کو میں نے اپنے شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی بن عبدالحق الانصاری المعروف بابن القصاب فاس شہر میں بنائی تھی اور یہ مثال مبارک ابو یعقوب المحاسنی کی مثال سے قدیم ہے۔ اس کی خبر مجھے شیخ ابو یعقوب نے دی۔ اور ان دونوں مثالوں میں جو اختلاف ہے جو کہ آپ نے ملاحظہ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے شیخ نے جس نعل مبارک سے مثال بنائی یہ آبنوسی کرسی پر رکھی گئی تھی اور اس کا ظاہر سارے کا سارا پوشیدہ تھا اور اس کے اوپر تختی تھی اور پھر اس نعل کی مقدار ---اس پر چاندی کا ٹکڑا تھا اور اس کا احاطہ کیلوں سے کیا ہوا تھا۔

جامعہ اشرفیہ دمشق میں نعلِ پاک کی آمد کا سبب :

اور اس نعل مبارک کے یہاں پہنچنے کے بارے میں مجھے صاحب المقری ابو عبداللہ محمد بن علی القصاب نے خبر دی کہ اکیس شعبان المکرّم ۷۶۲ء کی تاریخ کو یہ مثال مبارک بنائی گئی اس مثال سے جو کہ شیخ ابو یعقوب المحاسنی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تھی اور وہ مثال مبارک اس نعل مبارک سے بنائی گئی جو حضرت ام المومنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پاس تھی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے۔حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کو ملی تھی۔ تو یہ اسی طرح وراثتاً چلتی چلتی بنوابی الحدید کے پاس پہنچی اور اسی طرح یہ متوارثاً آخر تک آئی تو اس نے اپنی وراثت میں تیس ہزار

درہم اور یہ نعل مبارک چھوڑی اور اس کے دو بیٹے تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی تیس ہزار درہم لے لے اور دوسرا یہ نعل پاک لے لے تو ان میں سے ایک نے تو مال لے لیا جبکہ دوسرے نے وہ نعل مبارک لے لی اور وہ یہ نعل شریف لے کر ملک عجم کی طرف چلا گیا اور وہ یہ نعل مبارک حکمرانوں اور بادشاہوں کے پاس لے جاتا اور وہ اس سے برکت حاصل کرتے حتیٰ کہ وہ واپس اخلاط شہر میں آیا اور اس نعل مبارک کو الملک الاشرف ابن العادل کے پاس لے گیا تاکہ وہ اس سے برکت حاصل کرے۔ تو بادشاہ نے اس سے ایک قطعہ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم ایک بزرگ آدمی ہو اس کو اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے۔ مجھ سے اس کے عوض ایک جاگیر لے لو اور یہ نعل مبارک مجھے دے دو۔ تو بادشاہ الملک العادل الاشرف نے اس شخص سے یہ نعل مبارک حاصل کر لی وہ بادشاہ ملک شام کے شہر دمشق میں رہتا تھا اس لیے اس نے یہاں ایک دارالحدیث-------- بنایا اور اس مدرسہ کے لیے بے شمار زمین وقف کی اور قبلہ کی جانب نماز کی ادائیگی کے لیے ایک خوبصورت اور عالی شان مسجد بنوائی اور مسجد کے محراب کے مشرق میں ایک کمرہ اس نعل مبارک کے لیے بنوایا اور اس میں آبنوس کا تابوت بنا کر اس میں یہ نعل مبارک رکھی۔ اس پر چاندی کے کیل لگوائے اور اس تابوت کو چاندی کا تالا لگوایا۔ اور اس پر تین قسم--- سبز، سرخ اور پیلے رنگ کے غلاف چڑھائے۔ اس پر ایک شخص کو چالیس ناصری درہم جو کہ ہمارے دس درہم کے برابر

ہیں وظیفہ کے طور پر دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ اس دروازے کو ہر پیر اور جمعرات کے روز لوگوں کی زیارت کے لیے کھولے۔

پھر ابن رشید نے کہا کہ محمد بن علی بن عبدالحق انصاری مثال مبارک لے کر ہمارے پاس تشریف لائے جس کے بارے میں ہمارے شیخ ابو یعقوب المحاسنی کا قیاس ہے کہ یہ مثال اسی نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برکت حاصل کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ اور امام محمد بن رشید نے کہا کہ میں نے یہ جوتا اس نقش سے بنایا ہے جو کہ ابو عبداللہ کے پاس تھا۔ اللہ اس سے ہمیں نفع دے۔

هنيئًا لعينى ان رأت نعل احمد

(کہ میری آنکھ کے لیے بڑا مبارک ہے اگر یہ پیارے آقا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعل کی زیارت کرے)

اور تمام ابیات پچھلے ابواب میں حرف دال کے تحت گزر چکے ہیں۔

اور میں نے ابن رشید کے کلام کو تفصیلاً ذکر کیا تاکہ اس نعل مبارک کی تحقیق ہو جائے۔ جو کہ جامعہ اشرفیہ میں موجود ہے۔ اور علامہ ابن رشید نے اس کی خبر دی ہے۔

اور میں اس نقش نعل سے واقف نہیں جس پر مذکورہ بالا اشعار لکھے ہوئے ہیں شاید وہ ساقط ہو گئے ہیں یا کسی نے بطور تبرک ان کو اتار لیا ہے اور اگر اس نقش کا اصل حاصل ہو جائے تو یہ غایت درجہ کی کوشش و محنت

ہو گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار هنیا لعینی۔ اسی نقش کے بارے میں ہوں جس کا اوپر بیان ہوا ہے اور اس طرح ابن محرز کا قول۔

(اناظر شکلی و النواظر تعتدی) یہ ابیات بھی سابقہ باب ۶، میں حرف دال کے تحت گزر چکے ہیں اور یہ وہی ابیات جن کے ساتھ ابن رشید نے معاوضہ کیا ہے یا کم از کم اس کا قصد کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن جابر الوادی آشی کا قول (دار الحدیث الاشرفیة لی الشفاء) آخر تک اور اس قصیدہ کو مکمل طور پر ہم نے تیسرے باب کے حرف فاء میں نقل کر دیا ہے۔

پس صحیح بات یہی ہے کہ مذکورہ بالا تینوں ابیات اس مثال سے ساقط ہو گئے ہیں جس کا شمار ہم نے کیا ہے۔ کیونکہ یہ نعل مبارک اپنی ذات کے لحاظ سے مقبول ہے۔ اور اس کا شمار ہم نے اپنی مختصر تصنیف۔ "النفحات العنبرية فی نعال خير البرية" میں کر دیا ہے۔

اور اس کی طرف ابن رشید نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ نعل بنی ابی الحدید کے پاس تھی اور اس کی مؤید وہ چیز جو کہ شیخ محدث ابو عبداللہ البرزالی نے جن سے اجازت لی ان کے نام لکھے ہیں تو وہاں انہوں نے لکھا ہے احمد بن ابی الحدید صاحب نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ ۶۰۹ھ کا واقعہ ہے۔

اور دوسرے باب میں ایک اور آدمی کا ذکر گذر چکا ہے کہ ابو الحدید کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک تھی وہاں دیکھنا

چاہیے جیسا کہ ابن رشید کے کلام میں گذرا کہ یہ ان کے پاس متوارث چلی آئی ہے اور امام بدری نے اپنی تاریخ "ملک اشرف" کی شان بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ بہت بہادر کریم، علم کے ساتھ محبت کرنے والا اور علماء بالخصوص محدثین کی عزت و کرامت کرنے والا اور صالحین اولیاء اللہ کے ساتھ ہم نشینی کرنے والا بادشاہ تھا اور اس نے علماء کے لیے دارالحدیث بنایا اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک رکھی جو کہ ہمیشہ ابن ابی الحدید تاجر کے پاس رہی۔

مذکورہ شیخ ابن رشید الفهری اکابر علمائے مغرب میں سے ہیں اور میری (مصنف) سند ان تک خطیب ابن مرزوق عن الرئیس العالم عبدالمھیمن الحضرمی کے ذریعہ سے پہنچتی ہے اور میں نے آپ کا سفر نامہ دیکھا کہ اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ اجازت ہے عبدالمھیمن کے لیے جیسا کہ اس پر لکھا ہوا تھا کہ خطیب ابن مرزوق نے عبدالمھیمن سے اس کی اجازت لی۔

اور میں نے ابن الرشید کے بارے میں ازہار الریاض میں بھی بیان کیا ہے اس کی طرف مراجعت کرنی چاہیے۔

اور امام حافظ عراقی نے ان کا ذکر الفیہ الحدیث میں اچھے الفاظ میں کیا ہے۔ ابن رشید کہتے ہیں کہ میں جب اپنے شہر سبتہ میں واپس گیا تو میں یہ نقش نظم ونثر کے ماہر اپنے شیخ قاسم القتبوری کو دکھائی تو انہوں نے اس کی شان میں یہ قصیدہ تحریر فرمایا۔

تبصرت تمثالا لنعل مشت بها . لخیر الوریٰ طرا و سناهم قدم

(میں نے اس نعل مبارک کا نقش دیکھا۔ جس نعل مبارک کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدم آتے اور جاتے تھے۔)

(میرے ہر طرف عشق کی آگ بھڑک رہی ہے اور میرے آنسو اس کو ٹھنڈا کرتے کرتے ختم ہو چکے ہیں)

(کتنے ہی موسلا دھار بارش برسانے والے بادل ہیں کہ ان کا صاف پانی زمین پر پھیل جاتا ہے اور ان میں بجلی اس طرح چمکتی ہے جیساکہ محبوب)

(کتنے ہی مٹی ہوئی رسموں کو دوبارہ زندہ کرنے والے ہیں اور دل میں نئے ولولے اور خواہشات پیدا کرتے ہیں)

(اور ہر کریم اپنے وعدے کو بغیر کمی کے پورا کرتا ہے حق یہ ہے کہ اس پر برائی دیکھنے والا اس کو برائی کو دور کرے)

(اور خیر الخلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار مبارکہ دیکھ۔ وہ ساری مخلوق سے حسین ہیں۔ اور ہر صاحب ہمت کے لیے رحمت و مہربانی کی دلیل ہیں)

(پس اللہ کی طرف سے اس مثال (نقش) کے ساتھ ہر محبت کرنے والے کو خوشخبری ہو اور اس کا منہ اس کے بوسے لینے سے نہ تھکے۔)

(میں نے اس نقش کو عاجزی کی حالت میں پایا تو اس کو اپنی حرز جاں بنایا اور اپنے رب کی تقسیم پر خوش ہوگیا)

(اور میں نے اپنے اعضاء و جوارح اس کے ساتھ مس کیے اور بے
شمار غم والم سے نجات پائی)

(وہ مجھے گناہوں کی پستیوں سے نکال کر بلند کر گیا اور میرے نفس
کے سارے گناہ مٹا دیے)۔

(میں اس کا حق ادا نہیں کر سکتا اگرچہ اس کی جلالت و عزت کی
خاطر قدموں کی بجائے سر کے بل قیام کروں)

(اور اپنے نفس سے کہوں کہ اب خوشیاں منا کہ فضل رب سے
تجھے بہت بڑی نعمت ملی ہے)

(اور اے نقش نعل دیکھنے والے اس سے خوشیاں حاصل کر اور
زندگی تمام آزمائشوں سے پاک گزار)

(گویا کہ یہ تیرے پاس ید بیضا ہے۔ تو تو ہر سیاہ و سرخ نعمت کا مغز
اس سے حاصل کر)

(اے نعل کریمہ کے دیکھنے والے اس کو غنیمت شمار کر اور اللہ کا
گھر غنیمت کے لحاظ سے زیادہ نفیس ہے)

(یہ مجھے کتنی ہی محنتوں کے بعد حاصل ہوئی ہے اور میں نے اس
کے حصول کے لیے بہت اہتمام کیا اور مجھے ملنے کے بعد تمام غموں سے
راحت نصیب ہوئی)۔

(اے الٰہی میرے لیے اپنے گھر کا حج آسان فرما اور میری آنکھوں کو
اس کی زیارت سے جلا بخش)

(اور مجھ پر اپنی نعمتوں کا اتمام فرما اس کی زیارت سے اور میرا ٹھکانہ خوشگوار اور اچھا بنا)

(حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جن کو تمام عرب و عجم کے لیے فضل تقسیم کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا گیا)

(محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن مریم کی بشارت سے مبعوث ہوئے اور حضرت خلیل کی دعا سے مصطفیٰ سب امتوں کے سردار ہوئے)

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام انبیاء کے یوم قیامت خطیب ہوں گے اور ساری مخلوق کی شفاعت فرمانے والے کہ جن کا شافع اور کوئی نہ ہوگا۔)

(بشارت ہو ہر اس شخص کے لیے کہ جس نے اپنے رخسار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربت سے ملے اور اپنا بڑھاپا وہاں سے ہی شروع اور وہاں ہی ختم کیا)

(اور آپ کے لیے پاکیزہ سلام ہدیۃً بھیجتے ہیں کہ اس سے جو چاہے خوشبوؤں کے حُلے لُوٹے)

(اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصحاب و آل پر بھی درود وسلام ہو)

امام ابن رشید نے فرمایا کہ اس نظم کے لکھنے والے کی دعا اللہ تبارک و تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس کے سبب اللہ نے حج بیت اللہ کی سعادت اور روضہ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔

پھر جب وہ واپس پہنچے تو آپ کا ذوق و شوق کم نہ ہوا۔ آپ دوبارہ حج کے لیے' گئے اور برکات حاصل کیں اور پھر ہمیشہ ہی اسی طرح حج کرتے رہے۔

اور اس قصیدہ کو ہم نے یہاں بیان کیا حالانکہ حرف میم کے تحت تیسرے باب میں اس کا مقام تھا کیوں کہ ناظم نے اس بیت (یا مبصر النعل الکریمة نفسها) سے ابن رشید کو ہی مخاطب کیا ہے۔

اہل دمشق مصائب کے وقت اس نعل پاک کی طرف رجوع کرتے :

اور اہل دمشق نزولِ مصائب کے وقت اس نعل مبارکہ سے شفاعت پکڑتے ہیں اور اس کی زیارت کرکے برکت حاصل کرتے۔ اہل دمشق کو ایک مرتبہ ناصر محمد بن قلاؤن کے دور میں ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہونا پڑا جب اس نے اپنے نائب---- سیف الدین کرامی کو دمشق کا حاکم بنا کر اہل دمشق پر مسلط کر دیا تو اس نے ڈیڑھ ہزار ایرانیوں کو اہل دمشق پر مقرر کر دیا اور آنے والے ایرانیوں سے اہل دمشق عاجز آ گئے۔ اور انہوں نے شہر کو بند کر دیا کیونکہ یہ مصیبت اہل بازار اور شہر میں وارد ہونے والے اور ان کی املاک اور چوکوں سب سے نازل ہوئی تھی۔ اور نائب مذکور نے یہ حکم نامہ جاری کر دیا تھا کہ بازار' اچواک اور دمشق کی ساری املاک اس کے وظیفے اور ایرانیوں کی تنخواہوں کیلیے ہے تو اہل دمشق اس ظلم پر چیخ اٹھے اور قاضیوں' خطباء اور ائمہ سے شکایت گزار ہوئے کہ تمام لوگ نائب مذکور

کے پاس جائیں تو جب پیر شریف کا دن جمادی الاولیٰ کی تیرہ تاریخ ۷۱۱ھ کا دن آیا تو خطیب جلال الدین القزوینی صاحب تلخیص المفتاح والایضاح نے ایک ہاتھ میں مصحف مبارک اور دوسرے میں نعل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دارالحدیث اشرفیہ سے پکڑا اور جامعہ مسجد میں کہ جہاں تمام خطباء جمع تھے تشریف لائے اور باب الفرج سے نکلے اور ان کے ساتھ تمام علماء فقہا قراٗ مؤذن' ائمہ اور عامۃ الناس تھے۔ جب وہ نائب کے پاس پہنچے اور استغاثہ پیش کیا۔ جب امام قزوینی نے اس کو سلام کیا تو اس نے کہا کہ تجھ پر سلامتی نہ ہو اور لوگوں میں سے سر کردہ لوگوں کو مارا اور مصحف شریف کو پھینک دیا۔ اور نعل شریف کی بے ادبی کی اور لوگوں نے اس وقت پتھر پھینکے اور جلال الدین القزوینی کو پکڑ کر محل سے لے آئے اور مصحف شریف اور نعل مبارک کو اس سے آزاد کرایا اور دوبارہ شہر میں داخل ہوئے۔ ابھی دس دن ہی گذرے تھے اللہ نے اس نائب کو پکڑ لیا اور وہ نائب الناصر محمد بن قلاوون کے حکم سے قید کر دیا گیا اور اس کو یہ سزا جیسا کہ مشہور ہے مصحف شریف اور نعل نبویہ علیہ وعلی صحبہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی کے سبب ملی۔

اور اہل دمشق اللہ تعالیٰ کے اس انتقام سے جو کہ اس نے اس نائب سے لیا بہت زیادہ خوش ہوئے۔

جامعہ اشرفیہ والی نعل کہاں گئی؟

اور وہ نعل مبارک اب کہاں ہے اور اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کوئی شخص ایسا نہیں جس سے یہ سوال کیا جاسکے اور وہ اس کا صحیح جواب دے۔ میرا خیال ہے کہ یہ نعل مبارک تیمورلنگ کے فتنوں کے دنوں میں کہیں گم ہوگئی کہ جب تیمور لنگ نے دمشق کو برباد کیا اور اس کو جلادیا۔ یہ تقریباً ۸۰۳ھ کے لگ بھگ کا واقعہ ہے اور بعض حضرات سے تیمورلنگ کے دمشق کو تباہ کرنے کی تاریخ کے بارے میں یہ سوال ہوا تو انہوں نے کہا: خراب یعنی لفظ خراب ہمارے دمشق کی تباہی کی تاریخ ہے اور جب یہ سوال ہوا کہ وہ کتنی دیر دمشق میں رہا اور حکومت کی تو انہوں نے فرمایا: عذاب یعنی لفظ میں جتنے اعداد ہیں اتنی دیر تک تیمور لنگ دمشق میں رہا۔ یعنی ۷۷۳۔

یہ دونوں عجیب واقعات ہیں اور یہ بھی اتفاق ہے کہ ان کی تاریخ بھی ایسے الفاظ میں ہے کہ جو اسم با مسمّٰی ہیں۔

صاحب نورالنبراس کا قول:

جب میں نے یہ لکھا تو اس کے مدت بعد امام الحافظ برہان الحلبی شافعی کی تصنیف ''نورالنبراس علی سیرۃ ابن سید الناس'' پر مطلع ہوا تو اس میں اسی طرح تھا جیسا کہ میرا گمان تھا کہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ آپ لکھتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ میں سے اس وقت جن آثار کو ہم جانتے ہیں کہ ابھی تک باقی ہیں ان میں سے جامعہ اشرفیہ میں نعلین پاک موجود تھیں اور یہ دونوں ایک ہی مقام پر موجود تھیں۔

اور ہمیں شیخ الاسلام شیخ الامام المحدث امین الدین مالکی نے یہ ابیات سنائے۔

وفی دارالحدیث لطیف معنی وفیها منتهی اَدبی و سئولی

(اور دارالحدیث (اشرفیہ) میں ایک لطیف چیز ہے کہ میرے تمام سوال اور عقدے وہاں حل ہو جاتے ہیں)

احادیث الرسول علی تتلی وتقبیل لآثار الرسول

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس پر گواہ ہیں (دلالت کرتی ہیں) کہ رسول اللہ کے آثار کو بوسہ دینا چاہئے۔)

یعنی آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقبیل پر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور دلیل موجود ہیں۔

اور دوسری بے مثال و بے نظیر نعل مبارک معروف مدرسہ شافعیہ میں تھی وہ بھی تیمور لنگ کے واقعہ میں کہیں گم ہوگئی اور علم نہیں کہ کہاں گئیں۔

اور میں نے مصر میں ایک جگہ دیکھی جو کہ نیل کے کنارے مشہور ہے اس کی دیواریں مضبوط ہیں اور اس کے طاق دریائے نیل پر کھلتے ہیں اور وہ جگہ نیل کی طرف نیچے اترتی ہے اور نیل کے پانی سے برکت

حاصل کرتی ہے اور اس کے پانی سے سیراب ہوتی ہے اور اس میں اینٹوں کا ایک صندوق بنا ہوا ہے اور اس پر بہت سارے پردے ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور صندوق میں آثار مقدسہ ہیں۔

ان آثار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے مبارک کا ٹکڑا ہے اور آپ کا نیزہ سرمہ کی چھوٹی سے سلائی اور چھوٹا سا برتن اور چھوٹا سا موچنا پاؤں سے کانٹا نکالنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور ہم نے ان آثار کی کئی مرتبہ زیارت کی۔ یہ مکان بڑا پر فضا اور سیر کے لئے بہت اچھا ہے۔

ایک دفعہ ہم زیارت کے لیے گئے تو قاہرہ کے بازارِ کتب میں امام جلال الدین بن خطیب داریا الدمشقی سے ملاقات ہوگئی۔ فرمانے لگے یہاں کیسے؟ عرض کیا ہم زیارت آثار کے لیے آئے ہیں۔ چونکہ ہمارے ساتھ ایک شاعر و ادیب تھے۔ فرمایا آثار کے بارے میں کچھ لکھا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: میں نے چند دن پہلے زیارت کی تھی تو اس میں چند اشعار لکھے تھے۔

یا عین ان بعد الحبیب و دارہ　　　و نأت مرابعه وشط مزارہ

(اے میری آنکھوں کے محبوب کے دیار، گھر، شہر اور مزار دور ہے)

فلك الهناء لقد ظفرت بطائل　　　ان لم تریه فهذه آثارہ

(تم نے وہ مقامات نہیں دیکھے مگر تمہیں مبارک ہو کہ ان آثار محبوب کی زیارت کر لی)۔

امام المقریزی المؤرخ المصری نے اپنی کتاب "اسلوک لمعرفتہ دول الملوک" میں ذکر کیا --------- کہ سلطان سیف الدین جقمق جب قاضی زین الدین عبدالباسط پر ناراض ہوا تو حکم دیا کہ اس کی خلعت اتار لی جائے اور اس کو برج میں بند کردیا جائے اور ان کے پاس قاہرہ کا والی آیا تو حکم دیا کہ جو کچھ ان کے جسم پر ہے سب کچھ اتار لیا جائے کیونکہ مشہور تھا کہ ان کے پاس اسمِ اعظم ہے اس لیے جو وہ ان کو تکلیف پہنچانا چاہتے اللہ ان کو محفوظ رکھتا۔ پس انہوں نے ان کے سارے کپڑے اتار لیے حتیٰ کہ عمامہ مبارک اور انگوٹھی بھی تو اس نے عمامہ شریف میں ایک چمڑے کا چھوٹا سا ٹکڑا دیکھا جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو پتہ چلا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک ہے۔

ممکن ہے یہ جامعہ اشرفیہ دمشق والی نعل مبارکہ ہو۔ چونکہ یہ قاضی صاحب مملکت شام میں نہایت ہی وقار کے مالک تھے اور ممالکِ اسلامیہ مصر و شام اور ان کے ہمسایہ تمام ممالک میں کافی اثرورسوخ رکھتے تھے تو یہ بعید نہیں کہ انہوں نے اس نعل مبارک کو حاصل کرلیا ہو یا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دوسری نعل مبارک ہوگی جو مسلسل ان حضرات کے پاس آرہی ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرمالیا ہے۔

امام سخاوی نے کتاب السلوک لامام المقریزی کے ذیل میں امام زینبی عبدالباسط کے حالات میں ذکر کیا ہے۔ سلطان جقمق کے قدم جب استقرار پا گئے تو یہ امام زین الدین قاضی اپنی وجاہت پر قائم اور مقید و

مطلق احکام کی تنقید میں لگے رہے۔ اور اپنے قاعدہ کے مطابق اپنے کام کرتے رہے اور وہ حکم حاکم سے دور رہتے اور بادشاہ کی مخالفت سراً و اعلانیہ طور پر کرتے رہے تو بادشاہ اس کو برداشت نہ کرسکا حتیٰ کہ ان کو پکڑ لیا۔ ان کی اولاد اور دیگر عزیز واقارب اور ان کے اہل ارادت کو بھی قید کر لیا۔ اس بزرگ نے تین لاکھ سونے کے دینار دے کر نعلِ نبوی کا ایک ٹکڑا حاصل کیا تھا۔

اسلاف کا سرعتِ مطالعہ

امام ابوبکر قسطلانی :

امام قسطلانی صاحب المواہب نے شرح بخاری میں اپنے بارے میں لکھا کہ میں نے صحیح بخاری اپنے شیخ ابو العباس احمد بن عبدالقادر بن طریف کے سامنے پانچ سے کچھ زائد مجالس میں پڑھی۔

حافظ ابوبکر بن ثابت :

امام ذہبی نے اپنی کتاب : المشتبہ : میں کہا ہے کہ حافظ ابوبکر بن ثابت الخطیب نے اپنے شیخ اسمٰعیل بن احمد پر صحیح بخاری صرف تین مجالس میں پڑھی اور کہا کہ یہ بڑا عجیب کام ہے اور تین مجالس میں تین دن رات شامل ہیں یعنی اور دیگر کئی حضرات نے ذکر کیا کہ ان میں سے صاحب نورالنبراس علی سیرۃ ابن سید الناس بھی ہیں کہ مذکورہ امام خطیب نے صحیح بخاری مکہ میں پانچ دنوں میں پڑھی۔

ابن حجر عسقلانی :

اور میں (مصنف) نے کتاب "ارشاد المهتدین لمشائخ ابن فهد تقی الدینؒ میں دیکھا کہ شیخ علامہ قاضی شہاب الدین ابن حجر عسقلانی صاحب : فتح الباری' کتابت' قرأة اور کشف میں بہت تیز تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے صحیح بخاری صرف دس مجالس میں پڑھی اور ایک مجلس صرف چار گھنٹوں کی ہوتی تھی۔

اور ان کی سرعتِ مطالعہ کی ایک مثال یہ ہے کہ انہوں نے شام کے سفر کے دوران صرف ایک مجلس میں ظہر سے عصر تک "المعجم الصغیر" پڑھی اور یہ کتاب ایک جلد میں ہے اور اس میں ڈیڑھ ہزار احادیث بالا سناد مذکورہ ہیں اور اس میں مصنف نے اپنے ایک ہزار اساتذہ سے احادیث تخریج کی ہیں۔ کسی شیخ سے ایک اور کسی سے دو حدیثیں۔ ان میں سے بعض بالمعنی ہیں اور زیادہ باللفظ ہیں۔

اور امام سخاوی نے الجواہر والدرر میں بیان فرمایا کہ شیخ ابن حجر نے صحیح مسلم چار مجالس میں ختم کی اور اس میں مجلسِ ختم نہیں ہے اور یہ کل وقت دو دن سے کچھ اوپر بنتا ہے۔

اور امام سخاوی نے مزید کہا کہ صحیح مسلم کی قرأت میں جو ہمارے شیخ (ابن حجر) کے لیے واقع ہوا وہ امام مجد الدین فیروز آبادی سے افضل ہے (کیونکہ انہوں نے جیسا کہ گذرا تین دنوں میں اس کو ختم کیا تھا۔)

اور مزید کہا کہ ہمارے شیخ ابن حجر نے نسائی شریف دس مجالس میں ختم کی اور ہر مجلس کا وقت چار گھنٹے تھا۔

پھر فرمایا کہ المعجم الصغیر (جیسا کہ ابن فھد کے حوالے سے گذرا) اس سے بھی زیادہ جلدی پڑھی اور بڑی کتب جن کو تھوڑی مدت میں آپ نے پڑھا ان میں سے صحیح بخاری ہے اس کو آپ نے محدثین کی ایک جماعت سے لفظی طور پر صرف دس مجالس میں پڑھا ان میں سے ہر مجلس چار گھنٹے کی تھی۔

اور یہ وہ بات ہے جس کا ذکر ابن فھد کے حوالے سے گزر چکا ہے لیکن امام سخاوی نے اس میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ علامہ ابن حجر نے کئی شیوخ کے سامنے اس طرح پڑھی ہے۔

امام اسمٰعیل بن احمد نیشاپوری:

امام سخاوی نے بیان فرمایا کہ میں نے تاریخ الخطیب میں اسمٰعیل بن احمد نیشاپوری کے تذکرہ میں پڑھا کہ انہوں نے صحیح بخاری تین مجالس میں پڑھی ان میں سے دو مجالس، دو راتوں میں ہوئیں۔ اسمٰعیل بن احمد نے کہا کہ میں نے اس کو مغرب کے وقت پڑھنا شروع کیا۔ نماز فجر تک پڑھا اور تیسری مجلس دن کے وقت چاشت سے لے کر مغرب تک اور مغرب سے طلوع فجر تک اس کو ختم کر دیا۔

اور امام ذہبی نے اس کو خطیب کے تذکرہ میں اپنی تاریخ میں بیان فرمایا اور کہا کہ انہوں نے صحیح بخاری صرف تین مجالس میں پڑھی اور یہ وہ کام ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی اور اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

اور جب میں نے خطیب کے تذکرہ میں دیکھا تو وہاں پانچ مجالس لکھا ہوا ہے اور میرے خیال میں یہ زیادہ صحیح ہے۔

امام بدر الدین عینی الحنفی:

امام ابن حجر عسقلانی کے ہم عصر حافظ بدر الدین عینی حنفی کے بارے میں بھی یہ واقع ہوا ہے کہ انہوں نے قدوری صرف ایک رات میں لکھی۔ یہ بات ابن خلیل حنفی نے (الروض الباسم فی حوادث العمری و التراجم) میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی کتاب میں شیخ زین الدین عبدالرحمٰن بن یوسف بن الصائغ المصری صاحب الخط المنسوب کے بارے میں ذکر ہے کہ ان سے کتابت کے بارے میں کئی عجائب واقع ہوئے ہیں۔

ان میں سے : کہ ان کو کاتبوں کے بازار میں جانے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے وہاں بازار سے نکلتے نکلتے تین رسالے لکھدیئے اور بعض دکانوں کے ساتھ ٹیک لگا کر ایک قدم پر کھڑے ہوئے اور رسالہ لکھنے تک اسی قدم پر کھڑے رہے۔

ابن حجر نے زین عبد الرحمٰن کے والد کا نام "علی" لکھا جو کہ غلط ہے اور صحیح نام جیسا کہ بعض دیگر علماء نے کہا "یوسف" ہے۔

امام ابن سید الناس کی سرعتِ کتابت :

ابن شحنہ نے سیرت کے شروع میں لکھا کہ ابوالفتح ابن سید الناس صاحبِ سیرۃ المشہورہ (عیون الاثر) نے قرآن پاک ایک جمعہ میں لکھ دیا اور سیرۃ عیون الاثر صرف بیس روز میں لکھ دی۔

ابن جریر الطبری :

نور النبراس میں نقل کیا گیا کہ امام محمد بن جریر طبری چالیس سال تک ٹھہرے رہے۔ اور ہر روز چالیس اوراق لکھتے تھے۔

امام عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاھین :

اور بہت سارے علماء نے امام ابن شاہین کی کثرتِ کتابت کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا کہ یہ ان کی کرامت ہے اور امام ولی اللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی نے اپنی بعض کتب میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اور امام ابن الجوزی نے "المنتظم" میں تصریح فرمائی ہے کہ ابن شاہین سے عجیب العجائب بات یہ ہے کہ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی تصانیف کی تعداد تینتیس ہزار (۳۳۰۰۰) ہے۔ ان میں سے تفسیر قرآن کریم ہے جس کے ایک ہزار جز ہیں اور المسند الکبیر جس کے ڈیڑھ

ہزار جز ہیں اور اسی طرح اس کو ابن الخلیل حنفی نے اس شخص سے بیان کیا کہ جس نے ابن شاہین کو دیکھا کہ اس کی تصانیف ۳۳۰ ہے) ان میں سے المسند الکبیر سولہ سو جلدوں میں ہے اس لحاظ سے اگر سیاہی کا اندازہ لگایا جائے تو وہ کم و بیش اٹھائیس قنطار کا وزن بنتا ہے۔

امام تاج الدین السبکی نے بیان فرمایا کہ ہمارے بعض علماء نے مذہب شافعی پر ایک ہزار جلد میں کتاب لکھی ہے۔

امام ابو الحسن الاشعری :

امام السبکی اور امام سیوطی نے بیان فرمایا ہے کہا امام ابوالحسن الاشعری کی تفسیر جو کہ جامعہ نظامیہ میں جلا دی گئی اس کی سات سو جلدیں تھیں۔

امام قاضی عبدالوھاب المالکی البغدادی :

اور بعض ثقہ علماء نے بیان فرمایا ہے کہ امام قاضی عبد الوہاب مالکی البغدادی نے مذہب مالکی کی تائید میں ایک کتاب "کتاب الشعرۃ فی نصرۃ مالک علی غیرہ" ایک سو جلد میں لکھی اور یہ نسخہ بعض شوافع قضاۃ کے ہاتھ لگ گیا تو انہوں نے مذہبی غیرت کے سبب.اس نسخہ کو دریائے نیل میں غرق کردیا اور میرے (مصنف) گمان کے مطابق یہ واقعہ تیمور لنگ کے دور میں پیش آیا:

ابن جریر طبری :

اور امام ابن جریر طبری کی محفوظ کتب کو ۸۰ اونٹوں پر لادا گیا۔

امام ابن الانباری :

اور امام ابن الانباری ہر جمعہ کو دس ہزار اوراق یاد کر لیا کرتے تھے۔

الامام الواحدی :

اور امام واحدی کی یاد کردہ کتب ایک سو بیس اونٹوں پر لادی گئیں۔

امام سبکی نے اپنی کتاب میں اور دیگر کئی حضرات نے بھی بیان فرمایا کہ جب بغداد کے مدرسۃ نظامیہ کو آگ لگ گئی اور وہ جل گیا تو اس پر نظام الملک کو بڑا دکھ اور افسوس ہوا تو اس کو کہا گیا کہ غم نہ کریں ہمارے ہاں ایسا شخص موجود ہے کہ جو کچھ جل گیا ہے اس کو سب حفظ اور زبانی یاد ہے تو انہوں نے تفسیر، حدیث ولغۃ وغیرہ جو کچھ جل گیا تھا سب کچھ صرف تین سال میں دوبارہ اپنے حفظ سے لکھ دیا۔

اور میں بچپن کی عمر میں اپنے دیگر دوستوں کی نسبت زیادہ ذہین تھا۔ میرے چچا الامام متقی الانام سیدی الشیخ سعید بن احمد المقری نے مجھے بتایا کہ ان کے بعض شیوخ تلمسان میں سے جب کسی بڑی کتاب کا مطالعہ کرتے تو اسی وقت بغیر کسی جھد و تامل کے اس کو حفظ کر لیتے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔

اور میں نے الصلاح الصفری کے تذکرہ میں دیکھا کہ ان کی کچھ تصانیف کے نام ایک دن ——— میں لکھی جانے والی کتب میں لکھے گئے۔

ختم بخاری شریف کی برکات :

اور میں نے مغرب میں حافظ الصالح ابی عبداللہ محمد بن صعد التلسمانی الانصاری کی تصنیف "رومن النسرین فی مناقب الاربعة المتاخرین" دیکھی۔ حافظ الغرب ابو القاسم العبدوسی الفاسی تیونس تشریف لائے اور یہاں تشریف لانے کے بعد استسقاء کے دن انہوں نے پوری بخاری شریف پڑھ دی۔ صبح سے شروع کی اور ظہر یا عصر کے بعد ختم کر دی (ظہر یا عصر۔ اس میں مجھے شک ہے کیونکہ پڑھے ہوئے کو مدت ہو گئی ہے)

اور فاس کے لوگوں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ تکالیف و مہمات کے وقت وہ بخاری شریف کا ختم کرواتے ہیں اور یہ دفع شر و مصائب کے لیے مجرب ہے۔

اور یہ تمام اشیاء جو ہم نے بیان کی ہیں یہ اگرچہ ہمارے ان شرائط کے مطابق نہیں ہیں جو کہ ہم نے اس کتاب میں نقل کرنے کے لیے قائم کی تھیں لیکن یک گو نہ مناسبت کی وجہ سے یہ تمام چیزیں بھی ہم نے بیان کر دیں اور یہ اس واحد القھار کا فضل و کرم ہے جس کو چاہتا ہے اس کے لیے مختص فرما لیتا ہے۔ اور وہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔ پس پاکی ہے اس

قادر مطلق کے لیے کہ جس کے علاوہ کوئی الہ نہیں---- اور وہ اپنی قدرت سے عاجز نہیں آتا وہ لقا کو ممکن بنانے والا ہے اور ہمیشہ کا حاکم ہے۔ مخلوق کو فنا کرنے پر قادر ہے۔ پس کتنے ہی حفاظِ حدیث بزرگ نقاد اس زمین کے نیچے چلے گئے کہ اب ان کا زمانے پر اثر ہے اور ان کی خبریں صرف کتابوں میں رہ گئی ہیں۔ مٹی، مٹی کی طرف لوٹ گئی جیسا کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔

وما تنفع الاداب والعلم والحجى   وصا حبها بعد الكمال يموت

(ادب و علم اور عقل نے اس سلسلہ میں کوئی نفع نہ دیا کہ ان کا حامل کمال کے بعد آخر مر جاتا ہے۔)

كمات لقمان الحكيم وغيره   وكلهم تحت التراب يموت

(جیسا کہ لقمان حکیم وغیرہ سب کے سب مٹی کے نیچے پہنچ گئے۔)

کتنا خوش نصیب ہے جو علم پر عمل کرے اور اس کو چھن جانے سے پہلے غنیمت جانے خصوصاً کہ وہ ہجوم و مصائب میں جو انسان پر وارد ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ ابن عرب شاہ کا فرمان ہے۔

فعش ماشئت فى الدنيا وادرك   بها ما شئت من صيت وصوت

(جیسے چاہے دنیا میں اپنی زندگی گذار اور جو چاہے شہرت و منصب حاصل کر)

فحبل العیش موصول بقطح وخیط العمر معقود بموت

(زندگی کی رسی ٹوٹنے والی ہے اور عمر کا دھاگہ موت کے ساتھ باندھا ہوا ہے)

اے اللہ تیرے ہاتھ میں تمام امور کی چابیاں ہیں۔ ہمارا خاتمہ بالخیر فرما اور ہمیں صالحین کی معیت عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے زنگ اتار دے اور ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دونوں جہانوں میں سعادت عطا فرما۔ (آمین)

اور ہم نے نعل مبارک کی شان میں جو کچھ وارد کیا اور ہم چاہتے تھے اس کو ختم کرتے ہیں اور اس نعل، صاحب نعل و محبوب پر صلاۃ و سلام ہر صبح و شام ہو۔ اور عشق و محبت کی تپش ظلم کی ہتھکڑی سے ختم نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ نعل مبارک کے بارے میں بیان کیا۔ یہ نظم و نثر میں سے بہت تھوڑا ہے اور اس سلسلہ میں ہمارا عذر ظاہر ہے اور جو اس کو خوشی و محبت کی نظر سے دیکھے گا تو وہ ہم پر اعتراض کرنے کی بجائے حسن ظن سے کام لے گا۔

ترکت رسوم عزی فی بلادی وصوت مصر عنسی الرسوم

(میں نے اپنی شہر کی عزت کی رسوم ترک کر دیں اور میں --- ان رسوم کو بھلانے پر مصر ہو گیا۔)

ونفسی رضتها بالذل فیها وقلت لها عن العلیاء صومی

(اور میرا نفس اس میں عاجزی پر راضی ہو گیا اور میں نے اسے کہا کہ بلندی و بزرگی سے میں دور ہوں-)

ولی عزم کحد اسیف ماض　　　ولکن اللیالی من خصوم

(اور میرا عزم پرانی تلوار کی دھار کی طرح ہے اور لیکن میں اپنی راتوں سے گوشہ نشین ہو گیا ہوں۔)

اللہ تبارک و تعالیٰ خیر البریہ سید المرسلین، قائد الغرالمجلین، شفیع الخلائق اجمعین کے صدقے سے دونوں جہانوں میں ہماری امیدیں اور چاہتیں بر لائے کہ ان پر پاکیزہ درود اور اکمل سلام۔

اور جب میں اس جگہ پہنچا تو متقدمین میں سے بعض اہل مغرب کا نعل شریف کی مثال کے بارے میں بڑا نفیس کلام دیکھا لیکن اس تالیف کے خطبہ میں سے بعض اشیاء نہیں ملیں۔جو مجھے ملیں وہ یہ ہیں :

حمد و صلوۃ کے بعد بعض ہمارے بڑے عزیز دوستوں (کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائے) نے اصرار کیا کہ مثال مبارک کے بارے کچھ ابیات لکھے جائیں تاکہ وہ اس مثال کے ساتھ تحریر کئے جائیں لیکن میں کوئی ایسی راہ نہ پاتا تھا کہ اس کی مراد کو پہنچوں اور اس سعادت میں اضافہ کروں انہوں نے ایک صالح عمل کی طرف بلایا تھا جس میں ثواب جزیل کی تمنا بہر حال تھی اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ان کے سوال کو رد کردوں۔اگرچہ شعر کہنا میرا فن بھی نہیں ہے تو اب میں اس میں کوئی برائی بھی خیال نہیں کرتا کیونکہ اس میں سید البشر جو کہ روز محشر کو ہمارے شفاعت فرمانے والے کی تعریف ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی محبت افضل اعمال میں سے ہے اور آپ کا ذکر افضل اقوال

میں سے ہے تو میں نے ایک نظم پانچ قطعات پر مشتمل لکھی اور اس کو چھٹے قطعہ کے ساتھ ملایا اور یہ ان تمام قطعات میں نعل مبارک کی مثال کا ذکر ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے اس کو سب وسائل سے زیادہ نفع مند بنادے۔

اذا لاح للصب المشوق مثال　　من آثار من یهواه هاج خیال

(جب یہ مثال کسی اہل محبت کے سامنے ظاہر ہوتی ہے تو خواہشات و خیال آثارِ محبوب کی طرف لپکتے ہیں)

ان پانچ قطعات کے ساتھ کامل قصیدہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور فضل و کرم سے میرے لیے آسان بنایا تو ان قطعات کو لکھا اور میں نے شوق میں حرکت کی اور یہ چھپائی ہوئی دولت ہے اور اجر چاہنے والے کی خاطر باقی رکھنے والی چیز ہے۔ یہ قصیدہ خمار سے بھرا پڑا ہے اور ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق پیدا کرتا رہے گا اور پھر اس شوق کو زیادتی بخشتا رہے گا۔ اور کوشش و محنت کرنے سے محبت کا ظہور ہو گا اور ہر چھپی ہوئی چیز حاصل ہو جائے گی۔ پس اس سے عشق و محبت کا غبار طلب کر اور عشق کی سوزش و سرخی مانگ۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب و اہل بیت اطہار اس سے بہت بلند و فائق ہیں لیکن یہ نظم میرے لئے اس دن شرف ہو گی کہ جس دن کوئی شرف و حسب نسب فائدہ نہیں دے گا اور اس دن میرے لیے وسیلہ ہو گی کہ جس دن کوئی سفارشی سفارش نہ کرے گا۔

میں اگرچہ اس قابل نہیں ہوں، کمزور فہم والا ہوں، زیادہ تقصیروں اور گنہگار ہوں۔ لیکن میں اپنے مولا کریم جل جلالہ پر اعتماد کرتے ہوئے اس مشکل راہ پر گامزن ہوا ہوں۔ کیونکہ قدیم سے اب تک لوگ اس کی اعانت کے بھروسے پر کام کر رہے ہیں۔

اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور یہ کہ وہ مجھے امید کے دروازے سے اس وقت تک نہ لوٹائے جب تک کہ میں اس کو حاصل نہ کر لوں۔ کیونکہ جب بھی کسی نے اپنی مشکل اور بڑی تکلیف کی دوری کا اس سے سوال کیا تو وہ مصیبت ٹل گئی۔

جب اس مقام پر پہنچا تو میں نے بارگاہِ خداوندی میں استخارہ کیا اور اس کے فضل عام کا سوال کیا اور اس مشکل کام کی آسانی طلب کی۔ اور عزم مصمم باندھا کہ مدد کے بادل برسنے والے ہیں۔

تو میں نے اس نظم کو لکھنا شروع کیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدحت شروع کی اور جو کچھ ممکن تھا آپ کے فضل و کمال کی طرف متوسل ہوا۔

اور اللہ کی استعانت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و کرامات جو کہ ظاہر وباہر ہیں کو بیان کرنا شروع کیا۔

اس امید کے ساتھ کہ اللہ میرے دل کی تمنائیں پوری فرمائے گا۔ اور اس نظم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے زینت بخشی اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب کا ذکر خاص و عام

طریقہ پر کہا کہ وہ آسمان ہدایت کے سورج چاند یا ستارے ہیں اور امید متقدم کے ساتھ اس نظم کو طول دیا۔

یہ آخری کلام ہے اس مغربی اندلسی عالم کا جو کہ میں نے لکھا اور یہ قصیدہ رائیہ حافظ ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ ابن سالم الکلاعی کے قصیدے کے معارض لکھا گیا جس کو میں نے حرف ''را'' کے ردیف کے تحت کچھ حصہ بیان کیا جو کہ اس کتاب کے تیسرے باب میں گذر چکا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیے اور میں اس پورے قصیدے پر واقف نہیں ہوا لیکن جتنا مجھے یاد تھا اتنا میں نے وہاں لکھ دیا ہے۔

اور میں نے قصائد میں سے جو میری وساطت میں تھا۔ قلت بضاعت ہونے کے باوجود وہ میں نے لکھ دیا ہے اور میرا ارادہ اس طویل کلام سے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے تبرک کا تھا۔ تاکہ اس شفیع المذنبین کے ان چاہنے والوں کی فہرست میں میرا ذکر ہو۔ جنہوں نے اس ذات مقدس کے فیوض و برکات اکٹھے کیے ہیں جیسا کے اس طرف مفتی امام شیخ عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن مرشد الحنفی مفتی سلطان مکہ (کہ اللہ ان کو کمال تک پہنچائے اور ان کی امیدیں بر لائے اور ان کے اموال کو پاکیزگی عطا فرمائے) نے اس خط کے آخر میں اشارہ فرمایا ہے جو کہ ان کی طرف سے مجھے پہنچا اس تصنیف لطیف کی صورت میں جو میں نے خدمت کی اور نعلین مبارک کی تعریف میں جو کچھ اکٹھا کیا اور ہر اس کی تلخیص بصورت نظم لکھی کہ اس خدمت میں ہمارے ساتھ حضرت انس بن مالک بھی

شریک ہیں یعنی انہوں نے بھی نعلین پاک کی عظمت خوب بیان فرمائی ہے۔
اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔ بے شک اس قدم کو جو شان عطا فرمائی گئی ہے۔ اس فضیلت سے تو دیگر ہاتھ بھی محروم ہے اور انگلیاں اس کی کمال کی طرف مشیر ہیں اور قدم اس کے شمائل کی طرف کوشش کر رہے ہیں اور اس سعادت کا ایک جزو بھی نہ تیرے دائیں میں اور نہ ہی بائیں میں۔ اور تنگی کے وقت اس کی عطا بھر پور ہوتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے لیے اس کو آسان فرمائے اور مجھے اس عظیم مقصد کے انوار سے نوازے اور میرے اس عمل کو ریا اور دکھلاوے سے بچاکر صرف اپنی رضا کی خاطر کام کی توفیق عنایت فرمائے۔

مبشرات:

ابھی میں نے کتاب کی ابتدا ہی کی تھی اور اللہ کی مخلوق میں سے کوئی شخص میرے اس کام سے واقف نہیں ہوا تھا کہ مجھے کچھ معتبر اور ثقہ لوگوں نے بعض صالحین سے بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک سواری پیش کی جسے نہایت ہی خوبصورت زیورات سے سجایا گیا۔ لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کر رہے تھے لیکن نہ جانتے تھے کہ یہ کس نے ہدیہ بھیجا ہے۔ تو اچانک آواز آئی کہ یہ ہدیہ شیخ مقری نے بھیجا ہے۔ جب خبر دینے والے نے مجھے بتایا تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ مرکوب سے مراد نعل ہے۔ کیونکہ وہ بھی

مرکوب بنتی ہے اور زیورات سے مراد اس کے اوصاف ہیں۔باقی اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

اور مجھے ایک اور شخص نے بعض ہم عصروں سے خبر دی کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے کئی مدح کرنے والوں کی تعریف فرمارہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کے مؤلف کی طرف نظر کرم فرمائی اور مؤلف اس معظم و مکرم محفل میں حاضر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثال نعل میں سے جو کچھ پڑھ رہے تھے-- وہ اسی کتاب میں سے تھا۔

اور میں نے اتوار دس شوال ۱۰۳۱ھ کو سفر مدینہ طیبہ علی ساکنھا الصلوٰۃ واسلام میں نروحا کے مقام پر دیکھا کہ نیل کے کنارے میرا ایک باغ ہے اور اس کے پاس اور کئی باغ ہیں لیکن دریائے نیل کا پانی قریب ہونے کے باوجود ان میں داخل نہیں ہو رہا۔ جس پر میں تعجب کر رہا ہوں حتیٰ کہ دریائے نیل کا پانی بغیر کسی کلفت کے میرے باغ میں داخل ہوگیا اور دیگر باغوں کے بجائے میرے باغ میں ہریالی ہو گئی جس کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ اور میں نے کہا کہ کاش میں اس باغ میں کچھ بوتا۔ میں ابھی اسی خیال میں تھا کہ ایک شخص وہاں دو مثالیں لے کر آیا جو کہ نعلین مبارک کی مثالیں تھیں اور

قال لی اذ رع هذین فی بستانك.

مجھ سے کہا تو ان مثالوں کو اپنے باغ میں کاشت کر۔

جس پر میں بہت خوش ہوا اور میں نے گمان کیا کہ یہ دونوں وہ مثالیں ہیں جو ہم نے اس کتاب میں نمبر ایک اور دو پر پیش کی ہیں۔ اور میں نے اس خواب کی یہ تاویل کی کہ اس سے مراد میری یہ تالیف ہے اور نیل سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس نے میرے عمل کو اپنے لئے بنا لیا۔

اور میں اللہ جل مجدہ' الکریم کی بارگاہ میں سعادۃ ابدی حاصل کرنے کے لیے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب سے پہلے نبی تھے اور ہم کو اللہ تعالیٰ صاحبِ قدم کے صدقے عدم سے وجود کی طرف لایا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میں نے یہ شعر اسی سلسلے میں کہے ہیں۔

یا رب بالقدم التی اوطاتها　　　من قاب قوسین المحل الاکرما

(اے میرے رب ان مبارک قدموں کے صدقے جو کہ قاب قوسین کے مبارک مقام تک راستہ طے کرتے ہوئے پہنچ گئے۔)

ثبت علی متن الصراط تکها　　　قدمی و کن لی منقذا ومسلما

(میرے قدموں کو پل صراط پر عزت کے ساتھ ثابت قدم رکھ اور مجھے سلامتی سے اس سے پار کر دے)

اور میں اپنے رب کے کرم سے امید وار ہوں کہ وہ میرے تمام گناہ معاف فرمائے۔ اور مجھے نعلین کی مدحت و تعریف کرتے ہوئے حسنِ نیت عطا فرمائے جس نعلین کے فضائل و برکات حدو شمار سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے

بعض کو میں نے شمار کیا ہے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو حاصل کر لوں اور میرا خاتمہ بالخیر ہو۔

خاتمۃ الکتاب:

میں اس کتاب کی تصنیف سے ماہِ شوال ۱۰۳۰ھ کو قاہرہ محلّہ المعزیہ میں فارغ ہوا۔ اور میں نے اس کے متعدد نسخے تیار کیے جو روم و دیگر ممالک کی طرف بھیجے گئے۔ اس کے بعد پھر اس میں کچھ اور مزید اضافے کئے گئے۔ یہ نسخہ میں نے مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس اور منبر شریف کے درمیان سر اقدس کے سامنے ریاض الجنہ میں حجرہ شریف کی کھڑکی کے پاس اس طرف جہاں ستون توبہ ہے اور اس صف میں جو کہ روضہ مبارکہ کے دروازے پر ہے جو کہ باب الوفود کے نام سے معروف ہے اور اس کام کی ابتدا منگل کے روز ماہ رمضان المبارک ۱۰۳۰ھ کو ہوئی اور یہ مبارک کام منگل ۲۵ رمضان المبارک کو اختتام پذیر ہوا اور ہر روز میں اس کو چاشت کے وقت سے لے کر نماز ظہر تک لکھتا تھا۔ تو اللہ کے فضل و کرم اور عنایت سے نصف ماہ میں میں نے اس کو مکمل کر لیا۔

اور پھر اس مقام پر میں نے کچھ نظم بھی اس میں شامل کر دی ہے اور یہ سب کچھ اس مقصد کے لیے کیا ہے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہو اور دنیا و آخرت میں خوف سے امن ہو۔ اور یہ کتاب میرے لیے ذخیرۂ خیر ہو۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

اس کے آخر میں یہ تحریر بھی ہے:

"اس کتاب کو لکھنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے ساتھ مس کیا اس کے مؤلف احمد بن محمد مقری المغربی المالکی (اللہ تعالیٰ اس کی دست گیری فرمائے) منگل کے روز رمضان المعظم ۱۰۳۳ھ۔ مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و علی اخوانہ النبیین والمرسلین وآلہٖ واصحابہٖ الاکرمین از کی الصلوٰۃ وانمی التسلیم.

مذکورہ نسخہ کے کاتب کے تاثرات:

میں ابو المظفر محمد المعروف بشرف الدین الفاروقی الحنفی الفاطمی الدکنی الحیدر آبادی کہتا ہوں کہ میں نے اس نسخہ کو آٹھ کاتبوں سے اس وقت لکھا جبکہ میں مدینہ منورہ میں کافی مدت زیارت کے سلسلہ میں مقیم تھا اور اس کی کتابت کی ابتداء ماہِ رمضان میں ہوئی اور اسی ماہ مبارک کے آخر تک ۱۳۰۷ء ہجری کو مسجد نبوی میں روضہ اقدس کے قریب مکمل ہوئی۔

ناشرِ کتاب ھذا کے تاثرات:

دائرۃ المعارف نظامیہ کا تصحیح کنندہ کہتا ہے کہ یہ حسن اتفاق ہے کہ یہ اصل کتاب ماہِ شوال میں مصنف نے مکمل کی جبکہ اس کو رمضان

المبارک میں شروع کیا تھا۔ تو الحمد للہ ہم بھی اس کی تصحیح سے شوال کے مبارک مہینے میں فارغ ہوئے ہیں۔

اور دوسرا نسخہ جس سے اس کا مقابلہ کیا گیا اس پر یہ تحریر ثبت تھی

اور اس کتاب کی کتابت سے بدھ ۴ شعبان المعظم ۱۰۷۰ھ میں احقر العباد وافقر ھم الی ربہ مغفرۃ عبد الفتاح الاشمونی فارغ ہوا۔

اور نسخہ جس سے اس نسخہ کا مقابلہ کیا گیا:

اس نسخہ کی کتابت سے فقیر عبد الفتاح الزہری جمعرات ۲۷ ذی القعدہ ۱۰۶۵ ہجری کو فارغ ہوا۔

تقریظات :

اس مبارک تصنیف پر بہت سارے قابل قدر علماء کرام نے تقریظات لکھی ہیں جو کہ قلمی حالت میں موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام العالم العلامہ والحجر والبحر الفہامہ احمد بن عبد الرحمٰن بن عبد الوارث المالکی الصدیقی

تعریف و حمد اس ذات کی جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام بلند تک بلند فرمایا۔ اور ان کی عظمت کا جھنڈا آسمانوں کے اوپر نصیب فرمایا جہاں وہ لہرا رہا ہے اور ان کے مبارک قدم کو شرف و عظمت کا جھنڈا-- اور ان کی تقدیم جوزا اور ثریا پر پہنچی ہوئی ہے۔ ان کا ہر کام آنکھوں کے لیے ٹھنڈک اور مردہ دلوں کو زندہ کیا اور ان کی قامت اور بزرگ ہئیت کے صدقے ان کے قبیلے اور عنصر کو تکریم عطا فرمائی۔ وہ کریم النفس والاصل اور خوبصورت کہ ان کا باطن ازھر پر ازنور اور ان کا سینہ اطہر علم و یقین کا مخزن و منبع ہے اور ان کے چہرہ مبارک اور کمر شریف کو ان لوگوں کا قبلہ بنایا کہ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں جو کہ اللہ کے نزدیک وجیہ ہیں اور ان کی ذات منورہ اکمل واتم ہے۔ اور تمام کمال ان کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور ان کے نور کی چمک روز افزوں ہے اور تمام صفات کمال ان کی ذات میں مجتمع ہیں اور ان کے نور کی چمک روز افزوں ہے اور تمام صفاتِ کمال ان

میں جمع ہیں اور ان کی جلالت قدر ایسی ہے کہ کسی اور میں نہیں اور ان کی نعلین پاک کو ایسا مقام رفیع عنایت فرمایا گیا کہ وہ بادشاہوں کے سروں کے تاج اور زیور بن گئے اور ان کے چلنے اور نشانِ قدم کی وجہ سے زمین کو عزت و بزرگی مل گئی۔

اور میں گواہی دیتا ہوں اور یہ گواہی ہر سعادت کو پہنچتی ہے اور تمام امیدوں کے مستقبل اور ماضی میں حصول کے موجب ہے۔ بے شک اللہ وہ منفرد ذات ہے کہ کسی ایک ذات میں اتنی سعادتوں کا اکٹھا ہونا محال ہے۔ اور یہ ایسی امید ہیں کہ ان تک پہنچنا محال ہے۔ وہی جلال والا اور عزت واکرام والا ہے۔ اور ہر عظیم کمال اسی کے لیے ہے۔ اور اس نے تمام حکمتوں کو محکم انداز میں بنایا ہے۔ وہ پاک ہے کیونکہ وہی اِلہٰ ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہی ذات کریمہ ہے کہ جس نے ہم پر اپنا جودو کرم نچھاور فرمایا ہے اور ہمارے دلوں سے زنگ اور جہالت کو مٹایا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندۂ خاص اور ایسے رسول ہیں جن کے نور نے گمراہی اور گندگی کو زائل کر دیا۔ اور ان کو جوامع الکلم کے ساتھ خاص کیا گیا اور ان کی رسالت 'تمام مخلوقات کے لیے ہے اور آپ کے کمالات آپ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ اور آپ پر حسنِ بیان ' اشارہ اور دلالت کے ساتھ آسان فرما دیا گیا۔ اور آپ ہی کی طرف معارف تحقیق اور عوارف تصدیق پناہ ڈھونڈتے ہیں اور تمام کائنات سے چنے ہوئے ہیں۔ اور تمام قبائل و اساطین سے عزت

والے ہیں۔ وہ ایسے صاحب حسب و نسب عالی اور صاحب جلالت ہیں کہ
تمام بہادروں کی بہادری ان کے جلال و کمال کے سامنے ہیچ ہو گئیں اور
آنکھیں ان کی فضیلتوں کی بلندیوں تک پہنچنے سے عاجز آگئیں اور ان کا نظیر و
مثل نہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے درود اس زینتِ جود وکرم کے شرف پر۔
مصیبتوں میں امداد کی سعادت کے روحِ رواں کہ ان کا سایہ اللہ کا سایہ ہے
اور سلام اس پر کہ جس کی خوشبو سے چنبیلی شرمائے اور ان کی مبارک
خوشبو عنبر اور کستوری سے زیادہ بھلی ہے اور کوئی بھی صاحبِ کمال ان کے
کمال تک نہیں پہنچا' اور ان کی آل و اصحاب جو کہ فضیلت و کرم والے
ہیں۔ ان پر بھی صلاۃ وسلام۔

اما بعد' بے شک فضائل و ثمرات دیکھنے میں ایک جیسے ہی ہوتے
ہیں۔ اور بظاہر نظروں میں ان کی ایک ہی شکل ہوتی ہے۔ لیکن در حقیقت
یہ ایک دوسرے سے دور اور الگ الگ ہوتے ہیں۔ ان کے ظاہر ایک جیسے
اور کنارے ملے ہوئے ہوتے ہیں بالخصوص ایسے فضائل کہ جن میں اوہام
بھی کثرت سے حائل ہوں اور ان کو ذی فہم لوگ بھی ہمیشہ نہ سمجھ سکیں اور
ان کی شیرینی کہ جب وہ پک کر تیار ہوں اور جن کا خاتمہ محمود ہو اور
اسلاف جن کے خواہش مند ہوں جب ان کے سایے طویل اور قدم پختہ ہو
چکے ہوں۔ بلند علم و بلند مقام بالخصوص وہ فضائل کہ جن کا تعلق اس نبی
الانبیاء کے ساتھ ہو کہ جن کے اجلال کا تحقق ساری کائنات پر ہو چکا ہے۔
وہ صفی الاصفیاء ہیں اور اس میں کوئی انکار کی گنجائش نہیں کہ ان کے نام

سے سب کو شرف حاصل ہوا اور سننے والے جن کے ذکر سے مقام بلند سے حاصل کرتے ہیں۔

(عالی ہمت سینے ستاروں کی چمک گاہیں ہیں لیکن یہ حد سے گزرنے والوں کے دلوں سے نور دور رہتا ہے)

(اور یہ عالی ہمتی قوی و مضبوط لشکروں پر کثرت سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور لشکر اس کے ساتھ اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں)

(اور اکثر شہروں کے سردار میں یہ صفت پائی جاتی ہے کہ پے در پے حملے کرنا جلال میں آنا' نرم چلنا اور ذوی المناقب ہونا۔

اس کے جودوکرم کی آوازیوں پھیلتی ہے کہ وہ سوال سے بے پرواہ کر دیتی ہے مطلوب کو عزت دیتی ہے اور نہ ہی طالب کو ذلت۔

اور اس کی ہدایت پر رات کی ظلمت کو چیر کر روشن ہوئی اور راتوں کی ظلمت بھاگ گئی۔ اس کے نور کی تجلی روشن اور ہدایت کے ستارے یوں چمکے کہ ان کو غروب نہیں جبکہ آسمان کے ستارے غروب ہو جائیں گے۔

دشمنوں کے دل ہدایت سے دور ہیں اور جھوٹے لمبی امیدوں والے کھو چکے تھے۔

اور ہدایت یافتہ ان کے بہت قریب ہیں اور وہ اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے جس سے دشمن ایک طرف رہ گئے۔)

اور ان کے سینہ میں علم کے بحر ذخار موجزن ہیں اور ان کی ہتھیلی جودوکرم برسا رہی ہے۔

وہ رسالت کے خاتم اور ان کی عزت ہیں اور ان کی صبح کے روشن سورج ہیں۔ ان پر افضل ترین درود و سلام ہو اور اشرف تحیات ہوں۔

جب یہ سونے کی دھار سعادت کی لڑی میں پروئی گئی اور یہ سعادت کا ہار بن گیا اور اس کی وسعت اور کشادہ ہو گئی اور یہ چادر سعادت پھیل گئی یعنی یہ بحث اس مبارک اور عزت والے قدم کی نعل کے بارے میں ہے کہ جس کی بلندی زمین و آسمان سے بلند اور یہ ہر حال میں سرداروں کے سروں کا تاج کیوں نہ ہو کہ ثریا سے بلند اس کا اثر ہے اور اس کی ہیئت ہر حال میں کوہ یلملم اور کوہ شبیر پر بھی متحقق ہے

نعل سما فوق هام الفرقدين وما　　داناه تاج على راس وان صعدا

(نعلین تمام ستاروں سے بلند ہیں اور کوئی تاج ان تک نہیں پہنچتا خواہ وہ کتنا ہی بلند ہو)

هو الهلال الذى قدشق فى فلك　　من اجل هيبة من لله قد سجدا

(وہ ہلال ہے کہ جس نے آسمان کو شق کر دیا اس کی ہیبت سے جس نے اللہ کے لیے سجدہ کیا)۔

مثال پاک کی عظمت پر فخر کر کیونکہ سب دنیا کی ضرب الامثال اس مثال پر فخر کرتی ہیں۔

اور یہ کمالات کی جامع ہے تو اس کرم کے بادل (مثال مبارک) کے انوار و تجلیات سے اپنے دامن بھر لو۔

اور ان بادلوں کے فضل کی بارش بڑی موسلادھار ہے تو اس بلندی اور شرف سے اپنے دونوں ہاتھ بھر لو۔ اور افلاک سے اس کا نزول مانگ۔

تو میں اس مثال مبارک کے بارے میں کہتا ہوں اگرچہ اس کی مثل کوئی نہیں اور میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جن کو اس کی برکت پہنچی جیسا کہ تجھ کو نظر آرہا ہے۔

نقش نعل مبارک کے روشن سورج نے ہر چیز کو منور کر دیا اور یہ تو نور کا بدرِ تمام ہے۔

اور یہ نقش زبانِ حال سے اعلان کر رہا ہے کہ اس کی شکل معنوی لحاظ سے ہماری شکلوں کی تصویر ہے۔

کون ہے جو ہماری مماثلت کرے اور ہمیں دیکھے۔ ہم بزرگی اور شرف کو اس کا طواف کر کے اکٹھا کرتے ہیں۔

ہم نے اس کی حسن صورت سے بہتر کوئی راحت والی چیز نہیں دیکھی اس کی شفقت عامہ سے ہمارے دل منور ہیں۔

اور جب میں ان فوائد سے واقف ہوا کہ جن کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔ ان یکتائے روز گار اشیاء کی طرف۔ اس بہت بڑے دریا میں علل بیان کی گئی ہیں کہ جہاں یہ چھوٹے چھوٹے نالے جانے سے قاصر ہیں اس پاکیزہ جگہ پر۔

اور جب میں اس کتاب جو کہ ایسے فوائد کا منبع ہے کہ جن کی طرف کجاوے کسے جائیں اور ایسے یکتائے روز گار اشیاء کا مجموعہ کہ جن میں

ان کی علل بیان کی گئی ہیں۔ یہ بحر بے کنار کہ ہر پاکیزہ مورد اور شیریں گھاٹ کہ دل اس کی طرف کھنچے چلے جائیں اور سروں کے تاج اور زمانے کی یکتا اور نادر آنکھوں کی ٹھنڈک ' موتی نایاب موتی' زمانے کا فخر ' مشکلات کے دور کرنے والے اور ائمہ اسلام کی سعادت اور ان کے شملوں کے سردار' اکابر سے جو علم حاصل ہوا اس علم کے وارث اپنے غائب و حاضر آباء و اجداد کی خوش نصیبی اور یہ ہر انہوں نے اپنے اسرار و بصائر والے اکابر سے حاصل کیا ہے۔

آقا عزت و کرامت میں یکتا ہوتا ہے اگرچہ یہ اپنوں کی بیٹیوں سے ہوتا ہے۔

وہ لوگوں سے علیحدہ ہوتا ہے حالانکہ وہ انہی کی جنسوں سے ہی ہوتا ہے جیسا کہ پتھروں میں سے اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ہوتا ہے۔ کسی قائل نے اس کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

تیرے ہم عصر تیری ذات سے فخر حاصل کرتے ہیں اور بلندی کا گھوڑا سواری والے گھوڑے سے جدا ہوتا ہے۔

فان زعم الاقوام انك منهم　　　　فخارا فان لشمس بعض الكواكب

(اگرچہ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ تو ان میں سے ہے اور وہ اس پر فخر کرتے ہیں جبکہ سورج بھی تو سیاروں میں سے ایک ہے)

وہ (مصنف) علماء کا امام بلکہ ان کا خطیب ہے۔ وہ قدوۃ الاعلام بلکہ ان کا رئیس اعظم ہے)

(امام --- کہ اس کا ذکر کب لکھائی کا محتاج ہے بلکہ وہ تو دلوں میں

(کتنے ہی اصحاب اپنے حسن میں بے عیب ہیں کہ ان کی حمد و تعریف پاک دلوں میں ملی ہوئی ہے)

(اور ان کے علم سے حدیث کا نور پھوٹ رہا ہے کیونکہ وہ روایت کر رہے ہیں امام ابن منبہ سے)

(ان (مصنف) کے اشعار بارش کی طرح ہیں گویا کہ وہ بلاغت میں حضرت سحبان بن وائل کے تابع ہیں)

(ان کے اشعار ایسے ہیں گویا کہ جن کو کند ذہن غبی بھی سمجھتا ہے)۔

(معقولات و منقولات کے بکھرے ہوئے مفردات کے جامع ہیں اور گزرے ہوئے موتی زمرد کے اکٹھا کرنے والے جن کے وصول کی کوئی حد نہیں ہے)

(معارف کے صحیفوں پر بلاغت کی بارش برسانے والے اور عوارف کے میدانوں میں فصاحت کے گھوڑے دوڑانے والے۔ ایسے سورج کہ جن کے علم کے مشارق روشن ہو گئے اور وہ اگرچہ نادر ہے لیکن اس سے روشنیوں میں اور رنگ بھر گیا)۔

(اس کے معارف ایسے کہ کبھی تو وہ افق غربی پر چاند بن کر چمکتے ہیں اور کبھی سورج)۔

(اور ممالک مغرب اور تیونس میں اس (مصنف) کے سوا کسی دوسرے سے سوال پوچھنے سے وحشت نازل ہوتی ہے)

(وہ علم کا ایک ایسا ستون ہیں کہ زمانہ ان کی نظیر لانے سے قاصر ہے)

ان سے زیادہ نفع دینے والے کوئی عالم نہیں چاہے وہ ابن کثیر سے ہی روایت کیوں نہ کرے اور پورے مشرق میں ان سے زیادہ حق والا کوئی نہیں کیونکہ ان کے ساتھ مغرب کے ستارے چمکے۔ اور اس میں کریم جل جلالہ نے اسی عالم کے صدقے کرم عمیم فرمایا ہے)۔

اگرچہ اس کی مانند اور بھی ہیں لیکن کہنے والا کہتا ہے کہ قوس قزح سے سورج زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔

وہ تحقیق کی زمام اور اہلِ تصویر و تحقیق کے سردار ہیں وہ زمانے کے فصیح اللسان اور فخر ہیں۔

وہ اس (زمانے کے) ذہین ترین' اس کے سر کے تاج عمدہ ترین اور تجربہ کار ہیں۔ وہ علامہ ہیں مشرق و مغرب کے میری مراد ہے: الشیخ الامجد والمحتد الاوحد' احمد بن مولانا الشیخ البرکة محمد المغربی المقری المالکی مذھباً. الشاذلی طریقةً وادباً۔ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں میں سرفراز فرمائے اور اپنے کرم کے سورج سے اس وجود کو منور فرمائے۔ اور ان کے معارف زمانے کے اعلام کے سروں پر ہمیشہ سج رہے اور ان کے علوم کے دریا فہموں کے باغوں کے مکارم پر بہتے رہیں—انھوں نے یہ کمیاب و نادر چیزیں ایک ہار میں پرو کر' ان کو سجا کر بیان کر دیا اور اس کو عرفان کے زیور

سے آراستہ کیا اور اس کتاب میں جس کا نام (فتح المتعال فی وصف النعال) ہے کہ زمانہ اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔

(اس میں نعل مبارکہ کی صفات و اجلال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ اس کے جاننے اور پرکھنے کی عجیب طرز پر اشارہ کر دیا گیا ہے۔)

اور اگر میں اس پر تقریظ لکھنا چاہوں تو اس کی عمدگی اور اچھائی بیان کرنے سے قاصر ہوں)

(اور اس کے صفحات قافیہ اور سجع کے محتاج نہیں اور مجھے علم ہے کہ یہ ایک راستہ ہے کہ اس کی مثل ایسا کوئی راستہ نہیں کہ جس پر چلا جائے)

(اور نہ یہ میرے مقدور میں ہے کہ میں زمانے کی لگام تھام کر اس کی قیادت کروں تو میں اس سے رک گیا اور میں نے اللہ مجدہ الکریم سے ڈرتے ہوئے استخارہ کا عمل کیا)

اور پھر جب میں نے یہ جان لیا کہ یہ کام مجھ پر ضروری کر دیا گیا ہے اور انصاف کا قاضی سوائے حق کی گواہی دینے اور صحیح بات کرنے کے راضی نہ ہو گا تو میں نے انکار کے بعد پھر اس کے لکھنے پر کمر ہمت باندھی اور میں توکل کے کشادہ صحن میں فتح کے دروازے سے داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے لیے استخارہ کیا تاکہ میں یہ اطاعت کا کام کر سکوں اور ایک خوبصورت تجربہ کامیاب اور مقبول ہو جائے تو میں نے اس بند آستین (تھیلی) کے اندر کیا ہے اس میں غور و فکر کیا تو دیکھا کہ اس میں تو خالص

سونے کے ہار اور دریکتا سے زیادہ حسین تحریر لکھی ہوئی ہے۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان (رحمٰن نے قرآن کا علم سکھایا' انسان کو پیدا فرمایا اور اسے بیان سکھایا)۔ ذکر کیا ہے اور میں نے جانا کہ یہ دانائی سوائے غیوب کے کھلنے کے حاصل نہیں ہوئی اور نہ یہ. کسی کو طاقت ہے اور نہ کوئی اس دروازے میں داخل ہو سکتا ہے۔ سوائے اللہ کا وہ بندہ کہ جس پر اللہ کی خاص عنایت ہو۔ وگرنہ تو کوئی شخص اس کتاب کی تعریف ہی نہیں کر سکتا اور کوئی بھی اس کی غایت تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس کے الفاظ فصیح المعانی اور اس کا متن اطراف سے بارش برسانے والا ہے۔

اس کا جادو اثرانگیز' اس کا نشہ شیریں' اس کا باغ انوکھا اور اس کی گردش خوشبو بکھیرتی ہے۔

ان الفاظ کے کتنے ہی جادو ہیں کہ ان سے زبانوں کی شان بند ہو گئی اور جب یہ پھیلے ہوئے اقوال چمکے تو دل کے اندر جلاء پیدا ہوئی تو میں نے کہا اللہ اکبر! یہ ایسا جادو ہے کہ جو اثر انداز ہے یا ایسا باغ ہے کہ جس کے معانی کی حوروں کا حسن کم نہیں ہوتا۔ یا یہ ایسی جنت ہے کہ جس کی فضیلت قابل اعتماد ہے اور اس میں کمی نہیں ہے لیکن جب میں نے اپنے اس کلام کو دوبارہ دیکھا جو کہ میں نے اس کی تعریف میں لکھا ہے تو اپنے نفس پر اف کیا اور اپنے نفس کو ایک جھڑکنے والے کی طرح برا بھلا کہا کہ تجھ پر ضروری ہے کہ تو خطابت کے منبروں سے گر جائے۔

کوئی بیان کرنے والا اس کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتا اور اگر کوئی ایسا ارادہ کرتا ہے تو یہ فضول ہے۔

له حق وليس عليه حق ومما قال فالحن الجميل

(اس کا حق ہے اور اس پر حق نہیں۔ جو کچھ کہا خوب کہا)

خدا کی قسم اس مصنف نے کیا ہی خوب ترتیب دی ہے جو ادبا کی گردنوں سے اوپر ہے۔ اس کے الفاظ کی حلاوت سے حاسدوں کا جلنا بھی ذوق پائے گا۔ اگر لبید شاعر آج موجود ہوتا تو وہ مصنف پر فدا ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے۔ میں خالق کائنات کا کلام پڑھتا ہوں: قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق. ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے ہاں عالمِ دین پیدا فرمایا۔ والصلاة والسلام على من هو للانبياء والفتاح والختام وعلى آله الكرام وصحبه العظام ما عزر الحمام و اذدان نور بكمام والحمد لله على الودام والسلام!

الشیخ العلامۃ عالم الشریعۃ الطاھرۃ الشیخ عبد الکریم

القاضی قاھرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی حمد کے لائق نہیں اور صلاۃ و سلام ہو اس کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کی رسالت پر' رسالت ختم ہوتی ہے اور ان کی مبارک روشن آل پر کہ جن کو بلند و بالا شرف حاصل ہوا' اور ان کے اصحاب عالی وقار بلند رتبہ پر۔

(کہ بادلوں کے برسنے سے کلیوں کے دانتوں کا تبسم اور خاص منبروں پر فصیح خطیبوں کا ترنم)

جب میں نے اللہ کے ترکش کی طرف تیاری کی اور قضا کی تلوار لٹکا کر اس کی حمد پر کمر باندھی اور شرف و فضیلت کا جام بھرا بالخصوص امام الاوحد احمد کے واسطے (وسیلے) کا گلے میں ہار ڈالا اور اس کے ذریعے سفروں کی ظلمت دور کی۔

ایک گھر سے دوسرے گھر تک نسیم صبح کی طرح چلتی ہے حتیٰ کہ اس سے زمانہ روشن ہو گیا اور اس کی خوبصورت آب و ہوا نے مصیبت کے سفر ختم کر دیئے۔ اور اس سے قاہرہ (شہر) مسکرانے لگا' اور اس سے اس کا سرور دوگنا ہو گیا۔ اور جانب غربی اس کے نور سے چمک اٹھی گویا کہ مغرب سے سورج چمکنے لگا ہے۔اور میں نے اس کے دیدار کا سرمہ اپنی آنکھوں میں

ڈالا اور میں نے مجالس کے لیے اس کو نظم میں پرو دیا۔ اور اس سے سماعت بھر گئی اور کان آنکھوں پر حسد کرنے لگے۔ اور ان کلمات کی ذات سے میرا گھر ایک پھول کی خوشبو سے معطر ہو گیا اور دوسرا عنبر کی خوشبو سے روشن ہو گیا اور میں نے ادب کا شاہکار جمع کر دیا ہے کہ جس سے نسبی بھائی چارہ قاصر تھا۔ پس یہ تو صرف نفع کا سفر اور راجح میزان ہے۔ کیوں نہ ہو حالانکہ وہ (مصنف) علم کی تحقیق و تقریر میں مرد یگانہ ہے اور عبارات کے لکھنے اور ان کی ترتیب و تزئین میں وہ بہت بڑا نقاد ہے اور مشکلات کے سمجھنے اور رموز کے حل کرنے کے لیے وہ روشن ذہن کا مالک ہے۔ اور صائب الفکر ہے۔

وہ ایسا عالم ہے کہ جو کچھ زمانے کے دامن میں تھا اور بحر زخار کے اس کی موجیں متلاطم اور اس کے فضائل خوب طغیانی پر ہیں۔

وہ ایسا عالم ہے کہ زمانے نے جو کہ اس کے دامن میں ہے اور بحر ذخار کہ جس کی موجیں متلاطم اور فضائل خوب طغیانی میں ہیں نے اس اکیلے میں سب کچھ جمع کر دیا ہے۔

اور علم کی مشکلات کے دروازے جو کہ بند تھے سب کھول دیئے۔

اور ہر مشکل ترین مسئلہ سے آسانی سے استخراج کرنا کمال کے ساتھ. عقلمندوں کے لیے یہ مرجع ہیں کہ جہاں کسی جامع سے علوم کے ابیات میں غلطی ہوئی اس کو اس کے ذریعے پکڑا جا سکتا ہے اور اس کے چاہنے والے کے لیے مباحثِ علمیہ کا پھل ہے کہ جس کی دیکھنے والوں نے خواہش کی۔

طبع الأمام علی الخلاف وفضله فی الناس مسئلة بغیر خلاف

(امام نے اختلاف پر مہر لگا دی اور اس کی فضیلت ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں لوگوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں)

اس کے دیدار کے گھاٹ خطا کی گندگی کے مواقع سے پاک و صاف ہیں۔ اور اس کے افکار کے آفاق ' اوہام کے بادلوں سے صاف ہیں۔

اور بلاغت کے معجزات کو خوارق کے ساتھ لایا۔

تقریظ مولانا شیخ احمد بن محمد الغنیمی الخزرجی الانصاری ؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس ذات اقدس کے نام احد سے آغاز جس نے احمد کو کمالات میں مخصوص فرمایا جس سے بہرے گونگے حاسدین کا حسد شق ہو گیا اور انہیں اپنی بارگاہ سے وہ بلند مقام عطا فرمایا جو سب سے بالا ہے۔ صلوٰۃ و سلام اس ذات اقدس پر جو تمام جہانوں کی ممدوح ہے اور آپ کے آل و اصحاب پر بھی۔

وبعد -- اللہ تعالیٰ نے جب مجھے قاہرہ میں علم کی خدمت کی توفیق بخشی، مختلف اہل علم سے ربط و تعلق ہوا تو وہاں ایک ایسے عالم کی تحریرات سے آگاہی ہوئی جو فروع و اصول میں نہایت ہی کامل تھے۔ میری مراد مولانا و سیدنا حافظ العصر نادرۃ الدہر العلامہ الفہامہ الاوحد احمد بن الشیخ محمد المقری المالکی ہیں۔ اس شخصیت کی وجہ سے مردہ روحوں کو زندگی ملتی ہے---- اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے دیارِ مصر میں زیادہ دیر مقیم رکھے تاکہ علم کے متلاشی اپنی پیاس کو ان سے استفادہ کی صورت میں بجھا سکیں۔ میرے علم میں ہے کہ انہوں نے وطن اور اولاد پر علم اور اہل علم کی مجالس کو ترجیح دے رکھی ہے---- جب میں ان کی کتاب "فتح المتعال فی مدح النعال" سے آگاہ ہوا جو انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مقدس کے فضائل و برکات پر لکھی ہے تو میں نے اسے حرفاً حرفاً پڑھا اور اسے ہزاروں مرتبہ چوما۔ واقعۃً یہ کتاب اسم با مسمی ہے۔ میں تو اس کے

مضامین اور معلومات پر خوش ہوں کہ ان سے مردہ دلوں کو روحانی بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔ خدا کی قسم یہ مبداء فیاض کی رحمتوں میں سے خصوصی فیضان اور حصہ ہے۔ الغرض اس کتاب کی کوئی مثال نہیں۔ میں اللہ کی توفیق سے یہ حق و صواب ہی کہہ رہا ہوں۔ مصنف مولائی' سیدی احمد بن الشیخ محمد المقری المالکی پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہے۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہ وشیعتہ وحزبہ۔ آمین!

اس کتاب کا مصنف بلاغت میں سحبان وائل سے مقدم ہے۔ اگرچہ زماناً مؤخر ہے۔ انہوں نے وہ کام کر دکھایا جو اوائل نہ کر سکے۔ یہ علم کا سر چشمہ ہیں جو انہوں نے پایا وہ دیگر علماء نہ پا سکے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نعلین کی خدمت کی جو توفیق نصیب ہوئی اس سے وہ فرقدین سے بلند تر ہو گئے ہیں۔ والحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!

تقریظ شیخ تاج الدین بن احمد بن ابرہیم المالکی خادم العلم الشریف بالبلد الحرام المنیف والخطیب والامام بیت اللہ الحرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اس اللہ کے لیے جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ورسالت کی صحت پر واضح کتاب نازل فرمائی۔ ایسے جوامع کلم سے نوازا کہ

الفاظ مختصر مگر معانی کے ایسے سمندر جن کا کنارہ نہیں۔ اس پر بھی حمد و شکر
کہ اس نے ہمارے دلوں کو اس کی تصدیق کی توفیق بخشی۔ میں اس بات کا
اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے' اس کا ذات و
صفات میں کوئی شریک نہیں اس کی کوئی نظیر و مثال نہیں۔ یہ شہادت مجھے
ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والی ہے۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا
ہوں کہ سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے
اور رسول ہیں آپ کی ذات اقدس ہر جوتا پہننے والے اور ننگے پاؤں والے
سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرما کر اپنا خلیل و حبیب بنایا
ہے۔ آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر دائمی درود و سلام ہو۔

حمد و صلوۃ کے بعد----

بندہ نے جب مصنف کی کتاب "فتح المتعال فی مدح النعال" کا
مطالعہ کیا تو اسے نہایت ہی خوب پایا کیونکہ اس کا موضوع بہت ہی بلند
و عظیم ہے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ مقدس ہیں۔ مصنف
اپنے دور کے بہت بڑے محقق اور مدقق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم میں
مزید برکتیں عطا فرمائے۔ ان کی عظیم محنت کو ثمر آور کرے۔

☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایصال اجر و ثواب

جلالۃ العلم علامہ شیخ سید حبیب اللہ قادری معروف برشید پادشاہ متوفی ۱۴۱۹ھ
چشم و چراغ خاندان سیدی شیخ عبد القادر الجیلانی علیہما الرحمۃ والرضوان
کی روح پر فتوح کو اسکا اجر و ثواب نذر ہے

☆ جو مجلس علماء دکن کے صدر محترم تھے .

☆ جو جامعہ نظامیہ حیدر آباد کے امیر مکرم تھے .

☆ جو مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن موقر تھے .

☆ جنہوں نے اپنی تدریس ، تقریر ، تحریر اور اپنے مواعظ سے شہر حیدر آباد کو روشن و منور کر دیا .

☆ جنہوں نے علوم معارف و تحقیقات سے مملو کتابیں یادگار چھوڑیں .

اور انکی اہلیہ طیبہ سیدہ احمد صاجزادی خیر النساء قدس سرہا العزیز
کی روح پر فتوح کو بھی اجر و ثواب نذر ہے
رب تعالیٰ ان دونوں ہستیوں کے مزاروں پر رحمت و نور کی بارش فرماتا رہے
اور ان کو اپنی مغفرت اور فضل و کرم سے نوازتا رہے
اور جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے ۔ آمین ،

نذر کنندگاں : خوش بخت اولاد جلالۃ العلم ، حفظہم اللہ تعالیٰ

نعل پاک حضور عاشقانِ رسول کی نظر میں

حضور نبی کریم صاحب کوثر و تسنیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں عاشقانِ رسول نے آپ کی سیرت طیبہ پر دفتروں کے دفتر لکھے ہیں۔ اور ہر زمانے۔ ہر زبانے اور ہر خطہ ارض پر یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ آپ کے خلق، عادات وشمائل پر بے پناہ کتابیں سامنے آئی ہیں۔ عادات وشمائل کے علاوہ آپ کے حلیہ مبارک پر دفتروں کے دفتر سامنے آئے ہیں۔ حلیہ مبارک کے ضمن میں ان عاشقانِ رسول نے آپ کے لباس کے ایک ایک انداز کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ عاشقانِ رسول کا ایک طبقہ ایسا بھی سامنے آیا ہے جنہوں نے لباس کی مختلف اشیاء سے ہٹ کر صرف "نعلین پاک" پر اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور سچی بات تو یہ ہے۔ ان حضرات محبت نے نعلین پاک حضور پر ایسی ایسی لطیف باتیں کہی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر دل جھوم اٹھتا ہے اور دل و دماغ وجد کرنے لگتے ہیں۔

ہمارے زمانہ میں مختلف شعراء نے اس موضوع کو موضوع سخن بنایا ہے حضرت حسن بریلوی رحمتہ اللہ علیہ حضرت داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ اعلحضرت فاضل بریلوی کے ہردل عزیز تھے۔ اور اردو ادب کے معروف سخنور تھے۔ آپ نے ایک خوبصورت شعر کہا ہے۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ

تو پھر کہیں گے کہ ہاں! تاجدار ہم بھی ہیں!

انسانی تاریخ میں تاج شاہی کی حیثیت مسلمہ ہے۔ اور اسے جس نے اپنے سر پر سجایا ہے۔ وہ بادشاہ کہلایا ہے حضرت حسن رضا بریلوی کی نگاہِ محبت میں حضور کی نعل پاک دنیا بھر کے تاج ورمز سے افضل ہے وہ اس خواہش کا اظہار کس انداز سے کرتے ہیں۔ کہ ہم جیسے خاک نشینوں کو اگر حضور ﷺ کی نعل پاک مل جائے۔ اور ہم اسے اپنے سر پر سجالیں تو ہم اعلان کریں گے۔ کہ دنیا والو! دیکھ لو۔ آج ہم بھی تاجدار ہیں اور شہنشاہِ جہاں ہیں۔

حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ عاشق رسول تھے آپ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کے بڑے خوبصورت پھول نچھاور کئے ہیں۔ آج ہم جیسے کوتاہ علم بھی جب آپ کے اشعار کو پڑھتے ہیں تو جھوم اُٹھتے ہیں۔ حضرت جامی کا کلام اہل علم و محبت کی روحانی غذا رہا ہے اور صدیوں سے آپ کے اشعار کو وظیفہ جان بنا کر پڑھا جاتا ہے۔ آپ اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے حضور سے عرض کرتے ہیں۔

''ادیم طائفی نعلین پا کن + شراک از رشتہ جانہائے ما کن''

حضور نبی کریم ﷺ طائف کے رنگے ہوئے چمڑے کا جوتا پسند فرمایا کرتے تھے اور اسے شوق سے پہنا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے طائفی کاریگر چمڑے کو ہلکے زرد رنگ میں تیار کرتے تھے۔ جو نہایت لچکدار اور شفاف ہوتا تھا۔ حضور ﷺ طائفی چمڑے کا جوتا زیب پا کر کے مدینہ کی گلیوں میں جلوہ گر ہوتے تو عشاق صحابہ اپنے دلوں کے دامن زمین پر بچھا دیتے۔ حضرت جامی بارگاہ نبویؐ میں عرض کرتے ہیں حضور ﷺ! ذرا طائف کے رنگے ہوئے نعلین پہن کر اپنے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائیں۔ اپنے عاشقوں کے دلوں کے دامن پر خراماں خراماں قدم رنجہ فرمائیں اپنے نعلین پا کے تسمے ہماری جانوں کے رشتوں سے بنائیں۔ اور یوں!

ادیم طائفی نعلین پا کن
شراک از رشتہ جانہائے ما کن

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

یا سبحان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا سلطان

خدا وندا عطا فرما مجھے وہ عشق احمد کا
کہ ہر دم ہر گھڑی مجھکو تصور ہو محمد ﷺ کا

مدینہ جب سے ہے سر سبز کعبہ غم سے نالاں ہے
یہ داغِ ہجر ہے جس پر گماں ہے سنگ اسود کا

خدا کا نام رب ہے مصطفٰے بھی ظل رب ٹھہرے
کہ پیدائش عرب سے راز کھلتا ہے محمد ﷺ کا

نہ کیوں ہو فخر اُسی کو نہ کیوں سر پر فلک رکھے
ہلالِ آسماں اک نعل ہے نعلین احمد ﷺ کا

اُن کی نعلین مبارک جو کہیں مل جائیں
بخدا سر پہ دھروں تاج سمجھ کر اپنا

چپک جاتے ہیں اے سلطان دونوں لب ہلاوت سے
جو نام آتا زباں پر ہے محمد ﷺ کا محمد ﷺ کا

حضور سلطان الصوفیا شاہ محمد سلطان میاں شیر سبحانی جانشین ہشتم حضور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار سلطان مرکز روحانی فیڈرل بی ایریا بلاک نمبر ۴ کراچی دربار سلطانی مرکز روحانی محلہ لال مسجد رامپور یو پی انڈیا

ہدیہ عقیدت سید کمال الدین جمیلی سلطانی کراچی

آقائے دو جہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و

حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور

عمِ حبیب اللہ حضرت سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی بارگاہِ اقدس میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

خدام۔ نقوشِ نعلین حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جگر گوشہِ سیدنا حضرت غوث اعظم

حضرت ابو القاسم سید جلال الدین قادری جمال پادشاہ

ڈاکٹر منیر احمد، عبد الوحید شیخ، وسیم الدین احمد

(ذرہ خاکِ مدینہ، محمد طفیل مدنی)

E-470/2A علامہ اقبال پارک، رائفل رینج روڈ، لاہور کینٹ، فون: 8651088-5725085